وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

ماڈرن عورت

اور

اِسلام

مؤلف

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی کرمالوی

مقیم حال کیرانہ

ناشر: تحقیقاتِ شرعیہ اکیڈمی

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

موڈرن عورت
اور
اسلام

مؤلف مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی کرمالوی

مقیم حال کیرانہ

باہتمام

محمد آصف اقبال

ناشر: تحقیقاتِ شرعیہ اکیڈمی

جامعة السعادة (ال خورد) قصبہ کیرانہ

ضلع مظفر نگر، یوپی (الھند)

تفصیلات

کتاب — موڈرن عورت اور اسلام

تالیف — مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی کُرمالوی

صفحات — ۲۳۲

کتابت — رحمانی کمپوزنگ سینٹر محلّہ اشرف علی گنگوہ ۲۴۷۳۴۱

ناشر — تحقیقات شرعیہ اکیڈمی

قیمت — Rs.90/-

مؤلف سے رابطہ

email.irfansaqib_qasmi@yahoo.co.in

Mobile No.09319530768

﴿ملنے کا پتہ﴾

قرآن محل،۲۸۵۳۔بلبلی خانہ، ترکمان گیٹ، دہلی۔۶

Email : quranmahal@yahoo.co.in

Ph.: +91-11-23268819

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

☆☆☆

تقریظ

جناب پیر طریقت مصلح الامۃ مرجع العلماء والمحدثین حضرت مولانا محمد انور صاحب مظاہری استاد حدیث وتفسیر دارالعلوم رشیدی گنگوہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً امابعد۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ دین اسلام ایک ایسا مکمل نظام حیات، محقق نظام تمدن ومعاشرت اور مسلّم قانون صلاح عالم ہے کہ اس کے کسی کلیہ اور جزئیہ پر انگشت نمائی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ قانون بے مثال عالم مخلوقات میں سے کسی مخلوق کے افکار وخیالات کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ تو خالق کائنات عالم غیب وشہادت مالک خزائن سمٰوات وارض کا تخلیق شدہ قانون ہے۔ اس قانون میں کائنات کا ذرہ ذرہ خصوصاً تمام نوع انسانی کی مکمل صلاح وفلاح کی رعایت رکھی گئی ہے، نوع انسانی کو عزت بخشنے والا اس کو ترقی کی راہوں پر چڑھانے والا، اس کے تمام تفکرات وتخیلات کو پاکیزگی اور جلا عطا کرنے والا، اور اس کے تمام اغراض ومقاصد کو جاندار بنانے والا، فقط یہی ایک قانون یعنی قانون اسلام ہے، مغربی نام ونہاد تہذیب وتمدن نے ہمیشہ اس قانون مقدس پر

اپنی ناپاک انگلی اٹھائی ہے، اور زیادہ تر اپنا نشانہ حقوق نسواں کو بنایا ہے، اس کا کہنا ہے کہ اسلام نے عورت کی حق تلفی کی ہے، عورت کو پنجرے کے طوطے کی طرح محبوس ومقید کر کے اس کی آزادی چھین لی ہے، اس کی ترقیات کی شاہ راہوں کو مسدود کر کے رکھدیا ہے، اس کو مردوں کے چنگل میں جکڑ کر بے بس کر دیا ہے۔ اس کے جذبات وخواہشات کو پامال کر دیا ہے، وغیرہ وغیرہ؟

مغربی نام نہاد تہذیب کے اس تنقید واعتراض کی کیا حیثیت ہے؟ اسلام نے عورت کو کیا مقام عطا فرمایا ہے؟ اور مغربی تمدن نے عورت کو کس طرح پامال کیا ہے؟ اس کی تفصیلی معلومات وتحقیقات کے لئے ایک ایسے لٹریچر کو دنیا کے سامنے لانے کی ضرورت تھی جس سے مغربی تمدن کے منھ پر زبردست طمانچہ لگے۔ اوراس کے تمام اعتراض وتنقیدات پارہ پارہ ہوکر رہ جائیں۔ خداوند قدوس مزید درمزید پروان چڑھائے۔ عزیز مکرم جناب مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی کُرمالوی ناظم جامعۃ السعادۃ کے تفکرات وخیالات اوران کی استعداد وصلاحیت کو، کہ انہوں نے یہ رسالہ ”**موڈرن عورت اور اسلام**“ تالیف کر کے اس عظیم ضرورت کو پورا کیا۔ موصوف نے قرآن واحادیث اور فقہ، نیز واقعات واخبار کی روشنی میں حوالہ جات کے ساتھ پوری دنیا کے سامنے واضح کر دیا ہے کہ عورت کی عزت وعفت کا محافظ،

اس کی ترقی وفلاح کا ضامن، اس کے سکون وچین کا کفیل، اگر ہے تو وہ فقط قانون اسلام ہے، اس کے برخلاف مغربی تہذیب عورت کی عزت کو پامال کرنے والی، اور اس کی عفت و عصمت سے کھلواڑ کرنے والی ہے ۔مطالعہ کیجیے اور تحقیقات ومعلومات حاصل کیجیے ۔دل سے دعا گوں ہوں کہ حق تعالی اس ہونہار نوجوان عالم کی اس عظیم محنت اور لاجواب خدمت کو قبول فرمائے، اور اس تالیف کو دنیا بھر کے عوام وخواص میں مقبول بنا کر تفکرات وخیالات کی اصلاح وپاکیزگی کا ذریعہ بنائے، اور اس طرح بلکہ اس سے بڑھ کر مزید خدمات کی توفیق بخشے ۔

امین یارب العلمین ۔

محمد انور گنگوہی

التصدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ علی رسولہ الکریم۔

اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مقدس مذہب ہے جس نے حیات انسانی کے کسی بھی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا بلکہ مکمل رہنمائی کی ہے۔

اسلام کو جن خصوصیات کی بناء پر دنیا کا اعلیٰ وافضل واکمل دین ہونے کا شرف حاصل ہے، ان خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے عورتوں کو بین الاقوامی سطح پر جو مقام عطا کیا ہے۔ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، عورت کو جتنی عزت اسلام اور اسلامی حدود اور قوانین نے دی ہے، اتنی کسی بھی مذہب نے نہیں دی، بلکہ دوسرے لوگوں نے تو اس کو ذلیل ترین مخلوق بنا دیا۔ ھند، چین، یونان اور روما میں بھی یہی صورت حال تھی، جو تہذیب وشائستگی کے گہوارے سمجھے جاتے تھے، اور جہاں عورت سے احتراز کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ جیسا کہ ان کی روایات علم الاصنام سے ثابت ہوتا ہے۔

یونانیوں کا خیال عورت کے متعلق یہ ہے کہ آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورتوں کے شر کا مداوا محال ہے۔

سقراط کہتا ہے، کہ عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی جڑ اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی، وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بے انتہا خوبصورت وخوش نما نظر آتا ہے ،لیکن جب کوئی چڑیا اسے کھاتی ہے تو مر جاتی ہے۔

عورت کی ذلت کا خیال حکماء وفلاسفر ہی کے دماغ میں مرکوز نہ تھا، بلکہ مذہبی دنیا میں بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا۔قدیس برنار کہتا ہے ''عورت شیطان کا آلہ ہے''۔ یوحنا دمشقی کا قول ہے کہ ''عورت شر کی بیٹی اور امن وسلامتی کی دشمن ہے''۔ یورپ اور بالخصوص رومۃ الکبریٰ جو عیسویت کا مرکز تھا، یہاں بھی عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی ، ان پر ایک جانور کی طرح حکومت کی جاتی تھی ، اوران کا اعتقاد تھا کہ اس طبقہ کو آرام وآسائش کی ضرورت ہی نہیں ہے، ذرا ذرا سے قصور میں ذبح کردی جاتی تھیں۔

سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں جب جادو کا اعتقاد نہایت رسوخ کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہوگیا تھا، اسوقت اس ظلم کا شکار بھی عورتیں ہی ہوتی تھیں۔

الیگزینڈر ششم نے ۱۱۹۴ء میں، لوئی دہم نے ۱۵۲۱ء میں، اڈرین ششم نے ۱۵۲۲ء میں، جس بے دردی کے ساتھ عورتوں اوران کے بچوں کو

سحر کے الزام میں ذبح کیا، اس سے تاریخ یورپ کے صفحات رنگین ہیں۔ ملکہ الزبتھ اور جیمس اول کے عہد میں ہزاروں عورتوں کا اس جرم میں جلایا جانا، اور لانگ پارلیمنٹ کے زمانے میں سولی دیا جانا، تاریخ کے کھلے ہوئے واقعات ہیں۔

اسکاٹ لینڈ کا بادشاہ جیمس ششم جب ڈنمارک سے شادی کر کے واپس آیا تو اس سے کہا گیا کہ چند عورتوں نے راستہ میں جمع ہو کر طوفان برپا کرنے کا سحر کیا ہے۔ چنانچہ یہ عورتیں گرفتار کی گئیں اور اقبال جرم کے لیے انہیں جسمانی سزائیں دی جانے لگیں، اور جب اس تکلیف سے عاجز آ کر انہوں نے اقبال کیا تو سب کی سب ذبح کر دی گئیں۔ اسطرح انگلستان میں عورتوں کو سزا دینے کے لیے ایک خاص مجلس وضع کی گئی، جس نے عورتوں پر ظلم کی انتہا کر دی۔ الغرض سارے یورپ نے اس صنف نازک پر ظلم کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ جس کا نتیجہ بقول ڈاکٹر اسپرنگ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے ۹۰ لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا۔

چونکہ زمانہ قدیم میں عورت ایک جنس کاسد کی حیثیت رکھتی تھی، ظاہر ہے کہ اس کی اخلاقی حیثیت اس وقت کس درجہ زبون رہی ہوگی، ایران میں بیوی اور بہن کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، مشرق کے نصاری نہ ماں

کو ماں سمجھتے تھے، نہ بہن کو بہن، اور ہندوؤں کے یہاں ایک عورت متعدد بھائیوں کی بیوی بن سکتی تھی۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس طرف نہ یہودیوں کے علماء نے توجہ کی اور نہ عیسائیوں کے علماء نے۔

اسی کے ساتھ ہندوستان میں نہ وید مقدس نے عورت کی اخلاقی حالت کو بلند کرنے کی کوشش کی، اور نہ بودھ نے اس صنف کے لیے کوئی قانون مقرر کیا۔ مگر جب مظلوم کی آہوں، اور دل کے شراروں نے دامن تھام کر فریادیں کیں تو عرش عظیم تھرا اٹھا اور رحمت خداوندی جوش میں آئی، اور عرب کے تپتے ہوئے صحراء میں اس نبی امی کا ظہور ہوا جو اپنے دل میں تمام کائنات کا درد سموئے ہوئے تھا۔

"خنجر لگے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر" کا حقیقی مصداق تھا۔ نبی آخر الزماںؐ نے جہاں ادیان سابقہ کی اس فروگزاشت کی پوری تلافی کی وہیں ان کو عزت وشرافت اور معاشرے میں اعلیٰ وارفع مقام عطا کیا۔

وجہِ تالیف اور پس منظر

اسلام نے عورتوں کے اخلاق کو بلند کر کے ان کے احترام کو مردوں پر واجب کر دیا۔ یہی کمی تھی جس کو امم سابقہ نہ سمجھ سکیں۔ یہ بھی ناممکن نہیں کہ وہ

علوم وفنون میں اپنی اختراعات وایجادات سے غیر معمولی اضافہ کا باعث ہو، لیکن اگر اس کے اخلاق بلند نہیں ہیں، اور وہ اپنی نسوانیت کو کھو چکی ہے، تو پھر ان کی تمام قربانیاں بیکار ہیں۔ آج ہم مغرب کی تہذیب ومعاشرت، وہاں کے طبقہ لطیف کی پاکیزگی وترقی کو دیکھ کر رشک کرتے ہیں، یقیناً یہ بات قابل رشک ہے۔ اگر اس کے ساتھ وہاں کی عورت کی اخلاقی حالت بھی ایسی ہی پاکیزہ ہو جیسے ان کی صورتیں ہیں۔

مگر افسوس آزادی نسواں کی آڑ میں مغرب میں عورت کو گھسیٹ کر سڑکوں پر لایا گیا، اسے دفتروں میں کلرکی عطا کی گئی، اسے اجنبی مردوں کی پرائیویٹ سکریٹری کا ''**منصب**'' بخشا گیا۔

اسے ''**اسٹینوٹائپسٹ**'' کا اعزاز دیا گیا، اسے تجارت چمکانے کے لیے ''**سیلزگرل**''، ''**ماڈل گرل**'' بننے کا شرف بخشا گیا، اور اس کے ایک ایک عضو کو برسر بازار رسوا کر کے گاہکوں کو دعوت دی گئی کہ آؤ ہم سے مال خریدو۔ آج وہ عورت جس کے سر پر دین نے عزت وآبرو کا تاج رکھا تھا، اور جس کے گلے میں عفت وعصمت کے ہار ڈالے تھے۔ تجارتی اداروں کے لیے ایک شوپیس اور مرد کی تھکن دور کرنے کے لیے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی۔ (ماخوذ از اصلاحی خطبات، مولانا تقی صاحب عثمانی)

اور اسلام مذہب کے بارے میں خوب تشہیر کی گئی کہ اسلام نے عورتوں کو بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے، اسلام میں عورت ایک مظلوم کی حیثیت رکھتی ہے، ان دونوں تہذیبوں کے پس منظر کو جاننے کے لیے راقم الحروف نے عربی، فارسی اور اردو کی سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی کی۔ اس سلسلہ میں معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ ہاتھ آیا، خصوصًا گزشتہ صدی میں اسلاف نے جو کاوشیں کی ہیں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

کیا اسلام نے عورت کو ننگا کیا ہے یا پُر وقار لباس دیا ہے؟

کیا اسلام نے عورت کو منڈی کا مال بنایا یا گھر کا چراغ؟

کیا اسلام نے عورت کو محفل کی نمائش بنایا یا گھر کی چاندنی؟

کیا عورت کو یورپ نے عزت دی یا اسلام نے؟

اس کتاب میں جہاں مشرقی عورت کی عزت و عصمت اور اسلام میں ان کے مقام کو اجاگر کیا گیا ہے، وہیں اس کے مقابل یورپی عورت کے وقار اور معاشرے میں اس کی عزت و حرمت پر ایسی تصویر کشی کی ہے تاکہ ان کی تہذیب کے کھوکھلے نعرے برسرِ عام آسکیں۔ اور عورتوں کے تئیں ان کا رویہ واضح ہو سکے تاکہ مغربی ظاہری چمک دمک، آرائش اور آسائش، رنگین تتلیوں کی مانند آزاد پھرتی عورتوں کی جو تصویر ہمیں دکھائی جا رہی ہے، جس

سے ہمارے مشرقی معاشرے میں احساس کمتری اور بغاوت کے جذبات پیدا ہورہے ہیں۔

جنہیں دیکھتے ہوئے ایک ایسی تصنیف کی بڑی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، جو مغربی عورت کی مصنوعی چکاچوند کے پیچھے چھپی حقیقت کو بے نقاب کر کے ان بے لگام جذبات کو کنٹرول کر سکے، اور آجکل اس امنڈتے ہوئے سیلاب بدتمیزی کے آگے بند باندھ سکے، جو ہماری روایات اور اقدار کو پامال کرنے کے درپے ہے۔

چند ماہ قبل مغربی ممالک میں رہ رہی خواتین کی ایسی دلدوز رپورٹیں منظر عام پر آئیں کہ انسانیت چیخ اٹھی، اس عاجز نے اللہ کا نام لیکر ان رپورٹوں اور ان مضرات کو یکجا کرنا شروع کر دیا، اور عورتوں کے تعلق سے اسلامی تعلیمات پر مشتمل چند مضامین لکھے، جو کئی روزناموں میں شائع بھی ہوئے، ان تلخ حقائق کے انکشاف کے بعد شاید کوئی عورت یا لڑکی مغربی عورت کی تقلید کرنا پسند کریگی؟

یقیناً نہیں۔ اور یہی ہمارا مقصد اور نصب العین ہے، جو ہم نے اس کتاب کے ذریعہ بتلانے کی کوشش کی ہے۔

تشکر وامتنان

سب سے پہلے رب ذوالجلال کا ثناخواں اور شکر گزار ہوں ، کہ اس نے مجھ ذرہ ناچیز کو اس عظیم کام کی توفیق بخشی ، اس کے بعد نبی اکرمؐ کے ارشاد گرامی :من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ۔ کے مطابق ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں دامے ، درمے ، قدمے ، سخنے ، کسی بھی قسم کا تعاون فرمایا ہے۔ کیونکہ ان کے تعاون اوران کی مفید اور قیمتی آراء سے مجھے کافی توانائی اور تحریک ملی ، اور یہ مبارک کام انجام پذیر ہوا۔

راقم الحروف کو بیرونی سفر کا موقع ملا ۔ وہاں کے دینی علمی واجتماعی حالات کا مطالعہ کرنے ، وہاں کی اہم شخصیتوں سے ملنے ، اوران کے ساتھ مختلف دینی وعلمی ، موضوعات ، اسلامی مسائل ، خاص کر تعدد ازواج ، اسلام میں عورت کا مقام ، مشرق پر مغربی تہذیب کے اثرات ، اصلاحی تحریکات اور تعلیمی منصبوں پر گفتگو کرنے کی نوبت آئی ، اور وہاں کے مختلف مسالک کے علماء سے تبادلہ خیال ، اور نئے نئے مسائل کو سمجھنے اور استفادہ کا موقع ملا ۔ ان ممالک میں مسیحی رنگ غالب ہے ، مغربی تہذیب کو قابل تقلید سمجھتی ہے ، جب کہ یورپ خود اپنی تہذیب سے پریشان ہے ، اور وہاں کی خواتین

حریت نسواں کے کھوکھلے نعروں سے تنگ آچکی ہیں۔ اور آب حیات کی تلاش میں سر گرداں ہیں۔

جیسا کہ اس کتاب سے واضح ہو جائے گا، اس صورت حال کے مدنظر میرے دل میں یہ خواہش ہوئی۔ کہ اردو داں طبقے کے لیے کوئی ایسی کتاب لکھی جائے۔ جو ایک طرف مغربی تہذیب کے پروپیگنڈوں کی قلعی کھولے وہیں دوسری طرف اقوام عالم کے سامنے خواتین کے تیئں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرے۔ مگر قلت وقت اور شدید مصروفیت کے باعث اس کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکا۔

کچھ عرصے بعد میرے کرم فرما اور جلیل القدر شخصیت جناب بھائی اسلم صاحب (مقیم حال ملیشیا) نے اس طرف توجہ مبذول کرائی، اور مغرب کی کھلی بے حیائی و بے شرمی، نیز ان کی عام زنا کاری کی عادت پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ ان کا کہنا تھا کہ اہل یورپ ویسے تو تعدد ازواج پر اعتراض کرتے ہیں اور اسلام مذہب پر کیچڑ اچھالتے ہیں، مگر عملاً وہ ایک سے زائد عورتوں سے ملوث رہتے ہیں۔ ان باتوں نے میرے عزم و ہمت کو مہمیز لگا کر منزل سے ہمکنار کیا، اللہ موصوف کو جزائے خیر دے۔ بندہ ان کا تہ دل سے شکر گزار ہے۔

دارالعلوم رشیدی گنگوہ کے مسلم الثبوت اور مستند ترین استاد حدیث، مرجع العلماء والمحدثین، حضرت مولانا محمد انور صاحب مظاہری مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز عارف باللہ فقیہ الاسلام حضرت الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ بصمیم قلب ممنون ومشکور ہوں، کہ حضرت والا نے اپنی گونا گوں مصروفیات ومشاغل کے باوجود کتاب کے مسودہ پر نظر ثانی اور اصلاح کی زحمت گوارا فرمائی، اور ضروری ومفید مشوروں سے نوازتے ہوئے ایک بیش بہااور پر مغز تقریظ بھی تحریر فرمائی۔

نیز میرے کرم فرما مولانا ریاض احمد صاحب استاد فقہ وتفسیر دار العلوم رشیدی گنگوہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے ان مسودات کی ترتیب میں حوصلہ افزاء کلمات اور قلبی دعاؤں کے ذریعہ اس حقیر کی پوری مدد فرمائی۔ اور میرے کرم فرما حضرت مولانا محمد سرور صاحب استاذ نحو ومنطق دار العلوم رشیدی کا بھی بے حد ممنون ہوں، جنہوں نے عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب کے اوراق پر بڑے ہی اہتمام سے نظر اصلاح فرمائی۔ حضرت مولانا ابواللیث صاحب قاسمی پروفیسر اسلامک یونورسیٹی ملیشیا کو کیسے فراموش کیا جا سکتا ہے، جنہوں نے کتاب پر نظر ثانی کے بعد نظر آنے والی خامیوں کی طرف رہنمائی فرمائی، نیز آپ کے مفید مشوروں نے ہمارے حوصلے کو مہمیز بخشیں۔

نیز برادر محترم جناب آصف اقبال صاحب قرآن محل دہلی کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ضروریات وافادیت کے متعلق

اپنے پاکیزہ اور بلند خیالات کا اظہار فرما کر عزم وارادہ کو قوت بخشی ۔ علاوہ ازیں جامعۃ السعادہ کے اساتذہ اور دیگر معاونین خصوصاً میرے محبّ مکرم مولانا بلال احمد صاحب بجرولوی، یہ حضرات بھی قابل ذکر قابل تشکر ہیں، جو اپنی شبانہ روز کی خدمات و معاونت کے ساتھ مسودہ کی تبییض ، پروف ریڈنگ، اور طباعت کے مختلف دشوار گذار، اور دقت طلب مراحل میں میرے لئے دست و بازو بنے رہے، جس کے نتیجہ میں اس کی مہمات و مسئولیات کے بارگراں سے سبکدوشی آسان ہوئی ورنہ مجھ جیسے ناتجربہ کار اور نابکار کے لیے یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ اب ان دعاؤں کے ساتھ ان اوراق کو پریس کے حوالہ کر رہا ہوں ۔ خدایا! اس کتاب کے قابل استفادہ ہونے تک کے مراحل میں بہت سارے محبین و مخلصین حضرات نے اپنی مساعی و خدمات اور معاونت و دعوات کا سہارا دیا ہے، آپ ان کی بھی خدمات کو قبول فرما کر ان کے لیے بھی دارین میں سہارا بنا دیجئے ، اور اس کتاب کو ان کے لیے بھی ذخیرہ آخرت بنا دیجئے ۔

آمین یارب العلمین

محمد عرفان ثاقب قاسمی

ناظم جامعۃ السعادۃ قصبہ کیرانہ

﴿مقدمہ﴾

۴،۵ ماہ پہلے کی بات ہے۔ ایک روز صبح اخبار میں پڑھا کہ امریکہ میں ایک خاتون نے چاقو کی نوک سے دوسری حاملہ خاتون کا پیٹ چاک کیا اور اس کا بچہ نکال کر راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی۔ دوسرا واقعہ پڑوسی صوبہ ہریانہ کے شہر پانی پت کا ہے۔ چند ماہ قبل علماء کے ایک وفد کے ساتھ وہاں کے کارخانوں کے دورہ میں مرد وزن کے مخلوط کام کرنے اور ایک مسلم بچی کی عصمت دری کی ویڈیو فلم کا معاملہ سامنے آیا تھا۔ اس شہر میں یہ بھی دیکھا گیا کہ کئی مسلم خواتین بیوی بن کر ہندو گھرانے میں رہ رہی ہیں۔ ان روح فرسا واقعات وحادثات نے میرے ضمیر کو جھنجوڑا اور میں اپنی کم مائیگی پر دل مسوس کر رہ گیا۔

اس شش و پنج میں سو (۱۰۰) دن سے بھی زیادہ گزر گئے، پندرہ (۱۵) سالہ صحافتی زندگی نے اس بات پر ابھارا کہ ذرائع ابلاغ کے واسطہ سے مغربی اقدار پر چوٹ کی جائے اور ستم رسیدہ خواتین کے مسئلہ سے قوم کو روشناس کرایا جائے، اسی دوران جامعۃ السعادۃ کے ناظم اعلیٰ اور ملت اسلامیہ کے بہی خواہ مولانا محمد عرفان ثاقب سے اچانک ملاقات ہوگئی۔ مولانا نے ازراہ عنایت شام میں گھر پر مدعو کیا اور بلا کسی پیشگی منصوبہ کے اسلامی تاریخ نیز مشرقی اور مغربی اقدار پر گفتگو شروع کر دی۔ اس عاجز نے مذکورہ واقعات ان کے سامنے رکھے۔ مولانا نے ایک سرد آہ

بھری اور بولے یہ کام ایک یا دو افراد کے کرنے کا نہیں ہے۔ کوئی ادارہ ہی اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔ اسی دوران ہریانہ میں قادیانیت کے مسئلہ نے کچھ زیادہ ہی سر اٹھالیا اور ان کے سالانہ اجلاس کی گاؤں گاؤں میں تبلیغ ہونے لگی۔ اس سے متاثر ہوکر مولانا نے مظاہر العلوم سہارنپور، جامعہ اشرف العلوم گنگوہ، مفتاح العلوم جلال آباد اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مبلغین سمیت اٹھارہ (۱۸) علماء کو لیکر ہریانہ کا سہ روزہ ہنگامی دورہ کیا جس کا فوری اثر ہوا۔ پھر مولانا نے ارباب مدارس اور علماء کے مشورہ سے مجلس تحقیقات شرعیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ جس کے اغراض ومقاصد میں اسلامی تعلیم اور تاریخ کو عام کرنا اور باطل نظریات کی بیخ کنی۔ نیز ہریانہ میں مکاتب کا قیام، مساجد کی واگزاری، اسلامی اقدار کی نشریات جیسی چیزیں شامل کی گئیں۔ علماء کی پہلی ہی مجلس میں اسلام میں خواتین کے حقوق اور اخلاق وافکار پر مغربی یلغار کے حوالہ سے بحث ہوئی اور اس موضوع پر کوئی کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہمیں بیحد خوشی ہے کہ صدر مجلس نے شب وروز جدو جہد کر کے خواتین کے تعلق سے ضخیم کتاب تیار کردی، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اور مجلس کا پہلا قدم ہے۔ اللہ اس کتاب کو سب کے لیے نافع بنائے۔

بلال احمد بجرولوی

نامہ نگار ہندوستان ایکسپریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاشرہ پر مغربی تہذیب کے اثرات

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کی تو اس کو کچھ قواعد وضوابط کا بھی پابند بنایا، اس کو تجرد کی زندگی گزارنے کے بجائے ازدواجی زندگی گزارنے پر ابھارا، تاکہ جہاں ایک طرف افزائش نسل کا مقصد پورا ہو، وہیں انسان کی تنہائی بھی دور ہو، اور اس کو ایک رفیق ہمدرد کی رفاقت بھی میسر ہو، جو ایک دوسرے کا خیال رکھ کر خوشی وغمی میں برابر کے شریک رہیں، چنانچہ جب انسان ازدواجی زندگی میں قدم رکھتا ہے، تو وہ بہت سے نئے رشتوں سے مربوط ہو جاتا ہے۔ فرد سے چونکہ خاندان، اور خاندان سے معاشرہ وجود میں آتا ہے، تو فرد کی اندرونی خرابی کا اثر پورے خاندان پر پڑتا ہے۔ گویا فرد کے صالح ہونے کا اثر خاندان اور معاشرہ کے صالح ہونے پر پڑتا ہے، مغرب نے اسلیے خاندان کو بدلنے کی سعی شروع کردی تاکہ نئی نسل کو اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ کردیا جائے، اور وہ مغربی تہذیب وتمدن کا اثر قبول کرسکے، نیز دینی، اخلاقی حدود، اور ملکی عرف ورواج سے دست بردار ہو جائے۔

اسی مقصد کے لیے اس نے ''خاندان'' کے مرکزی عنصر پر ہاتھ ڈالا، مرکزی عنصر میں جہاں مرد ہوتا ہے وہیں عورت بھی ہوتی ہے، بلکہ عورت کا

معاشرے اور خاندان کے نیک و بد ہونے میں بڑا اہم رول ہوتا ہے، اس لئے عورت کے حوالے سے مغرب نے سب سے پہلے ریشہ دوانیاں کیں، عورت کو مظلوم بنا کر عالم کے سامنے پیش کیا، کہ عورت معاشرہ میں ایک مظلوم کی حیثیت رکھتی ہے، مرد کو جو حیثیت حاصل ہے وہ عورت کو نہیں، اسلام نے تو عورت پر پردہ مسلط کر کے مزید اس کو اسیر بنا دیا، اسلام عورت اور مرد میں مساوات کا درس نہیں دیتا۔

لہذا اگر عورت آزادی چاہتی ہے، اور مساوات مرد و زن چاہتی ہے تو اس کو مغربی معاشرے کی آغوش میں آ جانا چاہیے جہاں مرد و عورت کو برابر کا درجہ دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح معاشرے کی تشکیل میں عورت کا اہم کردار ہوتا ہے اسی لیے اسلام نے اس پر کافی زور دیا ہے اس لیے اسلامی معاشرے کے وجود کو پارہ پارہ کرنے کے لیے عورت کو ہی اپنا آلہ کار بنایا، چنانچہ ''عورت'' کے ہتھیار سے اسلام پر حملے اور اسلامی معاشرے کی جڑ کو کھوکھلا کرنے کے لیے کئی طریقے اختیار کیے۔

(۱) مغرب نے خواتین کی، سوشل اور سیکولر تنظیموں کو مالی امداد فراہم کی جس کا مقصد وسائل کی چکاچوند سے عورت کو گمراہ کرنا اور اسلامی معاشرہ سے ہٹانا تھا، قاہرہ میں ۱۹۹۴ء میں ''آبادی'' نامی ایک کانفرس منعقد ہوئی، جس میں عورت کی آزادی کا نعرہ بلند کیا گیا۔ اسی طرح اردن اور

تونس میں خواتین کی مختلف تنظیمیں مغرب کے توسط سے سرگرم ہوئیں، مغرب نے کروڑوں ڈالران تنظیموں پر خرچ کیے، مالی امداد کا اثر ۱۹۹۵ء میں ''بکین'' میں منعقد ہونے والی کانفرس میں ظاہر ہوا، جس میں مسلم خواتین نے نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ زبردست نمائندگی کی، کانفرس کی سفارشات کے مطالعہ سے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ مغرب نے معاشرہ کو کس خطرناک راہ پر ڈال دیا، کہ لڑکی جب بالغ ہوجائے، تو اس کو جنسی عمل کے ارتکاب کی مکمل آزادی ہے۔ والدین یا دیگر ولی اور ذمہ دار کو یہ حق نہیں کہ وہ اس عمل سے لڑکی کو روکے۔

(۲) مسلم ممالک کو ان کے قرضے معاف کردینے کا لالچ دے کر ان کو اس بات کا پابند بنایا گیا، کہ وہ ان معاہدات پر دستخط کر کے ان کو اپنے یہاں نافذ کریں گے، حقوق انسانی کے لیے خلاف ورزی کی صورت میں سزا کے طور پر اقوام متحدہ کی طرف سے اقتصادی پابندی بھی ہوسکتی ہے۔

(العوملہ از ڈاکٹر صالح الرقب ص ۳۲)

مسلم خواتین کو یہ باور کرایا گیا کہ وہ ظلم کی چکی میں پس رہی ہیں ان معاہدوں سے ظلم وستم کا بھی خاتمہ ہوجائیگا اور اقوام متحدہ عورت کو معاشرتی قیود سے آزاد کردے گی، حقیقت یہ ہے کہ وہ عورت کی آڑ میں خاندان و معاشرے کو تباہ کرنے کے درپے ہیں، ان معاہدوں کے ذریعہ عورت پر ظلم وستم کا خاتمہ ہونے کے بجائے اس کی عفت وعظمت کو گھن لگ جائے گا اور

اس کی شرافت و پاکیزگی کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔

(۳) کانفرنسوں کا مقصد مسلمان عورت کو اسلام کے اس معاشرتی نظام سے نکال دینا ہے، جس کی بنیاد عورت کی فطرت اور اس کی شرافت ہے۔

تنظیم اقوام متحدہ برائے علم و تربیت اور ثقافت

یہ تنظیم ''یونیسکو'' کے نام سے مشہور ہے، خواتین کانفرنسوں کی تیاری اور ماحول سازی میں اس کا بڑا زبردست رول رہا ہے، ۱۹۹۵ء میں خواتین سے متعلق منعقد ہونے والی مشہور چوتھی ''بکین'' کانفرس سے پہلے ماحول سازی کر کے اس کو کامیاب بنانے میں یونیسکو نے اہم رول ادا کیا تھا۔

برائے خواتین ''بکین'' کانفرنس کے اہم موضوعات

(۱) مساوات، ترقی اور امن کے میدان میں ''یونیسکو'' کی فعال شرکت۔ اوران تینوں موضوعات کی پوری دنیا میں تشہیر کرنا۔

(۲) لڑکیوں اور خواتین کو ہر سطح پر دی جانے والی ہر طرح کی تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔

(۳) عورت سے متعلق مثبت پہلوؤں کی اشاعت، جس سے اس کی صلاحیتیں اور معاشرتی تبدیلی میں نمایاں کردار والی حیثیت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو۔

غرض ان تنظیموں نے مختلف مما لک میں کانفرنسیں منعقد کیں۔ اور عورت کے سلسلہ میں پوری دنیا کی نظریہ سازی کی۔ اور عورت کو سب سے زیادہ مظلوم ذی روح بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور اسے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ عورت کو اگر اپنا فطری مقام اور طبعی حق حاصل کرنا ہے تو اسے مغربی معاشرے کے سایہ میں آنا ہوگا۔

مغرب نے عورت اور مرد کے درمیان ایسی مساوات کا مفہوم پیش کیا جس کی بنیاد مماثلت پر ہے، یعنی جو حقوق مرد کو حاصل ہیں بعینہ وہی حقوق عورت کو بھی حاصل ہیں۔ اور ان حقوق میں ان دونوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں، سیاست، معاشرت اور ثقافت جیسے میدانوں میں عورت کو مغربی نمونے کی عالم کاری کرانے پر مغرب نے اپنی تمام تر قوت صرف کردی، اس کے مطابق عمل کرانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

اقوام متحدہ مغرب کا آلہ کار

اقوام متحدہ نے عورت کے مسئلہ پر ۱۹۴۶ء میں توجہ دی تھی، اور اسی وقت خواتین سے متعلق پہلی تنظیم ''کونسل برائے خواتین'' قائم کی تھی، جس میں جنسیت کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان فرق نہ کرنے، اور مرد وعورت کو برابر کے حقوق عطا کیے جانے کی اپیل کی گئی۔

اس دوران بہت سی تنظیمیں اس سلسلے میں پیش رفت کرتی رہیں، اور

انہوں نے مغربی تہذیب کی ماحول سازی میں بڑا اہم رول ادا کیا، ۱۹۹۶ء میں یہ کانفرنس ''بکین'' میں منعقد ہوئی، اور اسی نام سے مشہور ہوئی، اس کانفرنس کا مقصد مغرب کے پیش کردہ مقاصد کو حقیقت کا جامہ پہنانے کی کوشش تیز کرنے کی اپیل کرنا تھا تاکہ اکیسویں صدی تک مغرب نے عورت کے سلسلے میں جو منصوبے تیار کر رکھے تھے، ان پر عمل کرا سکے، مغرب ابھی دور کھڑا تھا اور یہ صدی اختتام کو پہنچ رہی تھی۔

مغربی معاشرے کی عالم کاری کا خواب دیکھنے والوں نے اس کانفرنس میں پہلی بار کھلم کھلا ایسے اعلانات کیے جو اسلامی شریعت اور انسانی فطرت کے خلاف تھے، اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل چیزوں پر زور دیا گیا۔

(۱) جنسی آزادی کی اجازت

(۲) آغاز جوانی میں شادی سے نفرت

(۳) مانع حمل ذرائع اور وسائل کا فروغ

(۴) آپریشن وغیرہ کے ذریعہ مرد کی صلاحیت کو ختم کرنا

(۵) محدود تعداد میں اولاد

(۶) محفوظ طریقے سے اسقاط حمل کی اجازت

(۷) مرد وزن کے درمیان مخلوط تعلیم

(۸) نوعمری میں ہی لڑکوں اور لڑکیوں کو جنسی ثقافت کی تعلیم

(۹) ان مقاصد کے حصول کیلیے میڈیا کا استعمال

اس کانفرنس میں یہ اعلان کیا گیا کہ معاشرہ اب ہر قسم کی قیود سے پاک ہوکر اباحیت کی راہ پر گامزن ہوگا، کسی بھی مذہب کو، خصوصاً اسلام کو اس میں تبدیلی کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا، والدین کی بچوں پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی، اور نہ ہی شوہر عورت کا ذمہ دار ہوگا۔

اس دستور میں مردوزن کے درمیان مکمل مساوات اپنانے کی اپیل کی گئی اور عورت کو اس بات پر ابھارا گیا کہ وہ اپنے اور مرد کے درمیان پائے جانے والے ہر قسم کے فطری فرق کو ختم کردے، مرد تو گھر میں عورتوں کے کام میں حصہ لے اور بچوں کو پالے، اور عورت باہر کے کاموں میں مرد کا ہاتھ بٹائے۔ (الاسلام والعولمۃ ص ۱۲۱۔۱۲۲)

ان تمام قرار دادوں کا اثر سب سے پہلے اخلاق اور معاشرے پر مرتب ہوتا ہے، جن کا مقصد صرف یہی ہے کہ معاشرے میں زنا اور جنسی بے راہ روی عام ہو، لوگ اخلاقی اعتبار سے اتنے پست ہو جائیں کہ نفسانی خواہشات کی تکمیل کو ہی وہ اپنا سب کچھ سمجھ بیٹھیں، پورا معاشرہ گندہ ہو جائے مغربی باشندوں کی طرح باغیرت قوموں کے افراد کو بھی اپنے آباد و اجداد کا علم نہ ہو۔

عورتوں پر مردوں کو جو بھی ولایت حاصل ہے اس کو ختم کردیا جائے،

نیز بچوں پر سے بھی والدین کی ولایت کو مسترد کر دیا جائے تا کہ پورے خاندان میں کوئی بھی عورت کو روکنے والا نہ ہو، جس سے ان کا خاندان منتشر ہو کر مفلوج ہو جائے۔

مغربی معاشرے کو پوری دنیا میں قابل تقلید بنانے کیلیے ہر ایسے میدان کا انتخاب کیا گیا جہاں وہ اس مقصد تک راہ یاب ہو سکتے تھے، انھوں نے زندگی کے ہر ایسے گوشہ کو نشانہ بنایا، جو منزل مقصود تک پہنچنے والی راہ میں رکاوٹ بن سکتا تھا، زندگی کے ایسے ہی چند ناگزیر گوشوں اور میدانوں میں تعلیمی میدان بھی ہے۔ یہ ایک ایسا گوشہ ہے جو کسی بھی نظریہ کو بڑی قوت سے کچلنے کی صلاحیت رکھتا ہے، یہیں سے سوچ کو ایک نیا رخ ملتا ہے، اس لیے استعماری طاقتوں نے اس میدان کو بھی ناپاک کرنے سے گریز نہیں کیا، بلکہ اس کو اپنے مذموم مقاصد کی حصولیابی کا ذریعہ بنا دیا، تا کہ کل جب اس کے کاندھوں پر معاشرے کی تعمیر کی ذمہ داری پڑے تو ان کے ذریعہ بنائے گئے معاشرہ کی بنیاد مغربی اقدار پر بنی ہو۔

اس لیے کانفرنس میں جو نکات منظور ہوئے ان میں سے چند کا تعلق تعلیم سے بھی تھا۔

(۱) مخلوط تعلیم کو فروغ دیا جائے

(۲) نصاب تعلیم میں مساوات کو ملحوظ رکھا جائے

(۳) جنسی تعلیم وتربیت بھی دی جائے

ان قراردادوں سے مغرب کا مقصد معاشرہ کو تباہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا کیوں کہ مخلوط تعلیم کے ذریعہ جوخرابیاں معاشرے میں پھیل رہی ہیں وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔ ''مخلوط تعلیم'' جنسی عمل کی راہ تک لیجانے والا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس مخلوط تعلیم کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مفاسد ان طلباء کی زندگی کا لازمی حصہ بن جاتے ہیں جو اس نظام کے پروردہ ہوتے ہیں۔

مخلوط تعلیم کا اثر

مغرب نے پروپیگنڈے کے ذریعہ مخلوط تعلیم کو ترقی اور اعلیٰ تہذیب و تمدن کی علامت قرار دیا، جب کہ غیر مخلوط تعلیم کو قدامت پرستی اور دقیانوسیت کی دلیل قرار دیا ہے، چنانچہ سعودی عرب کے تعلیمی اداروں کو چھوڑ کر دنیا میں شاید ہی کوئی عصری تعلیم گاہ ایسی ہو، جہاں مخلوط تعلیم کا رواج نہ ہو۔ ترقی کی علامت شمار ہونے کی وجہ سے اس نظام کے بے شمار مفاسد پر پردہ پڑ چکا ہے۔ اور دنیا بسر و چشم اس شیطانی نظام کو قبول کر رہی ہے۔

ملیشیا کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اس کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ کچھ باغیرت عرب رؤسا نے یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے یہ اصرار کیا کہ مخلوط تعلیمی نظام کو ختم کر کے غیر مخلوط نظام رائج کیا جائے، اور لڑکیوں کے لیے

تمام سہولیات سے آراستہ علیٰحدہ عمارتیں تعمیر کی جائیں، اس پروجیکٹ پر جتنی لاگت آئے گی اسے ہم برداشت کریں گے، لیکن یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے ان کی اس تجویز کو مسترد کر دیا، اور بھرے مجمع میں عربوں کو جو جواب دیا اسے سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، وائس چانسلر نے کہا' کہ'

مخلوط تعلیمی نظام کو ختم کر کے غیر مخلوط نظام اپنانے سے ہم پر بنیاد پرستی اور قدامت پسندی کا الزام لگ سکتا ہے جس سے ہماری یونیورسٹی کے وقار کو نقصان پہنچے گا، اس لیے لڑکیوں کی تعلیم کسی بھی صورت میں علیحدہ نہیں کی جاسکتی، اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مشرق بھی مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے پروپیگنڈے کے سیلاب میں بہہ پڑا۔

مخلوط تعلیم کا اثر عفت و عصمت پر

ایک خاتون ان الفاظ میں اپنی دل سوزی کا اظہار کرتی ہے کہ جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت و غیرت تباہ ہو جاتی ہے، اور ان میں مردانہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں، جو انہیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں، جس کے بعد وہ گھریلو زندگی کے نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں۔

موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو مغربی خطوط پر قائم ہے، ہماری لڑکیوں کے لیے بے سود اور غیر ضروری ہے۔

ایک مغربی خاتون مسز ''ڈون تھی ہال'' اپنے مضمون ''عورتوں کا تعلیمی دقت'' میں رقم طراز ہیں: ''آخر میں یہ امر قابل توجہ ہے، کہ مخلوط طریقہ تعلیم میں دعویٰ کتنا بھی کیا جائے ان جذباتی دقتوں کا ازالہ نہیں ہوتا جو نوجوانوں میں صنعتی شعور کے آغاز سے پیدا ہو جاتی ہیں، اور جو بعض طبائع کے لیے مطالعہ میں کامل انہماک کی راہ میں حقیقی رکاوٹیں پیدا کر دیتی ہیں، جو چودہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی مدت میں ناگزیر ہیں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف جذباتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ مطالعہ اور ضبط زندگی کیلیے اور بھی زیادہ تباہ کن بات یہ ہے کہ بعض اوقات شاگرد استادوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں''۔

یہ جو کچھ پیش کیا گیا یہ سب جدید تعلیم یافتہ مرد و عورت کے بیانات ہیں جو تجربات اور مشاہدات کے بعد لکھے گئے ہیں۔ جب تعلیمی اداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ کا یہ حال ہو تو پھر عوام کے متعلق آپ کیا رائے قائم کریں گے۔

الغرض معاشرے کی عالم کاری کرنے اور مغربی معاشرے ہی کو قابل تقلید بنانے کی خاطر مختلف ممالک میں عالمی سطح پر کانفرنسیں منعقد کیں، اور مخرب اخلاق قراردادیں پاس کیں، جن کے ذریعہ عورت کو اپنے شیشے میں اتارا اور زندہ قوموں کے معاشرے کو تباہ و برباد کرنے کیلیے اس کو بطور ہتھیار استعمال کیا، مغربی معاشرہ جس کے ایک ایک عنصر میں جنس پرستی پائی جاتی

ہے۔ جس کے زیر سایہ پرورش پانے والی نوجوان نسل کی منزل یہی ہے کہ اس کی خواہش کی پیاس بجھ جائے، اور ایک غیر انسانی وغیر فطری عمل کو وہ محبوب ترین کام سمجھ کر اختیار کرتی رہے۔

ایسا معاشرہ جہاں حیا، پاک دامنی اور پاکیزگی، قدامت پرستی اور دقیانوسیت کی دلیل ہو، جہاں ایک باضمیر اور غیرت مند انسان کے لیے راہ چلتے نظر اٹھانا ''جوئے شیر'' لانے سے کم نہ ہو، آج وہ مشرق کی طرف بڑھ رہا ہے، بلکہ اپنے پیر جما چکا ہے، جن مناظر کا تصور کبھی صرف مغربی ممالک میں کیا جا سکتا تھا آج وہ مشرقی ممالک میں بکثرت دیکھنے کو ملتے ہیں، مغرب کی طرح مشرق میں بھی جنسی بے راہ روی اور عریانیت وفحاشی ایک عام بات ہے۔

مغربی تہذیب کے اثرات

مغربی عورت بہت خوش اور مطمئن ہے۔ اور زندگی کے ہر رنگ سے لطف اندوز ہونے کیلیے آزاد ہے، جو مردوں کے شانہ بشانہ چل کر ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اور جس نے مردانہ تسلط کو توڑ کر اپنی برتری منوالی ہے۔ یہی پُرفریب جال ہے، جس کے سنہرے دھاگوں میں الجھ کر ترقی پسند خواتین نے شرم وحیا کا لبادہ اتار کر ہاتھوں میں بینرز اٹھا لیے۔ اور آزادی کے مطالبوں کے نعروں کے ساتھ سڑکوں پر ماری ماری پھرنے

لگیں۔ ایسی خواتین کے لیے اس پُر فریب تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کر لیجیے تا کہ انہیں بھی پتہ چل جائے کہ آزاد تتلی کی طرح فضاؤں میں منڈلانے والی مغربی عورت کی مصنوعی مسکراہٹ کے پیچھے تلخیوں، حقارتوں اور محرومیوں کی ان گنت داستانیں پوشیدہ ہیں۔

یہ وہ بدنصیب خواتین ہیں جن کا آزادی کے نام پر استحصال کیا گیا۔ ترقی اور جدید تہذیب کا جھانسہ دے کر صرف مردوں کی تفریح طبع کی خاطر انہیں گھروں سے نکالا گیا، معاشرے میں ان کی نہ کوئی عزت ہے نہ مقام، نہ ان کا کوئی ہمدرد ہے نہ غمگسار۔

آج وہی آزادی کی طالب عورت اس لمحے پر پچھتا رہی ہے جب اس نے آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ اور وہ بڑی حسرت سے اُس مسلمان اور مشرقی عورت کی طرف دیکھ رہی ہے جو اپنے گھر کی پناہ میں محفوظ اور مأمون ہے، جس کا اپنے گھر پر راج چلتا ہے، جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش کو پورا کرنے کے لیے، اس کی ناز برداریاں اٹھانے کے لیے، اور اس پر اپنا خلوص اور محبت نچھاور کرنے کے لیے سائبان کی طرح اس پر سایہ کیے ایک مرد ہوتا ہے، جو اس کا باپ، یا بھائی، یا شوہر، یا بیٹا ہوتا ہے۔ گویا کہ مرد کا ہر روپ اسے ہر فکر سے بے نیاز اور خوش و مطمئن رکھتا ہے، ان تلخ حقائق کے انکشاف کے بعد بھی کوئی اس مغربی تہذیب کے اثر کو اپنائیگا تو وہ اپنی

ہلاکت کا خود ہی سامان مہیا کریگا۔

مغربی آزادی اور محاسبہ

ہر خاتون سے یہ گذارش ہے کہ وہ ذرا اپنا جائزہ لے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچے۔ کیا واقعی اسے اس وقت آزادی کا احساس ہوتا ہے، جب وہ کسی غیر محرم کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کرتی ہے۔ حالانکہ یہ ایسا مرد ہے جس پر اس عورت کی ذمہ داری نہیں ہوتی اور جب چاہے چھوڑ کر چلتا بنے؟

یا پھر اسوقت، جب یہ تعلقات اپنے شوہر کے ساتھ ہوتے ہیں، وہ جو اس وقت تک اس سے بریٔ الذمہ نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کے بیشمار حقوق کی ادائیگی نہ کردے جن میں سے اکثر تو مستقبل تک پر محیط ہوتے ہیں، جیسے نان ونفقہ وغیرہ؟

کیا اسے اس وقت آزادی کا احساس ہوتا ہے جب وہ مردوں کی محفل میں چاروں طرف سے بہت سارے مردوں میں گھری ہوئی ہوتی ہے، یا جس وقت وہ اپنی ہی جیسی عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہوتی ہے؟

کیا اسے اسوقت آزادی ملتی ہے جب اسے اپنے بچوں کے اخراجات پورا کرنے کے لیے خود کام کرنا پڑتا ہے، یا اسوقت جب کام کرنے اور اس کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے کوئی اور آگے آتا ہے۔ جیسے باپ،

بھائی، شوہر، بیٹا، چچا، ماموں وغیرہ؟

کیا واقعی اسے اسوقت آزادی کا احساس ہوتا ہے جب وہ چاروں طرف سے خطرات سے گھری ہوئی، ڈر اور خوف سے بھری زندگی گزارتی ہے، یا اسوقت جب وہ کسی کی پناہ میں مطمئن زندگی گزارتی ہے؟

کیا واقعی وہ اپنے آپ کو اسوقت آزاد سمجھتی ہے جب چاروں طرف سے مردوں کے ہاتھ اس کے مال و دولت پر قبضہ کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں؟ یا جب وہ خود اپنے مال و دولت کی مختار کل ہوتی ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس میں سے کچھ نہیں لے سکتا؟

کیا بیوی اس وقت آزاد ہوتی ہے جب اس کا شوہر اسے طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کرتا ہے؟ یا جب وہ اس کے اور اس کی طرف بڑھنے والے ہر ہر خطرہ کے درمیان دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے؟

کیا واقعی اسوقت آزاد ہوتی ہے جب اس کا شوہر ایک چڑچڑا مزاج، بیوقوف اور بخیل انسان ہو، جو اس کی پرواہ بھی نہ کرتا ہو؟ یا وہ عورت آزاد ہوتی ہے جس کا شوہر ایک ہنس مکھ، خوش اخلاق، ملنسار دوست، نرم دل اور سخی انسان ہو، جو ہر دم اس کا خیال رکھتا ہو؟

کیا بیوی اسوقت اپنے آپ کو آزاد گردانتی ہے جب اس کے اطراف کا ماحول اس کے شوہر کی بیوفائی اور ہرجائی بننے کے لیے سازگار ہو؟ یا اسوقت

جبکہ بیوفائی کی طرف لیجانے والے سارے راستے اور دروازے بند ہوں؟

کیا وہ عورت جو سگریٹ نوشی کر کے اپنے ہی ہاتھوں اپنی صحت کو تباہ وبرباد کرڈالتی ہے، واقعی آزاد ہے؟

یا وہ عورت آزاد ہے جو ان تمام نقصان دہ اشیاء سے اپنے بچوں اور اپنے حسن وتندرستی کو بچا کر رکھتی ہے؟

دور حاضر میں جن چیزوں کو دعوے کے ساتھ عورت کی حقیقی آزادی کا نمائندہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے وہ درحقیقت اس کی آزادی کو سلب کردینے والی اوران دیکھی بیڑیاں ہیں۔

شوہر کی مار پیٹ سے عورت کی آزادی

ہوسکتا ہے کوئی یہ کہے کہ اسلام عورت کو شوہر کی مار پیٹ سے آزادی کیونکر دلا سکتا ہے، جبکہ قرآن میں واضح طور پر مردوں کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو مار سکتے ہیں۔

وَ الّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا (سورة النساء آيت ٣٤)

ترجمہ: اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم ان کی سرکشی کا علم رکھتے ہو، تو انھیں نصیحت کرو اور انھیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور انھیں مارو پھر اگر وہ

تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف بہانہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ بڑا ہی رفعت والا بڑا ہی عظمت والا ہے۔

نُشُوزَهُنَّ: عورت کے نشوز کے اصل معنیٰ یہ ہیں کہ شوہر کی نافرمانی پر کمر بستہ ہو جائے ائمہ تفسیر نے اسی معنیٰ کی توثیق کی ہے، گویا پرمسرت ازدواجی زندگی کے بجائے گھر میں تصادم و بغاوت شروع ہو جائے۔

تَخَافُونَ: خوف یہاں علم کے معنیٰ میں ہے یعنی جب ان کی بغاوت ونافرمانی تجربہ میں آجائے یہ نہیں کہ محض بدگمانیاں یا دور کے احتمالات کو اس کے لیے کافی سمجھ لیا جائے۔

پہلی منزل یہ ہے کہ انھیں نرمی و آشتی سے سمجھایا جائے۔ اگر عورت شریف طبیعت ہے، تو اتنا کافی ہو جائے گا، اسی میں شوہر کو بھی تعلیم ہے، کہ فوراً غصہ میں آکر کوئی سخت کاروائی نہ کر بیٹھے۔

وَاهْجُرُوهُنَّ: یعنی اس سے تعلقات ہمبستری منقطع کرلو، اس کے پاس لیٹنا چھوڑ دو۔ یہ سزا کی دوسری منزل ہے، جب زبانی گفتگو وفہمائش سے اصلاح حال نہ ہو اور نافرمانی وسرکشی بدستور قائم رہے تو اب پہلا عملی قدم یہ اٹھاؤ لیکن تحقیق وتجربہ کے بعد، محض ظن وبدگمانی کی بنا پر نہیں، فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ محض بدگمانی پر دوسری اور تیسری سزاؤں کا قدم اٹھانا جائز نہ ہوگا، ہجر کے معنیٰ ترک کلام کے بھی ہیں یعنی ان سے بات چیت کرنا چھوڑ دو۔

وَاضۡرِبُوۡهُنَّ: ہلکے ہلکے اذیت ناک چوٹ۔ یہ تیسرا علاج اس وقت کیلیے ہے جب دوسرا علاج بھی ناکام ثابت ہو لے۔ اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ یہ مار بالکل ہلکی قسم کی ہو، ایسی نہ ہو جس سے چوٹ زیادہ آجائے یا جس سے رفیق زندگی کی توہین لازم آتی ہو، بلکہ رئیس المفسرین صحابی رسول ابن عباسؓ سے تو یہ منقول ہے کہ یہ مار مسواک جیسی ہلکی پھلکی چیز سے ہو۔

(قال ابن عباس بالسواک ونحوہٖ (بحر)

قرآن مجید کا خطاب اگرچہ ظاہر ہے لیکن بار بار اسے یاد کر لینے کی ضرورت بھی ہے، کہ کسی ایک طبقہ، کسی ایک قوم، کسی ایک تمدن سے نہیں، اس کے مخاطب عرب وعجم چینی، انگریزی، ہندی، ردولی، اور جاپانی۔ اعلیٰ اور ادنیٰ، شریف ورذیل، عالم وجاہل، عالی فہم اور کودن، شہری اور دیہاتی، نیک بخت اور بد باطن۔ غرض ہر طبقہ اور ہر سطح، ہر ذہنیت کے لوگ، پہلی صدی ہجری سے لیکر قیامت تک، ہر زمانے اور ہر دور والے ہیں۔ اس کے احکام ومسائل میں ہر انسانی ضرورت اور بشری ماحول کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ مشاہدہ ہے کہ بہت سے معاشرے اور طبقے ایسے ہیں جہاں عورت کے لیے جسمانی سزا عام ہے، علاج کی یہ صورت ظاہر ہے کہ انہیں معاشروں اور طبقوں کے لیے خاص ہے۔ پھر اتنی اجازت بھی ضرورت ہی پر ہے ورنہ

سیاق عبارت ہی سفارش کر رہا ہے اور اہل تحقیق نے تصریح کر دی ہے کہ نرم تدبیر اگر کافی ہو جائے تو سخت تر ہرگز جائز نہیں۔

اور امیر المومنین حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے کہ پہلے شوہر زبان ہی سے فہمائش کرے اور اس سے مقصد پورا ہو جائے تو بس آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں ، ہاں اگر یہ ناکافی ثابت ہوتو دوسرا قدم ترک بے خوابی کا اٹھائے ، یہ بھی بے اثر ہوتو البتہ ضرب سے کام لے۔ (تفسیر ماجدی)

اس میں جس مار کا ذکر ہے وہ غیر نقصان دہ اور بے ضرر مار ہے۔ جس کے نتیجہ میں کوئی نقصان نہ پہنچے ، جیسے فریکچر ہو جانا یا خون وغیرہ بہنا ، جیسا کہ بعض لوگ لاتوں اور گھونسوں سے اپنی بیوی کی تواضع کرنے کو مردانگی سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس میں مار کا جو ذکر ہے وہ صرف اصلاح کی غرض سے ہے اس سے زیادہ نہیں ، اسی طرح شاگرد کی اصلاح کے لیے استاد کو بھی اس سے زیادہ مار پیٹ کی اجازت نہیں۔

اپنی عورتوں پر زیادتی مت کرو

انتقاماً نہ مارو ، اللہ تعالیٰ نے انتقامی جذبہ کے تحت اپنائی جانے والی مار پیٹ سے بچنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (سورۃ النساء آیت ۳۴)

پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت

ڈھونڈو یعنی اگر وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر وہ تمہاری اطاعت گزار بن جائیں تو اب صرف اذیت دینے کی غرض سے بے رخی برتنا اور مار پیٹ کرنا جائز نہیں۔ (بیان القرآن)

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رفعت اور بڑی عظمت والے ہیں۔ یہاں اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی یہ صفات بیان کرنا، عین مناسب ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ:

(۱) اپنی عورت پر ظلم کرنے والے شوہروں کو خبردار کرنا اور یہ بتانا کہ اگر تمہاری عورتیں اپنی کمزوری کی بنا پر تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں اور چپ چاپ تمہارے ظلم و ستم سہنے پر مجبور ہو جائیں تو یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ وہ ہر ایک پر قادر ہے۔ اور وہی ان کو انصاف اور ان کا حق دلائیگا، لہذا اپنی مردانگی کے خمار میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اس کی عظمت کو بھلانے کی غلطی کبھی مت کر بیٹھنا۔

(۲) یہ باور کرانا کہ اگر تمہاری بیویاں تمہاری اطاعت گزار بن جائیں، تو صرف اپنے قوی اور مرد ہونے کی وجہ سے ان پر ظلم و ستم جاری رکھنا کوئی اچھی بات نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اعلیٰ برتر اور بڑا ہے اور وہ بھی ناحق کسی کو مکلّف نہیں بناتا۔

(۳) یہ باور کرانا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ساری عظمت و کبریائی کے باوجود جو تم پر تمہاری استطاعت اور قدرت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے، لہٰذا تم بھی

اپنی عورتوں کو اپنی محبت کے لیے مجبور نہ کرو کہ یہ ان کے اختیار میں نہیں۔

(۴) یہ باور کرانا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ساری عظمت کبریائی کے باوجود اسے سزا نہیں دیتے بلکہ اسے معاف کر دیتے ہیں، لہٰذا اگر عورت اپنی نافرمانی سے باز آجائے تو تم کو بھی سچے دل سے معاف کر دینا چاہیے۔

(۵) یہ باور کرانا کہ حق تعالیٰ اپنی ساری عظمت و کبریائی کے باوجود اپنے بندے کی ظاہری حالت پر اکتفا کرتے ہیں اور اس کے راز پر سے پردہ نہیں اٹھاتے، لہٰذا تم کو بھی چاہیے کہ تم عورتوں کی ظاہری حالت اور رویہ پر اکتفا کرو اور اس جستجو میں نہ پڑو کہ اس کے لیے تمہارے دل میں محبت ہے کہ نفرت۔

(التفسیر الکبیر ج ۱۰ ص ۹۱)

مار پیٹ کرنے والوں کی سرزنش

آیئے اب ہم افضل ترین شوہر نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ کا ایک جائزہ لیتے ہیں، آپؐ نے پوری زندگی میں کبھی کسی بھی زوجہ مطہرہ پر نہ صرف یہ کہ ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ ان لوگوں کی سخت سرزنش کی ہے جو اپنی بیوی کو دن میں مارتے ہیں اور پھر رات میں مباشرت کرتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی پہلے تو اپنی بیوی کو اسطرح مارتا ہے، جیسے کہ کسی غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر رات کے آخر میں اس کے ساتھ مباشرت کرتا ہے (بخاری و مسلم)، یعنی اگر مرد کے لیے اس مضبوط

ترین فطری تعلق کے بغیر چارہ بھی نہیں، تو پھر اس کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ اپنی بیوی، اپنی شریک زندگی کو غلام یا کنیز کی طرح ذلیل وخوار کرے، اس کو کوڑے یا ہاتھ سے بری طرح مارے۔ (تفسیر المراغی ج ۵ ص ۳۰)

کسی بھی شریف آدمی کا ضمیر اس دوغلے پن کو ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں پر ہاتھ نہ اٹھانے والے شوہروں کو ان پر افضل قرار دیا ہے جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہماری قریش قوم میں مرد اپنی عورتوں پر حکومت کرتے تھے، پھر ہم لوگ مدینے آئے تو دیکھا کہ وہاں کی عورتیں اپنے مردوں پر حکومت کرتی ہیں، پھر ہماری عورتیں وہاں کی عورتوں میں گھل مل گئیں، تو شوہروں پر ان کی جرأت وہمت بڑھ گئی، تو میں نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا کہ عورتیں اپنے شوہروں کی نافرمان ہو گئی ہیں، تو ان کو مارنے کی اجازت دے دیجیے، تو پھر ساری عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر امہات المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ (بخاری ومسلم)

تو آپؐ نے فرمایا: آج رات محمدؐ کے گھر والوں کے پاس ستر عورتوں نے چکر لگایا، جو سب کے سب اپنے شوہروں کی شاکی تھیں اور وہ لوگ تمہارے بہتر لوگوں میں سے نہیں تھے (الام وابن ماجہ)۔ یعنی جن شوہروں

نے اپنی بیویوں کو مارا، وہ ان لوگوں سے ہرگز بہتر نہیں جنہوں نے اپنی بیویوں پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مار پیٹ سے گریز کرنا بہتر ہے۔ (الام ج ۵، ص ۲۶۱، و التفسیر الکبیر ج ۱۰ اص ۹۰)

﴿صلح زوجین﴾

اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ ہو، تو وہ دونوں مصالحت کر سکتے ہیں، مثلاً اس طور پر کہ بیوی اپنے شوہر کو رضا مند رکھنے کے لیے اپنے حقوق میں سے کچھ چھوڑ دے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنِ امۡرَاَۃٌ خَافَتۡ مِنۡ بَعۡلِہَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَاۤ اَنۡ یُّصۡلِحَا بَیۡنَہُمَا صُلۡحًاوَ الصُّلۡحُ خَیۡرٌ (سورۃ النساء : ۱۲۸)

ترجمہ: اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے التفاتی کا اندیشہ ہو تو اس میں ان کے لیے کوئی مضائقہ نہیں کہ دونوں آپس میں ایک طریقے پر صلح کرلیں اور صلح بہر حال بہتر ہے۔ (بیان القرآن)

یعنی کسی عورت کو شوہر کی زیادتی کا خوف ہے، تو وہ اپنے شوہر کو رضا مند رکھنے کے لیے اپنے حقوق میں سے کچھ چھوڑ دے۔ اپنا مہر معاف کر دے یا اس میں کمی کر دے۔ اپنی باری کا دن دوسری بیوی کو دیدے۔ اپنے

مصارف کا بار ہلکا کر دے۔ تا کہ ان دونوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ مگر صلح حرام شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہوگی۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ صلح اگر کسی حرام شرط کے ساتھ مشروط ہوگی تو باطل ہوگی، مثلاً شوہر نے صلح کی یہ شرط لگا دی کہ وہ بیوی کے ساتھ اس کی بہن کو بھی زوجیت میں رکھے گا اور بیوی نے اس کو منظور کر لیا، جب بھی یہ مصالحت باطل رہے گی کیونکہ یہ امر حرام ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ بیوی کے شوہر پر دو طرح کے حق ہوتے ہیں: ایک ثابت و مستقل مثلاً رقم مہر۔ دوسرے وہ جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے ہیں مثلاً مباشرت۔ بیوی صلح کے لیے دونوں قسم کے حقوق سے دست برداری کر سکتی ہے البتہ فرق یہ ہے: قسم اول کے حقوق (جیسے رقم مہر وغیرہ) میں نقض صلح کا اختیار نہیں رہیگا، یعنی جو چھوڑا بس وہ ساقط ہو گیا، والساقط لا یعود۔ لیکن دوسری قسم کے حقوق میں بیوی کو یہ اختیار باقی رہیگا کہ وہ جب چاہے کسی چھوڑے ہوئے حق کا مطالبہ از سر نو کر دے۔ بہر حال عورت کسی بھی جائز شرط کے ساتھ اپنے شوہر سے صلح کر سکتی ہے کیونکہ نزاع وافتراق یوں بھی عقل و شریعت کے نزدیک ناپسندیدہ ہے چہ جائیکہ خانگی زندگی میں میاں بیوی جیسے قریب ترین رشتوں کے درمیان ہو۔

قاضی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ شوہر کو زجر و توبیخ کرے

جب عورت کو اپنے شوہر سے بے التفاتی کی شکایت ہو، اور کوئی بھی ترکیب صلح کے لیے کار آمد نہ ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں عورت دار القضاء میں اپنا معاملہ لے جاسکتی ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بیوی کو اپنے شوہر کے ظلم اور بے التفاتی کی شکایت ہو تو اسے حق پہنچتا ہے، کہ یہ حاکم شرعی کے پاس لیکر جائے۔ حاکم شرعی پہلے اسے نصیحت کرے۔ اگر ان دونوں کے درمیان پھر بھی صلح نہ ہو تو قاضی زجر و توبیخ کر کے یہ فیصلہ دے کہ شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ واجب الاداء ہوگا۔ اور عورت کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ بھی اس سے بے رخی اختیار کرے، اگر یہ حربے بھی شوہر کو سدھارنے میں کارگر نہ ہوں تو سمجھ لے حجت تمام ہوگئی، قاضی شوہر کے لیے کوئی بھی سزا متعین کرسکتا ہے۔ پھر بھی کام نہ چلے تو دونوں کو الگ کردے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ (سورة النساء)

ترجمہ: اگر دونوں میں جدائی ہو جائے تو اللہ ہر ایک کو اپنے فضل کی وسعت سے بے نیاز کردیگا۔

(بیان القرآن۔ شیخ ابو ہریرہ کتاب منہاج العالمین سے نقل شدہ ص ۳۴۵)

ان ساری باتوں سے ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ بیشک تادیب کی

غرض سے بیوی کو مارنے کی اجازت ہے مگر اپنی بھڑاس نکالنے اور انتقام لینے یا اپنی بیوی کو ذلیل کرنے کی نیت سے نہیں۔ اور بیوی کو کسی ناپسندیدہ امر کے لیے مجبور کرنے کی غرض سے بھی نہیں بلکہ یہ مار صرف سرزنش کے طور پر ہونی چاہیے جس میں ایک مربی اور استاد کی سی شفقت اور محبت بھی شامل ہو جو اپنے ہر دلعزیز شاگرد کی اصلاح و تربیت کے لیے ہر حربہ آزماتا ہے۔

۸۰ فیصد امریکی مرد اپنی بیویوں کو مارتے ہیں

اسلام کی عورت کو شوہر کے ظلم سے نجات دلانے والی خوبی اس وقت مزید ابھر کر سامنے آجاتی ہے، جب ہم غیر اسلامی معاشروں اور ان کے افراد پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ ان معاشروں کے مرد کتنی بے دردی سے اپنی بیویوں کو زدوکوب کرتے ہیں۔ اور ان پر طرح طرح کی زیادتیاں کرتے ہیں کبھی کبھی تو ان کے ظلم و ستم اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ بے چاری اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

۱۹۸۷ء کی ایک امریکی سروے رپورٹ کے مطابق ۸۰ فیصد امریکی مرد عورتوں کو زدوکوب کرتے ہیں، یہ رپورٹ اس مباحثہ پر مشتمل تھی جو ڈاکٹر بیریر (ایک ماہر نفسیات) جنوبی کارولینا نے یونیورسٹی میں اپنے چند طلباء کے ساتھ منعقد کیا تھا، اس رپورٹ کے مطابق وہاں کے مردوں میں اپنی بیویوں کو مارنے پیٹنے کا بہت زیادہ رجحان پایا گیا، بالخصوص یونیورسٹی کے

طلباء میں اور کم تعلیم یافتہ یا غیر تعلیم یافتہ طبقے میں تو یہ رجحان اور بھی زیادہ ہوگا۔ (القبیس نامی جریدہ ۱۹۸۸/۱۶/۱۵)

ماہر نفسیات کی شائع کردہ رپورٹ کے مطابق ۱۷ فیصد عورتیں جو ایمرجنسی وارڈ میں لائی جاتی ہیں، وہ اپنے شوہروں یا بوائے فرینڈز کی مار پیٹ اور اذیت رسائی کا شکار ہوتی ہیں۔ اور ۸۳ فیصد عورتیں جو ہسپتال میں داخل ہوتی ہیں کم از کم ایک بار تو وہ مار پیٹ کے نتیجے میں لگنے والی چوٹوں اور زخموں کے علاج کیلیے وہاں داخل ہوتی ہیں، ہسپتال میں آنے والی عورتوں کے (ایوان سائنک) کا کہنا ہے کہ امریکا میں زخمی ہونے والی عورتوں میں زیادہ تعداد ان عورتوں کی ہے، جو مردوں کی مار پیٹ کے نتیجے میں زخمی ہوتی ہیں اور یہ تعداد کار ا یکسیڈینٹ، چوری، اور آبروریزی جیسے واقعات میں زخمی ہونے والی عورتوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔

اسی رپورٹ کے متعلق ایک خاتون ڈاکٹر (این ویٹکرافٹ) کا کہنا ہے کہ عورتوں کو زدوکوب کرنا، امریکی معاشرے کی ایک تلخ ترین حقیقت ہے، جو پورے معاشرے میں کسی وبا کی طرح عام ہے، جبکہ جینس مور کا کہنا ہے کہ یہ ٹریجڈی امریکہ میں خطرناک حدوں کو چھو رہی ہے۔ امریکہ کا کوئی حصہ ان مردوں سے خالی نہیں جو اپنی عورتوں کو بری طرح مارتے ہیں جس کے نتیجہ میں ہزاروں عورتوں کو علاج کیلئے ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے، پھر

اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتی ہے کہ اس مار پیٹ کے نتیجہ میں عورتوں کو مختلف قسم کی چوٹیں آتی ہیں جیسے آنکھوں کے گرد نیل کے نشان، ہڈی فریکچر، جلنے کے نشانات، خنجر زنی اور فائرنگ کے نتیجے میں بننے والے زخم اور لوہے اور لکڑی کی ضرب سے وجود میں آنے والی مختلف قسم کی اندرونی چوٹیں۔

اور پھر یہ کہتی ہے: پریشان کن امر یہ ہے کہ بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو اپنے شوہروں کے ہاتھوں شدید زخمی ہونے کے باوجود علاج کے لیے ہسپتال جانے سے گریز کرتی ہیں اور گھر میں ہی مرہم پٹی کر لیتی ہیں۔

جینس مور کا کہنا ہے کہ ہمارے اندازے کے مطابق ہر سال اپنے گھر میں مار پیٹ کا شکار ہونے والی عورتوں کی تعداد تقریباً ۶۰ لاکھ تک پہنچتی ہے، ایسی بہت سی معلومات ہم نے ان پناہ گزیں کیمپوں سے حاصل کی ہیں جو اپنے شوہروں کے ظلم وستم سے بھاگ کر آنے والی عورتوں کو پناہ فراہم کرتے ہیں۔

ایک لاکھ جرمنی عورتیں مردوں کی مار پیٹ کی سالانہ شکار

ایک جرمنی رپورٹ کے مطابق تقریباً ایک لاکھ عورتیں اپنے شوہروں اور بوائے فرینڈز کی جسمانی اور نفسیاتی اذیت رسانی کا شکار بنتی ہیں، ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ تعداد دس لاکھ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

رپورٹ کے مطابق تشدد کی بہت سی وجوہات ہیں ، جن میں بے روزگاری، خطیر رقوم کے قرضے، منشیات کی عادت، شک اور جنسی جذبات شامل ہیں۔

فرانس جیسے ترقی یافتہ ملک میں تقریباً بیس لاکھ عورتیں تشدد کا نشانہ بنتی ہیں، فرانسیسی پولیس کا کہنا ہے کہ یہ واقعات فرانس کے تقریباً ۱۰ فیصد خاندانوں میں پیش آتے ہیں، حقوق نسواں کے تحفظ کی علمبردار فرانسیسی خاتون میشل آندرے کا کہنا ہے، کہ یہاں پر جانوروں کے ساتھ عورتوں سے زیادہ اچھا برتاؤ ہوتا ہے، کیونکہ مثال کے طور پر یہاں اگر کسی آدمی نے سڑک پر کسی کتے کی پٹائی کر دی اور اسے مارا تو کوئی نہ کوئی شخص ضرور اس معاملہ سے متعلق ذمہ دار افراد کے پاس شکایت لے کر پہنچ جاتا ہے جبکہ اس کے برخلاف اگر سڑک پر کوئی آدمی اپنی بیوی کو مارتا نظر آجائے تو کوئی نظر اٹھا کر دیکھنے تک کی زحمت نہیں کرتا، کوئی کاروائی کرنا تو دور کی بات ہے۔

فرانس پریس کو بیان دیتے ہوئے میشل کہتی ہے: یہ بات سب کو سمجھانی چاہئے کہ اس معاملہ کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو عدالت تک پہنچانا چاہئے۔ اور پھر یہ بھی کہا کہ ہماری دنیا میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ یہاں پر ایک حاکم تو دوسرا محکوم، جبکہ اس منطق کی روک تھام ضروری ہے ایک فرانسیسی جریدے نے وہاں کی پولس سے انٹرویو

کرنے کے بعد ایک رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق ۹۳.۷ فیصد مار پیٹ اور تشدد کے واقعات جو میاں بیوی کے درمیان رونما ہوتے ہیں وہ شہروں میں ہوتے ہیں۔ اور پولیس کے پاس رات کو آنے والے ۶۰ فیصد فون ان عورتوں کے ہوتے ہیں، جو اپنے شوہروں کی زیادتی سے تنگ آکر ان سے مدد طلب کرتی ہیں۔

ادارہ نسواں کے ایک اور بیان کے مطابق عورتوں کو دو طرح سے اذیت کا نشانہ بنایا جاتا ہے ایک تو ذہنی اذیت، جو دھمکیوں، گالیوں اور تذلیل وتحقیر کے ذریعہ انہیں پہنچائی جاتی ہے، دوسری جسمانی اذیت، جو مار پیٹ کے ذریعہ دی جاتی ہے، تشدد کی شکار عورتوں کی مدد کے لیے تشکیل دی جانے والی ایک تنظیم کے بقول ان کے پاس آنے والی خواتین کی عمریں پچیس اور پینتیس کے درمیان ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس کم از کم دو بچے ہوتے ہیں، تعلیم ان کی واجبی سی ہوتی ہے وہ زیادہ تر اپنے خاندان والوں اور پڑوسیوں سے دور رہتی ہیں، ان پر ہونے والے تشدد کی جو وجوہات سامنے آتی ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) بیماری: معاشرے میں زنا عام ہونے کی وجہ سے یہ لوگ ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ازدواجی زندگی کے لیے مہلک ہیں، ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ جرمن کی شادی شدہ آبادی پوری آبادی کا

تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے، پھر یہ چیز آپسی اختلافات کا سبب بنتی ہے۔

(۲) بے روز گاری: معاشرے میں بے روز گاری اور غربت کے تناسب میں بھی زبردست اضافہ ہوا ہے۔ جدید ترقی اور مشینی زندگی کے باعث بے شمار افراد بے روز گار ہو گئے ہیں، کیونکہ ان کی جگہ نو ایجاد مشینوں نے لے لی ہے، ایک اندازہ کے مطابق اگر یہی حال رہا تو معاشرہ کا ایک حصہ کام کے لائق نہیں رہیگا، جب کہ تہائی حصہ بے کاری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگا، جس سے معاشرہ میں مزید بدامنی وانتشار پیدا ہوگا، بہر حال انسان کی ضروریات زیادہ اور آمدنی کم، یہ بھی تشدد کا سبب ہے۔

(۳) منشیات: مغربی ممالک میں نوجوان طبقہ منشیات کا عادی ہو چکا ہے، شراب نوشی، افیم، چرس سگریٹ یہ تو اس معاشرے کی فطرت بن چکی ہے، اس وجہ سے نئی نسل کی فطرت میں جنسی تشدد کا اضافہ ہوا ہے اور جرائم ایک وبا کی سی شکل اختیار کر چکے ہیں، لہذا حالت اتنی ابتر ہو چکی ہے کہ امریکہ میں ہر ۱۲ سیکنڈ میں ایک خطرناک جرم ہوتا ہے، ہر گھنٹے میں کسی کا قتل ہوتا ہے، ہر ۲۵ منٹ میں کسی کی عصمت دری کی جاتی ہے، امریکی معاشرے میں اس ابتلائے عام کا نتیجہ ہے کہ ایسے شخص پر بڑی حیرت کا اظہار کیا جاتا ہے جس نے بغیر نکاح کے ناجائز جنسی تعلقات قائم نہ کیے

ہوں۔ان اخلاق رذیلہ کی وجہ سے مردوں میں تشدد کا اضافہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے ان کا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے۔

(الاسلام بین المشرق والمغرب)

ججوں اور ادیبوں کی بیویاں بھی تشدد کا نشانہ بنتی ہیں

پچپن سال کی ایک خواتین جس نے اپنے شوہر کا گھر چھوڑنے سے پہلے پورے دو سال اس کا تشدد برداشت کیا، کہتی ہے ہمارے یہاں فرانس میں ہم کسی سے بھی اپنی ازدواجی زندگی کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے کیونکہ آپ اپنے ذاتی معاملات میں اپنے دوستوں اور پڑوسیوں پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتے۔

ایک فرانسیسی ادیب ''الیگزینڈر دوما'' فرانسیسی عورتوں کو گوشت کے پارچوں سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتا ہے تم جتنا ان کو پیٹو گے اور ان پر ضرب لگاؤ گے وہ اتنی ہی تروتازہ نرم وملائم بن جائیں گی۔

(الانبا نامی جریدہ ۲۱-۲-۱۹۸۸)

برطانیہ میں، جوآن جونکلر نامی، ایک خاتون ظلم اور جسمانی تشدد کے خلاف ایک تحریک چلا رہی ہے، پچھلے بارہ سالوں کے دوران، وہ گھروں یا سڑکوں پر تشدد کا نشانہ بننے والے ہزار ہا افراد کی مدد کر چکی ہے، اور چندہ جمع کر کے تقریباً ستر ہزار پونڈ کی خطیر رقم ان اداروں کو دے چکی ہے، جو ایسے

لوگوں کو پناہ دیتے ہیں جو ظلم وتشدد کا شکار بن کر ان کے پاس آتے ہیں اور دوبارہ گھر نہیں جانا چاہتے یہ ادارے ان کی مدد کرتے ہیں، ان کو ڈر اور خوف کے ماحول سے نکال کر ایک نئی زندگی شروع کرنے میں انکا ساتھ دیتے ہیں۔

ہالینڈ کے شہر مسٹرڈیم میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں گیارہ ممالک کے دوسوممبران نے شرکت کی، کانفرنس کا موضوع تھا ''دنیا بھر میں عورتوں کے ساتھ بدسلوکی'' اس کانفرنس میں سب کی متفقہ رائے تھی کہ عورتیں تقریباً ہر معاشرے میں ظلم وستم کا شکار ہیں۔

کانفرنس اس نتیجہ پر پہنچی کہ دنیا میں بدنصیب عورتوں کی تعداد ہمارے تصور سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ یہ عورت کی فطرت ہے کہ اسوقت تک اپنے دکھ کا اظہار نہیں کرتی جب تک کہ وہ بالکل مایوس نہ ہوجائے، اسی لیے ایسے عورتوں کی امداد کے لیے مزید اور ادارے وجود میں آنے چاہئیں۔

اس کانفرنس کے بعد پہلا ادارہ انگلینڈ کے شہر مانچسٹر میں ۱۹۷۱ء میں قائم ہوا۔ اس کے بعد اس قسم کے ادارے یکے بعد دیگرے پورے برطانیہ میں پھیل گئے یہاں تک کہ آج ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔ مغربی جرمنی میں اس قسم کے بہت سے سینٹر کھل چکے ہیں اور یہی حال ہالینڈ اور نیوزی لینڈ کا بھی ہے۔

اسی کانفرنس میں یہ تجویز بھی رکھی گئی کہ اس قسم کے ادارے پوری دنیا میں قائم ہونے چاہییں، کانفرنس میں شریک ایک ممبر نے کہا کہ بیویوں کی اذیت رسانی کا مسئلہ سارے معاشروں میں پھیل چکا ہے یہاں تک کے ججوں اور ڈاکٹروں کی بیویاں بھی اپنے شوہروں کے تشدد کا نشانہ بنتی ہیں، جب کہ ہمارے حکمران اور ذمہ دار ادارے اس سنگین مسئلہ سے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔

اسی مسئلہ سے متعلق انگریزی میگزین نے چند خواتین کا انٹرویو لیا، جس سے یہ بات سامنے آئی کہ انٹرویو میں شریک خواتین میں ١٠ فیصد خواتین ایسی ہیں، جو اپنے شوہروں کے ہاتھوں بے تحاشہ مار کھاتی ہیں اور ستر فیصد ان میں سے ایسی ہیں جو اپنی ازدواجی زندگی بھرپور ذلت اور اہانت آمیز رویہ کے ساتھ گزار رہی ہیں، کانفرنس میں ایک نہایت دردناک کیس کا مطالعہ کیا گیا جو ایک چالیس سالہ شخص سے متعلق تھا جو اپنی بیوی کو ایک بہت موٹے ڈنڈے سے مارتا تھا اور اس نے اس ڈنڈے پر یہ عبارت کندہ کر رکھی تھی، جو بیوی اپنے شوہر کی اطاعت نہیں کرتی وہ سزا کی مستحق ہے۔

(الرای العام نامی جریدہ ۴۔۸۔۱۹)

﴿عورتوں پر ہونے والے تشدد کی انتہا﴾

برطانیہ میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق عورتوں کے خلاف تشدد

کے واقعات میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، ایک اور سروے میں شریک ہونے والی سات ہزار عورتوں میں اڑتالیس فیصد عورتوں کا کہنا یہ تھا کہ وہ آئے دن اپنے شوہروں اور بوائے فرینڈز کے تشدد کا نشانہ بنتی رہتی ہیں۔

امریکہ کے ایک ادارے F-P-T کی شائع کردہ رپوٹ کے مطابق امریکہ میں ہر اٹھارہ سیکنڈ میں ایک بیوی اپنے شوہر کے ہاتھ پٹتی ہے۔

paychology Today نامی ایک اخبار نے لکھا ہے، کہ ہر دس عورتوں میں سے ایک عورت اپنے شوہر کی مار پیٹ کا نشانہ بنتی ہے، تو اس پر ایک اخبار Family Reletion نے یہ لکھا، نہیں، بلکہ ہر دو عورتوں میں ایک عورت اپنے شوہر کے ظلم وستم کا نشانہ بنتی ہے۔

ایک برطانوی رپورٹ کے مطابق ستر فیصد مار پیٹ کے واقعات ایسے ہوتے ہیں، جن میں شوہر حضرات اپنی بیویوں کو بنا کسی معقول وجہ کے مارتے ہیں، اسی رپورٹ کے مطابق ایک عورت نے بیان دیا کہ اس کی شادی کو ساڑھے تین سال ہو چکے ہیں اور وہ تقریباً ہر روز اپنے شوہر کے ہاتھوں پٹتی ہے، اسکا کہنا ہے اگر میں کسی قسم کا احتجاج کروں تو وہ مجھے پھر مارتا ہے، لہذا مجھے خاموشی میں ہی عافیت محسوس ہوتی ہے اور وہ مجھے مارنے کے لیے مختلف طریقے آزماتا ہے، کبھی طمانچے، انوکھی لاتیں اور کبھی گھونسے اور کبھی میرا سر دیوار میں دے مارتا ہے۔

اسی رپورٹ میں ایک اور عورت کا ذکر ہے جس کے شوہر نے اس کی کنپٹی پر اتنی زور سے مارا کہ اس کے کان کا پردہ پھٹ گیا، شوہر اپنی بیوی کو مارتے وقت یہ کبھی نہیں سوچتا کہ اس کے گھونسے اور لاتیں بیوی کے جسم کے کن حصوں کو متاثر کر رہی ہیں، ہوسکتا ہے اس کی بیوی حاملہ ہو اور پیٹ پر پڑنے والی کوئی لات یا گھونسہ اس کی اور اس کے بچہ کی زندگی خطرے میں ڈال دے اس قسم کے بہت سے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

اسی تشدد کے نتیجے میں کئی عورتوں کی پسلیاں ٹوٹ چکی ہیں، بعض مرد تو اتنے جنونی ہوتے ہیں کہ وہ مارپیٹ کے دوران اپنی بیوی کی گردن پکڑ کر اتنا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اس کا دم گھٹ جاتا ہے، بعض اپنی بیوی کو سگریٹ سے داغتے ہیں اور مزہ لیتے ہیں کچھ لوگ اپنی بیویوں کو زنجیروں سے جکڑ کر کمرے میں بند کر دیتے ہیں۔ (انڈین میگزین ۲۹ صفر ۱۴۲۰ھ)

اسی طرح چین کے روزنامہ اخبار (لیبرز) نے ایک سرکاری افسر کی پھانسی کی سزا کی خبر شائع کی جس پر کئی لڑکیوں کی آبروریزی کرنے کا الزام تھا اور اپنی بیوی کو سگریٹ، کرنٹ اور بیلٹ کے ذریعہ اذیت دیا کرتا تھا۔

''چانگ منگ'' نامی اخبار نے ایک خط شائع کیا، جو ایک خاتون ڈاکٹر چامی چانگ سیونگ نے لکھا تھا جس میں اس نے بتایا کہ اس کے شوہر نے کس طرح اس کے چہرے، معدے اور ہاتھ پیروں کو تشدد کا نشانہ بنایا

کیونکہ وہ اسے طلاق دینے پر تیار نہیں تھی ، وہ انھیں خطرناک چوٹوں کے علاج کیلیے ہسپتال میں داخل ہوئی تو اس کی ساس نے وہاں سے بھی نکلوانے کی کوشش کی، اتنا سب کچھ ہوا مگر اس کے شوہر کو سزا نہ ملی۔

ایک دوسرے واقعہ میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کا ہاتھ توڑ دیا تو وہ ڈر اور خوف کے مارے گھر پر نہیں رہی اور اس نے مسلسل کئی راتیں مرغی خانے میں چھپ کر گزاریں۔

''خواتین'' نامی ایک چینی میگزین کو ایک عورت نے خط لکھا، جس میں اس نے اپنے شوہر اور سسرال کی بدسلوکی کی شکایت لکھی تھی ، وہ ان کے ساتھ ایک گھر میں ہی رہتی تھی اس نے ساس وخسر کو دس ڈالر دینے سے انکار کر دیا تھا جس پر اس کے شوہر نے اسے بے دردی سے پیٹا۔

چین میں ایسے اداروں کا فقدان ہے جو ستائی ہوئی عورتوں کو پناہ دیں، اس لیے ایسی عورتیں کسی قریبی امدادی سینٹر سے مدد طلب کرتی ہیں یا کبھی کبھی عدالتوں تک جا پہنچتی ہیں، مگر عام طور پر چینی عورتیں اپنے شوہروں سے بہت ڈرتی ہیں اور انہیں کسی سے مدد طلب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

(الوطن نامی جریدہ شمارہ نمبر ۳۸۲۳)

کینیڈا میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کینیڈین ایسے ہیں ، جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں اور ملک کے اجتماعی اور ثقافتی مراکز ان واقعات کو اپنے ملک

کیلیے بدنما داغ گردانتے ہیں۔

مانڈیال میں عورتوں پر ہونے والے تشدد کی روک تھام کیلیے ایک خصوصی ادارہ قائم کیا گیا، جس نے جلد بھڑ کنے والے غصیلے مردوں کو ایک ٹیلیفون لائن مہیا کی، جس پر وہ چوبیس گھنٹے بات کر کے اپنا غصہ اور دل کی بھڑاس نکال سکتے ہیں کہ شاید اسطرح انہیں اپنی بیویوں کو مارنے سے باز رکھا جا سکے۔

(ٹائم) نامی امریکی میگزین نے ایک رپورٹ شائع کی، جس میں لکھا تھا کہ تشدد کا نشانہ بننے والی ساٹھ لاکھ خواتین میں سے چار ہزار خواتین ایسی ہوتی ہیں جو اس تشدد کے نتیجے میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ایک تحقیقاتی رپوٹ کے مطابق تقریبًا چالیس فیصد قتل کے واقعات ایسے ہوتے ہیں، جن میں بیویاں اپنے شوہروں کے ہاتھوں قتل ہوتی ہیں۔

اس تحقیقاتی ادارے نے ایک سروے کا ذکر کیا، جو امریکہ کے ایک مشہور ہسپتال میں پورے چار سال تک کیا جاتا رہا، جس کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ پچیس فیصد خودکشی کی کوششیں ان عورتوں کی تھیں جو اپنے شوہروں کے ہاتھوں مار کھاتی تھیں یعنی ان کو شوہر کے ظلم وستم سے بچنے کا راستہ خودکشی میں ہی نظر آتا تھا۔

یہ تھی مغربی معاشرے کی ایک جھلک جس کی عالم کاری کرنے کیلیے

آج مغرب کے شیطانی دماغ طرح طرح کی سازشیں کر رہے ہیں اور ہر ایسے طریقہ پر عمل پیرا ہیں جس کے ذریعہ دوسری قوموں کے معاشرے کو بدلا جاسکتا ہے۔

کیا یہ لوگ ایسے دین کا مقابلہ کریں گے جس نے عورتوں کا ہر جگہ خیال رکھا اور اس کو عزت وشرافت کے ایسے مقام تک پہنچا دیا جس کی نظیر اقوام عالم پیش نہیں کر سکتے۔

آنحضرتؐ نے حجتہ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن جو خطبہ دیا تو آپؐ اپنی اونٹنی قصویٰ پر تشریف فرما تھے جب لوگ ہمہ تن گوش ہو گئے تو آپؐ نے وقت اور جگہ کو گواہ بنا کر ان کے سامنے شریعت اسلامیہ کا خلاصہ پیش کیا اسمیں آپؐ نے یہ بھی فرمایا: عورتوں کے بارے میں اللہ کا لحاظ رکھو کہ تم نے انہیں اللہ کے نام پر حاصل کیا۔ اور اسی کے نام سے وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں۔ اور عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم پسند نہیں کرتے، اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں معمولی جسمانی سزا دو (مسلم وترمذی)۔ بہر حال شریعت اسلامیہ میں اور کہیں بھی مارنے کی اجازت نہیں ہے، علاوہ اس موقع کے جہاں بیوی نافرمانی اور سرکشی پر اتر آئے اور نصیحت کارگر نہ ہو تو ایسی صورت میں تادیب کی غرض سے ہلکی ہلکی مار جائز ہے جو کسی اذیت یا نقصان کا باعث نہ بنے۔

اسلام میں عورتوں کیساتھ حسنِ اخلاق کا معاملہ

عورتوں کے ساتھ تعلق اور معاملے کا جو طریقہ شریعت نے بتلایا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے، ان کی کم عقلی کے پیش نظر عفوو درگزر سے کام لے اور جو تکلیف وہ پہنچائیں اس پر صبر کرے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا

ترجمہ: اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گزر بسر کیا کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں، تو عجب کیا کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر کوئی بڑی بھلائی رکھ دے۔ (ترجمہ بیان القرآن)

قرآن کریم کا ایک عام اسلوب بیان ہے، جزئیات احکام کے درمیان کوئی ایک مسئلہ بیان کر دیتا ہے اور کلیات کے ضمن میں جزئیات بھی آجاتے ہیں، یہاں بھی یہی ہے کہ جزئی احکام بیان کرتے کرتے اس نے ایک اہم اصل بیان کر دی، عورتوں کے ساتھ معاشرت کی، یہ حسن معاشرت کا مرکزی بنیادی، کلیدی حکم سہاگنوں، بیواؤں، طلاقنوں سب کے معاملے میں واجب العمل ہے۔ یہ ہدایت وہ مذہب دے رہا ہے جو کتنے ہی کور چشم معاندین کے نزدیک عورت کے حق میں ظالمانہ ہے۔

خیراً اکثیرا۔ خیر کے اندر دنیوی واخروی، عاجل وآجل ہر قسم کی فلاح اور بھلائی آگئی اور پھر محض خیر ہی نہیں خیر کثیر، بھلائیوں کا ایک ڈھیر ایک انبار۔ اس سے بڑھ کر تسکین دہ کون خیال ہوسکتا ہے۔

درج ذیل دو حدیثیں۔ لَا یَفْرِكُ مُؤمِنٌ مُؤمِنَةً اِنْ کَرِہ مِنْهَا خُلقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخر (مسلم) نبی کریمؐ نے فرمایا: کوئی مومن، کسی مومنہ سے نفرت نہ کرے۔ اگر اسے اس کی کوئی عادت بری لگی تو کوئی دوسری ضرور اچھی لگے گی۔

اِسْتَوْصُوا بالنِّسَاءِ فَاِنَّ الْمَرأَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ (بخاری) عورتوں سے نیک برتاؤ کرو، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے (اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے)، لہذا اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو تم اسے توڑ دو گے، اور اگر تم اسے اپنے حال پر رہنے دو گے تو وہ بدستور خمیدہ رہے گی، لہذا تم عورتوں (کو نہ سیدھا کرنے کی کوشش کرو اور نہ ہی ایکدم چھوڑ دو) بلکہ ان سے نیک برتاؤ کرتے رہو۔

یہ حدیثیں اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔

اسلام میں حسنِ معاشرت کیلئے مزاح ودل لگی

حسن معاشرت کیلیے مزاح اور دل لگی بھی ضروری ہے کیونکہ اس طرح عورتوں کا دل خوش ہو جاتا ہے، رسول اللہؐ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ

مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، اور اپنی عادات واخلاق میں ان کے معیار عقل کی رعایت رکھتے تھے۔ روایت میں ہے کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ بھی لگایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ دوڑ میں آگے نکل گئیں پھر کسی روز مقابلہ ہوا تو آپ آگے نکل گئے، آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ اس روز کا بدلہ ہے۔ (ابوداود۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ مزاح فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حبشہ سے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے۔ عاشورہ کے دن وہ لوگ اپنے کھیل دکھلا رہے تھے، میں نے ان کی آوازیں سنیں۔ سرکار دو عالمؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کیا تم بھی ان لوگوں کا کھیل دیکھنا پسند کروگی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپؐ نے ان کو بلایا وہ لوگ حاضر ہوگئے آپ حجرہ کے دونوں کواڑوں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور اپنا ہاتھ ایک کواڑ پر

رکھ لیا، میں آپؐ کے مونڈھے مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر کھڑی ہوگئی، وہ لوگ کھیل دکھلاتے رہے اور میں دیکھتی رہی وقفہ وقفہ سے آپ مجھ سے فرماتے۔ بس کافی ہے۔ میں عرض کرتی ذرا چپ رہیے، آپ پھر سوال فرماتے اور میں یہ ہی جواب دیتی، دو تین مرتبہ کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا

۔عائشہ۔بس کرو، میں نے عرض کیا بہت اچھا، آپ نے کھیلنے والوں کو اشارہ کیا، وہ واپس چلے گئے (نسائی)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَكْمَلُ الْمُؤمِنِينَ اِيمَانًا اَحْسَنُهُمْ بِاَهْلِهٖ (ترمذی۔نسائی۔حاکم) کامل مؤمن وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا معاملہ کرے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهٖ وَ اَنَا خَيْرُكُمْ (ترمذی)تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ زیادہ اچھا ہو اور میں (اس اعتبار سے) تم سے بہتر ہوں۔

ایک جگہ آپ نے ارشاد فرمایا صرف کمینہ صفت ہی ان پر ظلم کرتا ہے

اسلام میں عورت کا مال خود اس کی ملکیت ہے

اسلام عورت کو مرد کے لالچ اور ہوس سے آزاد قرار دیتا ہے۔اس کے مالی حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے اس بات سے محفوظ رکھتا ہے کہ شوہر کا ہاتھ اس کی رضا کے بغیر اس کے مال تک پہنچے۔

اسی طرح ولی کو بھی اس کی مرضی کے بغیر اس کے مہر یا اس کی دولت میں سے کچھ لینے کا حق نہیں، وہ اپنے مال کی خود حقدار ہے اسمیں تصرف کرنے کا اسکو پورا پورا حق ہے۔آیئے سورۃ النساء کی یہ آیت تلاوت کرتے ہیں:

وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا (النساء آیت ٤)

ترجمہ: اور تم بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو، لیکن اگر وہ خوش دلی سے تمہارے لیے اس میں کا کوئی جز چھوڑ دیں تو تم اسے ہنسی خوشی کھاؤ پیو۔ (بیان القرآن)

صَدُقٰتِهِنَّ۔صداق یا مہر شریعت اسلام میں بیوی کی وہ قیمت نہیں جو شوہر اس کے اولیاء کو دیکر ان سے بیوی حاصل کرتا ہے بلکہ مہر بطور ایک نذرانہ کے ہے، جو شوہر بغرض اکرام و اعزاز براہ راست بیوی کو پیش کرنا اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے، ہمارے فقہاء نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے۔

اَلْمَهْرُ وَاجِبٌ شَرْعًا اِبَانَةً بِشَرْفِ الْمَحَلِ (ھدایۃ)

عورت کی شرمگاہ نکاح ہو جانے سے شوہر کی ملک نہیں ہو جاتی ملک عورت کی ہی رہتی ہے صرف شوہر کیلیے جائز ہو جاتی ہے (جصاص)

اس آیت میں شوہروں کو حکم مل رہا ہے کہ یہ رقم مہر اپنی بیویوں کو دو، نہ کہ ان کے اولیاء والدین کو۔مہر کی اہمیت اور ادائے مہر کی تاکید شریعت میں بالکل ظاہر ہے۔افسوس ہے کہ امت کا موجودہ عمل اس کے برعکس ہے ،مہر کو عملاً محض ایک نمائشی اور فرضی سمجھ لیا گیا ہے، خطاب یہاں شوہروں سے ہے، مہر کی ادائیگی انھیں پر واجب ہے۔

اسلام میں مہر کی کم سے کم مقدار

امام ابو حنیفہؒ نے حدیث نبوی کی روشنی میں کم از کم مہر کی مقدار دس درہم یعنی پونے تین تولہ چاندی مقرر کی ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس سے کم قیمت کا مہر مقرر کرتا ہے تو اسے لامحالہ پونے تین تولہ چاندی کی قیمت دینا پڑے گی کیونکہ یہ کم سے کم مقدار ہے، اس سے کم مہر مقرر نہیں کیا جا سکتا، زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔

اسلام میں مہر حیثیت سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے

مہر اتنا ہی مقرر کرنا چاہیے جتنا شوہر آسانی سے ادا کر سکے، عام طور پر مہر زیادہ مقرر کرنے کی دو وجہیں ہوتی ہیں، ایک تو عزت وفخر کی نمائش، دوسرے یہ بات کہ شوہر عورت کو طلاق نہ دے سکے۔ دونوں وجہیں شرعًا اور عقلاً غلط ہیں۔ اگر مزاجوں میں اتنا اختلاف ہو کہ دونوں کا ایک جگہ رہنا عذاب بن جائے تو کونسی عقل مندی ہوگی کہ اس عذاب سے چھٹکارا نہ حاصل کیا جائے لیکن عذاب تب ہی دور ہو سکتا ہے جب شوہر عورت کا حق دیکر اسے رخصت کر دے۔ شرعی اعتبار سے بھی زیادہ مہر مقرر کرنے کی ممانعت ہے، حضرت عمرؓ کہتے ہیں: لَا تغلوا صَدُقَةَ النِّساءِ ... عورتوں کے مہر زیادہ نہ کرو۔ یہ چیز دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک تقوے کا سبب ہوتی، تو اللہ کے رسول سب سے پہلے کرتے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول

خدا کے بارے میں مجھے یہی معلوم ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں طے کیا (ابوداود. ترمذی)۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ کا مہر پانچ سو درہم مقرر مایا تھا۔ ایک درہم چوتھائی تولہ سے کچھ زیادہ یعنی تین ماشے دورتی کا ہوتا ہے۔

مہر فاطمی ۱۳۱ تولہ ۳ ماشہ چاندی ہوا۔ سکہ رائج الوقت کے اعتبار سے طے کی جاسکتی ہے۔

عورت اپنے پورے مہر یا ایک حصہ کو چھوڑ بھی سکتی ہے

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا (سورۃ النسا)

ترجمہ: ہاں اگر وہ خوش دلی سے تمہارے لیے اس میں سے کوئی چیز چھوڑ دے تو تم اس کو ہنسی خوشی کھاؤ پیو۔ (بیان القرآن)

اگر تمہاری بیویاں ہنسی خوشی اور اپنی مرضی سے اپنے مہر سے کچھ دیں، نہ کہ تمہاری بدمزاجی اور غصہ کے ڈر سے، تو تمہیں اجازت ہے کہ تم لے لو اور خرچ کرو، مگر اس آیت میں حد درجہ احتیاط بھی بتائی گئی ہے کہ اس کی بنیادی شرط یہی ہے کہ وہ خوش دلی سے تم کو دے کسی دباؤ یا ڈر کے تحت نہیں۔ (التفسیر الکبیر ج ۹ ص ۱۸۲)

عورت اپنی دی ہوئی چیز کی واپسی کا مطالبہ کرسکتی ہے

کتنا اعزاز واکرام کیا جارہا ہے عورت کا کہ شوہر کیلیے یہ جائز نہیں کہ وہ

اپنی بیوی کے مہر میں سے کچھ لیکر یہ دعویٰ کرے کہ اس کی بیوی نے خوش دلی سے اسے یہ سب دیا ہے، اگر چاہے تو اس سے جا کر بھی پوچھ لیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی بیوی کے پاس جا کر پوچھا جائے تو وہ بیچاری نہ چاہتے ہوئے بھی شوہر کے خوف سے یہ کہہ سکتی ہے، جو کچھ ہوا اس کی مرضی سے ہوا جبکہ شوہر کو معلوم ہے کہ اس نے خوشی سے اور اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا، جو کچھ اس نے اپنی بیوی کا حق مارا ہے وہ اس کیلیے حرام ہے۔

اسی لیے بہت سے علماء نے عورت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ چاہے تو اپنی دی ہوئی چیز کی واپسی کا مطالبہ کر سکتی ہے جس سے معلوم ہو جائیگا کہ اس نے اپنے شوہر کو جو کچھ دیا تھا وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ کسی دباؤ کے تحت تھا۔

شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور ان کے سامنے اپنے شوہر سے اپنے دیے گئے عطیہ کی واپسی کا مطالبہ کیا، تو قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے مرد سے کہا، کہ اس کا عطیہ واپس کرو تو اس آدمی نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ (الآیة) ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے چھوڑ دیں؟ تو قاضیؒ نے کہا، اگر وہ اپنی مرضی اور خوشی سے تمہیں کچھ دیتی تو کبھی اس کی واپسی کا مطالبہ نہ کرتی۔

شعبیؒ ایک اور واقعہ سناتے ہیں کہ آل ابی معیط کے ایک آدمی کو اس کی

بیوی نے اپنا مہر ایک ہزار دیدیا پھر ایک مہینہ بعد ہی اس آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، تو وہ شکایت لیکر عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچی، تو اس آدمی نے کہا اس نے مجھے اپنی خوشی سے یہ رقم دی تھی، تو عبدالملک بن مروان نے کہا کہ اس کے بعد آیت یہ بھی ہے۔ فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا تو اس میں سے کچھ مت لینا، لہذا اس کا حق اسے واپس کرو۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے مقرر کردہ قاضیوں کو لکھا کہ عورتیں اگر کچھ دیتی ہیں یا تو اپنی مرضی اور خوشی سے دیتی ہیں یا پھر ڈر اور خوف سے اگر وہ اپنے حق کو واپس طلب کریں تو اسکا حق واپس کردو۔ (التفسیر الکبیر ص ۹ ص ۱۸۳)

خدا کی قسم یہ عورت کے مالی حقوق کی مکمل حفاظت ہے، جو شوہر کیلیے بغیر اس کی رضا کے حلال نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو علیحدگی کے مرحلے میں بھی عورت سے کچھ لینے سے منع فرمایا ہے وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا

ترجمہ: اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ (دوسری) بیوی بدلنا چاہو اور تم اس کو (مال) کا انبار دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ واپس مت لو۔ تو پھر ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی خوشی رہتے ہوئے جبکہ عورت کی کفالت اور اخراجات کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہوتی ہے، عورت سے کچھ لینا اور برا ہے اور مردوں کو اس سے خبردار کیا گیا ہے، مگر دولت کی ہوس نے مردوں کو اتنا اندھا کردیا ہے کہ وہ مہر کی رقم کی کمی بیشی میں اسطرح جھگڑا کرتے ہیں

جیسے مال تجارت میں کرتے ہیں۔ (التفسیر المراغی ج۵ ص۱۸۴)

اگر ہم ان باتوں پر تھوڑا غور کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ اسلام عورت کو وہ حق دیتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے شوہر کو اپنی طرف متوجہ رکھ سکے، خاص کر اگر مرد کو اس کے مہر میں سے کچھ لینے کی ضرورت پڑ جائے۔ اور یہ محبت اور تعلق صرف اس وقت پر منحصر نہیں ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے مہر میں سے کچھ دینے کے لیے اسے قائل کرتا ہے۔ بلکہ یہ تعلق پیسے لینے کے بعد بھی قائم رہیگا، کیونکہ بیوی کسی بھی وقت قاضی کے پاس جا کر یہ شکایت کر سکتی ہے کہ اس کے شوہر نے بغیر اس کی مرضی کے اسکا مہر لے لیا ہے، تو کیا یہ بیوی کو شوہر کے لالچ، ہوس، بے رخی اور بے اعتنائی سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ نہیں ہے!؟

شوہر اور بیوی کے حقوق و فرائض

شریعت اسلامیہ نے نکاح کے رشتے کو قائم کرنے کے لیے جو ہدایتیں دی ہیں ان کا مقصد اس تقدس اور پاکیزگی کو یقینی بنانا ہے، جس پر ایک صالح خاندان کی بنیاد قائم ہونی چاہیے۔

اس رشتے کو خوشگوار اور استوار رکھنے کیلیے شوہر اور بیوی کے حقوق و فرائض اور انکا دائرہ عمل اور حدود اختیار بھی متعین کر دیئے ہیں، کیونکہ یہی ایسا تعلق ہے جو ایک مرد اور ایک عورت کو بالکل قریب لے آتا ہے۔

اس تعلق کو پائدار اور خوشگوار رکھنے کیلیے دونوں ذمہ دار بنائے گئے ، تا کہ یہ رشتہ نہ ٹوٹنے پائے اور نہ اس میں کمزوری آئے ، پھر چونکہ ایک مرد اور ایک عورت مل کر ایک خاندان کی بنیاد ڈالتے ہیں اور معاشرہ وجود میں آتا ہے ، جس کا نظم قائم رکھنے کے لیے ایک سربراہ کا ہونا ضروری ہے جو ذمہ دار اور نگراں ہو ، اور خاندان کو انتشار و بدنظمی سے محفوظ رکھ سکے ، تو یہ منصب صرف مرد کو عطا کیا گیا ہے کیونکہ عورت اور مرد کی مخصوص فطرت کے پیش نظر مرد میں ہی قوّام بننے کی صلاحیت ہے ، قرآن نے اس فطری غلبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے :

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰه بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (نساء۳۴)

مردوں کو عورتوں پر قوّام اس لیے بنایا گیا ہے کہ فطری طور پر اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے۔

قوّام کے معنٰی محافظ ، خبر گیری کرنے والا ، ذمہ دار اور قائم رکھنے والا ہیں ، میاں بیوی کے سارے حقوق برابر ہیں مگر مرد کو قوّام کا منصب اس کی مخصوص فطرت کے سبب دیا گیا ہے کیونکہ عورت فطرتاً اس ذمہ داری کو اسطرح انجام نہیں دے سکتی جس طرح مرد انجام دے سکتا ہے ، یہ مطلب ہے بِمَا فَضَّلَ اللّٰه بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اس تفوق کا ذکر کرنے کے ساتھ یہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر اسی طرح ہیں جس طرح ان پر مردوں کے حقوق۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیهِنَّ دَرَجَةٌ

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۸)

عورتوں کا حق مردوں پر اسی طرح ہے جس طرح ان کا حق عورتوں پر اور مردوں کو کچھ برتری حاصل ہے۔

عورتوں کے حقوق، جن کا ادا کرنا مردوں پر واجب ہے، قوام اور ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے مرد پر حسب ذیل فرائض عائد کیے گئے ہیں:

(۱) مہر: اس کی تفصیل گزر چکی۔

(۲) نفقہ: یعنی کھانے پہننے اور دوسری ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے مرد کو خرچ اٹھانا جو اس پر بحیثیت قوّام ہونے کے فرض ہے۔

(۳) حسن سلوک: کھانے کپڑے اور مکان کی ضرورت پوری کرنے کے بعد بیوی کا اپنے شوہر پر حق ہے کہ وہ بہتر برتاؤ کا اس سے مطالبہ کرے اور مرد پر واجب ہے کہ وہ اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرے، جس کی تفصیل گذر چکی۔

(۴) ظلم اور ایذا رسانی سے باز رہنا: یعنی بیوی کا یہ حق ہے کہ اس کا شوہر اس کے حقوق اسطرح ادا کرے جو عدل وانصاف پر مبنی ہو اور تکلیف کا سبب نہ بنے، اسکی تفصیل بھی گزر چکی۔

(۵) نفقہ کا معیار: قرآن مجید میں نفقہ کا ذکر کرتے ہوئے اس کا معیار یہ رکھا گیا ہے کہ شوہر کی وسعت اور طاقت سے زیادہ نہ ہو۔ چنانچہ سورۃ بقرہ

میں ہے: عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُه، خوش حال پر اس کی قدرت کے مطابق، اور تنگ حال پر اس کی استطاعت کے مطابق نفقہ واجب ہے۔

سورہ طلاق میں فرمایا گیا: لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ الاية (سورۃ طلاق آیت ۷)

وسعت والے کو اپنی بیوی بچوں پر وسعت بھر خرچ کرنا چاہیے اور جس کو نپا تلا میسر ہو، اسے جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرنا چاہئے (بخل نہ کرنا چاہیے) مطلب یہ ہے کہ عورت کی ضرورتیں اس کی حیثیت اور مرضی کے مطابق پوری کرنے کی کوشش شوہر کو کرنی چاہیے، جہاں تک اس کی وسعت اجازت دے۔ حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ سے ان حقوق کے بارے میں دریافت کیا جو بیویوں کے شوہروں پر ہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

انْ تُطْعِمَهَا اذا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تَقْبَحْ وَلَا تَهْجَرْ اِلَّا فِى الْبَيْتِ ۔ (ابوداود)

ترجمہ: جب تم کھاؤ تو انھیں بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو انھیں بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، نہ برے نام سے پکارو، ناگواری ہو تو اپنے سے جدا کر دو مگر گھر کے اندر۔

حجۃ الوداع کے خطبے میں جو اہم بنیادی باتیں آپؐ نے فرمائی ہیں، ان میں یہ بھی ہے کہ وَاِنَّ لَهُنَّ عَلَيْكُمْ نَفَقَتُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِاالْمَعْرُوْ ف ان کے کھانے پینے اور ان کے ملبوسات کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہے، دستور کے مطابق فقہاء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں جو طے فرمایا وہ یہ ہے:

(۱) شوہر کا معیار زندگی بلند اور آمدنی اچھی ہے اور بیوی کا گھرانہ بھی اسی حیثیت کا ہے، تو نفقہ بھی اسی معیار کے مطابق دینا پڑیگا، یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے گھر اچھا کھاتی ہو اور اچھا پہنتی ہو اور شوہر اس کے معیار کے مطابق کھلا پہنا سکتا ہو، پھر بھی وہ بیوی کو موٹا جھوٹا کھلائے پہنائے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو عورت قانوناً اس سے اپنے معیار کا کھانا کپڑا طلب کرسکتی ہے۔

(۲) اگر مرد خوش حال ہو اور آمدنی بھی اتنی ہو کہ خوشحال زندگی گزار سکتا ہو، لیکن بیوی کسی غریب گھرانے کی ہو تو مرد کو نفقہ اپنی حیثیت کے مطابق دینا ہوگا، اس کو غربت وتکلیف میں اس لیے مبتلا رکھنا کہ وہ غریب گھرانے کی ہے جائز نہیں، بیوی کا قانوناً حق ہے کہ شوہر سے حیثیت کے مطابق نفقہ دینے کا مطالبہ کرے۔

(۳) اگر مرد غریب اور تنگ حال ہے اور عورت بھی غریب گھر کی ہے، تو پھر مرد کو اپنی اور عورت کی حیثیت کے مطابق کھانے اور پہننے کا خرچ دینا چاہیے عورت مرد کی حیثیت سے زیادہ نہیں مانگ سکتی۔

(۴) اگر مرد غریب ہو اور عورت خوش حال گھرانے کی، تو مرد کو اپنی حیثیت کے ساتھ مقدور بھر اس کے آرام و آسائش کا لحاظ بھی رکھنا چاہیے اور عورت کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ مرد پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے، تاکہ وہ کوئی حرام ذریعہ آمدنی تلاش کرنے پر مجبور نہ ہو اور دونوں کے تعلقات میں بدمزگی پیدا نہ ہو۔

رسول اللہؐ کی ازواج مطہرات ہمیشہ تنگی سے زندگی بسر کرتی رہیں، جب فتوحات سے آمدنی میں اضافہ ہوا تو آنحضرتؐ نے اصحاب صفہ اور نادار مسلمانوں کی مدد فرمائی، ازواج مطہرات نے بھی خواہش کی کہ انکا نفقہ زیادہ ہو مگر یہ خواہش نبی کریمؐ اور اللہ کے نزدیک ان کے مرتبے سے فروتر تھی، تو اس پر قرآن کریم میں یہ تنبیہ فرمائی گئی یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (احزاب آیت ۲۹) اے نبی ، اپنی ازواج سے کہیے کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی زینت مطلوب ہے، تو آؤ میں تمہیں مال اور پوشاک دیکر خوبصورتی سے رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اس کے رسول اور آخرت کے گھر (جنت) کی طلبگار رہو تو اللہ نے نیک دل اور نیک عمل عورتوں کیلیے بہت بڑی نعمتوں والا اجر تیار کر رکھا ہے

۔اس آیت کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے کیا کہا؟ سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا، ہمیں خدا اور رسول اور دار آخرت کے سوا کچھ نہیں چاہیے اور پھر نفقہ میں اضافے کا سوال نہیں کیا۔

(۵) آرائش وزیبائش کی وہ چیزیں جو عورتوں کیلیے ضروری ہیں۔ مثلاً تیل، گھی، کنگھی، صابن، وغیرہ وہ بھی نفقہ میں داخل ہیں، اور ان کا فراہم کرنا مرد پر ضروری ہے لیکن غیر ضروری آرائش وزیبائش کا سامان جیسے لپ اسٹک اور پاؤڈر وغیرہ تو ان کی فراہمی مرد پر واجب نہیں۔

(۶) اگر عورت ایسے گھر کی ہے، جہاں گھر والے اپنے ہاتھ سے کام نہیں کرتے بلکہ نوکر چاکر کرتے ہیں، تو اگر عورت ملازمہ کا مطالبہ کرے اور شوہر ملازمہ رکھ سکتا ہو تو اسے مطالبہ ماننا ہوگا۔ لیکن اگر ملازم رکھنے سے معذور ہے تو پھر اندر کا کام خود بیوی کو کرنا ہوگا اور باہر کا کام کرنا شوہر کی ذمہ داری ہوگی۔

(۷) اگر عورت اتنی کمزور یا مریض ہے کہ گھر کا کام انجام نہیں دے سکتی تو شوہر ایسی عورت کو کام کاج پر مجبور نہیں کر سکتا اور اس کو بٹھا کر روٹی کپڑا دینا ہوگا اس ذیل میں چند فقہی مسائل بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ کپڑوں کی دھلائی مردوں پر واجب نہیں ہے بلکہ صرف صابن اور پانی فراہم کر دینا ضروری ہے، عورت کو کپڑے اپنے

ہاتھ سے دھونے چاہئیں۔

یہ تمام مسائل اس وقت اٹھتے ہیں جب شوہر اور بیوی میں اختلاف ہو جائے اور وہ شوہر سے علیحدہ رہنے لگے۔ ورنہ نکاح کے ذریعہ جو تعلق ایک مرد اور ایک عورت میں قائم ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ وہ خوشگوار سے خوشگوار تر ہو اور وہ محض قانونی نہیں بلکہ اخلاقی تعلق بھی بن جائے۔ ایک دوسرے کی تکلیف و آرام کا خیال بھی ہو اور دونوں اخلاقاً ایک دوسرے کی مدد کرنے کے خواہشمند ہوں جہاں یہ صورت ہوگی وہاں اسطرح کے مسائل پیدا ہی نہیں ہوں گے۔

سکنیٰ کے مسائل

نفقہ کے بعد بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس کیلیے رہنے کا گھر فراہم کرے۔ یہ فرض شوہر پر طلاق کے بعد بھی اختتام عدت تک باقی رہتا ہے۔

اَسۡکِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَیۡثُ سَکَنۡتُمۡ مِنۡ وُّجۡدِکُمۡ (الطلاق آیت ٦)

ترجمہ: ان کو مقدور بھر وہیں ٹھراؤ جہاں تم خود رہتے ہو۔

اس کی اہمیت اتنی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے ہجرت کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر کرنے کے بعد دوسرا کام ازواج مطہرات کے لیے مکان تعمیر کرنے کا فرمایا۔ فقہاء نے بیوی کیلیے گھر فراہم کرنے کی یوں ہدایت دی ہے:

(۱) شوہر کے گھر کے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا بہت پسندیدہ ہے۔تاہم گھر کا ایک کمرہ یا ایک حصہ مخصوص ہونا چاہیے جہاں شوہر اور بیوی بے تکلفی سے رہ سکیں اور بیوی اپنی چیزیں بحفاظت رکھ سکے۔

(۲) اگر بیوی اپنے رہنے کے لیے ایک علیحدہ گھر کا مطالبہ کرتی ہے، تو اگر شوہر صاحب حیثیت ہے تو اسے ایسا گھر مہیا کر دینا چاہیے جس میں اس کی ضرورت کی تمام چیزیں مثلاً غسل خانہ، بیت الخلا، رسوئی وغیرہ ہو۔ اگر اس کی حیثیت ایسی نہیں ہے تو جو گھر اسے میسر ہے اس میں ایسی جگہ اس کو دی جائے، جس میں وہ جسے چاہے آنے دے۔اور جسے چاہے نہ آنے دے، اور اپنا سامان محفوظ کر سکے۔اس کے علاوہ غسل خانہ، بیت الخلا، رسوئی الگ دینا اگر ممکن نہ ہو تو زیادہ ضروری نہیں۔

وہ شوہر جو حسن معاشرت کے تقاضوں پر پورے نہیں اترتے

یہ امر تمام حقوق وفرائض کی روح ہے، اسی لیے رسول اللہؐ نے بیوی سے حسن سلوک کی بڑی تاکید فرمائی۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ میں موجود حکم الٰہی پر اگر غور کیا جائے تو ہمیں پتہ چلیگا، کہ اسلام بیوی کو اس قسم کے شوہروں سے محفوظ رکھتا ہے، جو حسن معاشرت کے تقاضوں پر پورے نہیں اترتے۔

(۱) ترش رو اور بد مزاج شوہر جس کی تیوریوں پر ہر وقت بل پڑے رہتے ہوں۔ جو شاذ و نادر ہی مسکرانے کی زحمت کرتا ہو۔ جس کے چہرے پر بشاشت بھول کر بھی نہ نظر آتی ہو۔ مفسرین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حسن معاشرت کا تقاضا ہے کہ بلا وجہ بیوی کے ساتھ ترش رو نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس کے سامنے ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ خوش مزاجی سے پیش آنا چاہیئے۔

(۲) بد خلق اور شدت پسند شوہر جس کے الفاظ اور برتاؤ دونوں سے سختی جھلکتی ہو، جس کی زبان سے بیوی کیلیے کبھی بھی محبت بھرے الفاظ نہ نکلتے ہوں۔

(۳) وہ شوہر جو اپنی بیوی کے جذبات واحساسات کی پرواہ نہ کرتا ہو، بلکہ ہر پل اس کے جذبات کو مجروح کرنے اور اذیت رسانی پر آمادہ رہتا ہو، اور اس کے دل میں ہر وقت شک و رقابت کو ہوا دیتا رہتا ہو، جس کے دل میں رحم نام کی کوئی چیز نہ ہو، کیونکہ حسن معاشرت کے تقاضوں میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے سامنے کسی دوسری عورت میں دلچسپی کا اظہار نہ کرے کیونکہ اسطرح اس کا دل دکھے گا، اس کی نسوانیت، جذبات اور احساسات بری طرح مجروح ہوں گے۔ بلکہ شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش مزاجی سے پیش آئے، ان کا دل بہلائے، ان کے ساتھ ہنسی و مذاق اور چھیڑ چھاڑ کرے۔ اچھی اچھی باتیں کرے، جیسا کہ آنحضرتؐ اپنے گھر والوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

(۴) کنجوس اور بخیل شوہر جو حسن معاشرت کی سراسر نفی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ کنجوسی کرے۔ اور اخراجات میں تنگی کر کے اسے اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے فضل واکرام سے محروم کرے۔ اسی امر کی طرف مفسرین کرام نے اپنے اقوال میں اشارہ کیا ہے، کہ اس کا حق مہر اور نفقہ پورا پورا ادا کیا جائے اس کے ساتھ رات گزارنے اور اس پر خرچ کرنے میں پورا انصاف کیا جائے۔ اور اس پر کھل کر وسعت کے مطابق خرچ کیا جائے ۔

(۵) وہ شوہر جو گھر کے سارے کام کا بوجھ تنہا بیوی کے کاندھوں پر ڈال کر اسے تھکا دے، کیونکہ حسن معاشرت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ بیوی کیلئے خادمہ کا انتظام ضرور کرے۔ اس طرح اسلام عورت اور بیوی کو حسن معاشرت کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے والے ان جیسے شوہروں سے نجات دلاتا ہے۔

کہاں ہیں آزادی نسواں کے جھوٹے نعرے لگانے والے، جنہوں نے عورت کو ضرورت کے نام پر جھکا کر ذلت ورسوائی اس کا مقدور بنا دیا، کہ وہ آفس میں اپنے باس کی بدتمیزی بھی برداشت کرے، اور گھر نیز گھر کے باہر کا بوجھ اپنے ناتواں کاندھوں پر لاد کر اپنی صحت کو برباد کر ڈالے۔

کیا حیثیت ہے عورت کی آزادی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی اس قرآن عظیم کے سامنے، جو عورت کو اس کے شوہر کی سختی، ظلم، ترش روئی، بدمزاجی، بخل سے تحفظ دیتا ہے۔

﴿بے وفا شوہر﴾

یہ عورت کی فطرت میں شامل ہے کہ شوہر کی بے وفائی اور ہر جائی پن اس کے لیے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور تکلیف دہ امر ہے، اسے یہ بات سخت گراں گزرتی ہے کہ اس نے تو اپنی صحت، جوانی اور محبت اپنے شوہر پر لٹا دی اور وہ کسی اور عورت میں دلچسپی لے اِس پر پیسہ خرچ کرے، اس کے ساتھ حسین لمحات گزارے اور اسپر اپنی محبت نچھاور کرے اور اپنی بیوی سے نفرت کرے، اس سے لاپرواہی برتے اور اس سے دور ہوتا چلا جائے، واقعتاً یہ بہت برا فعل اور بیوی کے ساتھ بے وفائی ہے کہ اس کی زندگی اجیرن کر دی جائے اور اس کی زندگی میں رنج، غم، قلق اور پریشانیاں بھر دی جائیں۔

شوہر کی بے وفائی در حقیقت عورت کیلیے ایک قید اور پابندی ہے کیونکہ ایک مخلص اور وفادار بیوی جو اپنے گھر اور بچوں سے سچی محبت کرتی ہے وہ بھی اپنے شوہر جیسا رویہ اختیار نہیں کرسکتی، وہ اس کی بے وفائی کا بدلہ اس کے ساتھ بے وفائی کر کے نہیں چکا سکتی، بس خاموشی کے ساتھ گھر کی نگہبانی اور بچوں کی تعلیم و تربیت کیلیئے اپنے آپ کو وقف کر دے گی، بس انہی پر اپنی محبت لٹاتی رہے گی، جب کہ اسکا زخمی دل خون کے آنسو روتا رہے گا، یہ اس کے لیے قید نہیں تو اور کیا ہے؟

۷۰ فیصد امریکی مرد اپنی بیویوں کے ساتھ بیوفائی کرتے ہیں

وہ مرد جن کے بس میں وفا اور خلوص نہیں 'نامی کتاب کی مصنفہ کیرول یوٹوین کہتی ہے، کہ بیوی کے ساتھ دھوکہ اور بے وفائی کا نتیجہ مکمل بربادی کی صورت میں نکلتا ہے، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ جو عورتیں اس صورتحال سے دوچار ہوتی ہیں، ان کے چہروں سے بیچارگی ،افسردگی، مایوسی اور بدبختی صاف جھلکتی محسوس کی جاسکتی ہے۔

(الرای العام نامی جریدہ شمارہ نمبر ۸۹۲۵)

جی ہاں ... بدبختی اور مایوسی ہر اس عورت کا نصیب بن جاتی ہے جو اپنے شوہر کی بے وفائی کا شکار بنتی ہے۔ اوراس کی پوری زندگی رنج وغم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو حالات اس کی زندگی کو جہنم سے بھی بدتر بنادیتے ہیں۔

امریکہ اور یوروپ میں ایسی عورتوں کی کمی نہیں جو اپنے شوہروں کی بیوفائی اور دھوکہ کا شکار ہوئیں، بے تحاشہ عورتیں یہ کرب واذیت سہ رہی ہیں۔ ایک سروے کے مطابق تین کروڑ پچاس لاکھ شادی شدہ مرد ایسے ہیں، جن کے اپنی بیویوں کے علاوہ گھر سے باہر دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات ہیں یعنی ۷۰ فیصد شادی شدہ مرد اس حال میں ہیں، دوسرے

الفاظ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے، کہ ۷۰ فیصد امریکی بیویاں اپنے شوہروں کی بے وفائی کی اسیر ہیں۔ مغربی ماہرین سوال کرتے ہیں، کیا کسی کو اندازہ ہے، اس عورت کے نقصان کا جس کا شوہر گھر چھوڑ کر دوسری عورت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہو۔ وہ کیا کچھ نہیں کھوتی؟

سب سے پہلے تو اسکی ہنسی چھن جاتی ہے جسے وہ دل و جان سے چاہتی ہے۔ دوسرے اسکی گھریلو فضا درہم برہم ہو جاتی ہے، اسکے شوہر کی بیوفائی کے نتیجے میں اسکے گھر کی بنیادیں ہل کر رہ جاتی ہیں، اسکا اپنے آپ پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، وہ مالی طور سے بھی عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہے، گھریلو ذمہ داریاں اور بچوں کی تعلیم و تربیت باہر ملازمت کرنے سے مانع ہوتی ہیں۔

WATCH اکیڈمی

شوہروں کی بیوفائی سے دل برداشتہ خواتین نے ایک یونین تشکیل دی جس کا نام watch رکھا گیا، جس کا مطلب تھا women and their cheating husbands عورتیں اور ان کے بیوفا شوہر، یہ شکستہ دل خواتین مہینہ میں دوبار جمع ہوتیں، جس میں یہ سب اپنے اپنے بیوفا شوہروں کے حالات اور مشکلات سب کے سامنے رکھتیں، ہر عورت اپنی داستان دوسری کو سناتی اور پھر سب باہم مشورے سے کوئی مناسب حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتیں۔

اسطرح کی میٹنگز امریکہ کے متعدد اسٹیٹس میں ہونے لگیں، بعض عورتیں سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے اس میں شریک ہونے کی کوشش کرتیں، جب امریکی بیویاں ان خبروں کو پڑھتیں کہ دھوکہ باز بیوفا شوہروں کی تعداد ۷۰ فیصد تک پہنچ چکی ہے تو انہیں اپنے شوہروں کو دیکھ کر سخت صدمہ پہنچتا کہ اس کا شوہر بھی ان میں سے ایک ہے۔

ایسی صورتحال میں امریکی بیوی کیلیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی، کیونکہ اگر وہ گھر والوں کو اس صورتحال سے مطلع کرتی ہے تو عام طور سے والدین اپنے داماد کو غصہ اور نفرت سے دیکھنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے، اگر اپنے سسرال والوں سے شکایت کرتی تو وہ بھی اپنے بیٹے کے طرفدار ہوتے۔ اور اگر وہ اپنے دوستوں کو کچھ بتاتی، تو از راہ ہمدردی اس کو یہ ہی مشورہ دیں گے کہ وہ جلد از جلد اس سے طلاق لے لے، مگر کیا طلاق لینا اس مسئلہ کا حل ہے؟

بیوفائی ایک حقیقی موت ہے

آغاز میں تو شوہر بڑا مخلص اور وفادار نظر آتا ہے، مگر پھر اچانک اس کے اور ٹائم بڑھ جاتے ہیں، آفس میں کام زیادہ ہونے لگتا ہے اور اس میں ایسے شوق اجاگر ہونے لگتے ہیں، جو اس سے پہلے نہ تھے۔ دوستوں کے ساتھ شکار پر جانے کا بہانہ کر کے رات گھر سے باہر گزارنے لگتا ہے۔ بہت

ساری خواتین کے ساتھ یہ معاملہ پیش آچکا ہے۔

ایک میٹنگ کے دوران ایک بیوی اپنا دکھڑا سناتے ہوئے کہتی ہے:

مجھے ہر وقت یہ پتہ رہتا تھا کہ میرا شوہر بیوفائی کا مرتکب ہو رہا ہے مگر وہ ہر مرتبہ قسم کھا کر مجھ سے کہتا تھا کہ یہ آخری مرتبہ ہے اور میں اس کا یقین کر لیتی تھی، مگر میں اسے سپر مارکیٹ سیلز گرل کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے دیکھتی تو مجھے اندازہ ہو جاتا کہ اب میں زندگی بھر اس پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔

ایک خاتون کا کہنا ہے کہ اس کے نزدیک بیوفائی موت ہے، اس کے شوہر نے ان کی شادی کے دو ہفتے بعد ہی اس سے بیوفائی شروع کر دی تھی، اسی اذیت میں نو سال ہو چکے ہیں، پھر کہتی ہے۔ کہ بیوفائی درحقیقت موت ہے، ایک دوسرے پر اعتماد اور بھروسے کی موت۔ کیونکہ اگر کسی کا شوہر مر جائے تو وہ قانون کا سہارا لیتی ہے، تاکہ وہ اسے مادّی تحفظ فراہم کرے اور اچھی زندگی گزارنے میں اس کی مدد کرے، یہی حال مطلقہ عورت کا بھی ہے ، جسے ہر ماہ اپنے سابقہ شوہر سے نان نفقہ ملتا رہتا ہے۔ جبکہ شوہر کی بیوفائی کی شکار بیوی کے لیے تحفظ کی فراہمی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، بلکہ کبھی کبھی تو معاشرہ اسے ہی اس صورت حال کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ اور اس طرح عورت کا اپنی ذات پر سے بھی اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اور وہ واقعی خود کو مجرم تصور کرنے لگتی ہے۔ کسی کو بھی اپنی داستان الم نہیں سناتی۔ اسے خود شرمندگی

محسوس ہونے لگتی ہے۔

اسلام نے بے وفا بنانے والے اسباب کو ہی ختم کر دیا

اسلام عورت کو ایسے ناخوشگوار ازدواجی زندگی سے نہ صرف نجات دلاتا ہے بلکہ ازدواجی زندگی میں ان فتنے والے دروازوں کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیتا ہے، جس سے اس نازک رشتے میں فرق پڑ سکتا ہے، پہلے تو حفاظتی تدبیر کے ذریعہ ان اسباب کا ہی قلع قمع کر دیتا ہے جو ایسے مواقع پیدا کریں یا پھر عورت کو حق خلع دیکر ہمیشہ کے لیے ایسے شوہروں سے نجات دلاتا ہے۔

پہلے ہم ان حفاظتی تدابیر کا جائزہ لیتے ہیں، جو شوہر کی بیوفائی کی راہ میں دیوار بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ کیرول یوٹومن کی اپنی کتاب (وہ مرد جن کے بس میں وفا اور خلوص نہیں) میں کہتی ہیں۔ کہ بیوفائی کے بھرپور مواقع ملازمتوں اور بزنس وغیرہ کے دوران مردوزن کے اختلاط کے نتیجہ میں میسر آتے ہیں جہاں مردوں کو صنف نازک سے قریب ہونے کا پورا پورا موقع ملتا ہے۔ جہاں وہ اپنے کام کی آڑ میں عورتوں سے بڑے گہرے تعلقات قائم کر لیتے ہیں، جیسے کہ اپنی سکریٹری یا کولیگ کے ساتھ وغیرہ وغیرہ، اور یہ صرف کام کے دوران ہونے والے اختلاط پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ روزمرہ کی سوشل زندگی میں بھی یہی اختلاط اور مکس گیدرنگ، شوہر کے لیے بیوفائی کے راستے کھولتی

ہے، چاہے وہ اس کی بیوی کی عزیز ترین دوست اور سہیلی ہی کیوں نہ ہو۔

(الرای العام نامی جریدہ شمارہ نمبر ۸۹۲۵)

مردوزن کے اختلاط سے معاشرہ میں ہونے والے انتشار کو اہل یورپ نے بھی تسلیم کیا ہے، چنانچہ فلسفہ کا مؤسس ''گمسٹ کونٹ'' اپنی مشہور تصنیف نظام السیاسیۃ علی حسب الفلسفۃ الحیۃ میں لکھتا ہے جس طرح ہمارے زمانہ میں عورتوں کی سوشل حالت کے متعلق خیالی گمراہیاں پیدا ہو رہی ہیں، اسی طرح کے تغیر نظام تمدن اور آداب معاشرت کے ہر ایک دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں، مگر لا آف نیچر جو جنس محبّ (عورت) کو منزل زندگی کے لیے مخصوص رکھتا ہے، اس میں کبھی کوئی اہم تغیر پیدا نہیں ہوا، یہ قانون الٰہی اس درجہ صحیح اور محقق ہے کہ گو اس کی مخالفت میں سینکڑوں باطل خیالات قائم ہوتے رہے، مگر یہ بغیر کسی نقصان یا تغیر کے سب پر غالب آتا رہا۔

مردوں کے مشاغل میں عورتوں کی شرکت سے جو خوفناک نتائج اور فساد پیدا ہو رہے ہیں، ان کا علاج یہی ہے کہ دنیا میں جنس عامل (مرد) پر جنس محبّ (عورت) کے جو مادی فرائض ہیں ان کی حد بندی کر دی جائے، اور تعیّن کر دیا جائے مرد پر واجب ہے کہ عورت کے تغذیہ کا انتظام کرے، یہی قانون طبعی اور ناموس الٰہی ہے، جو جنس محبّ کی اصل زندگی کو منزل کے دائرہ میں محدود کرتا ہے۔ یہی وہ قاعدہ ہے جو ہیئت اجتماعی کے خوفناک اور

مہیب اشکال کو احسن واکمل کر دیتا ہے، یہی وہ قانون ہے جو عورت کو اپنے طبعی جذبات سے ترقی نوع انسانی جیسے شریف فرض کی بجا آوری پر آمادہ کرتا ہے، آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے لیے جو قانون اول دن سے مرتب کیا تھا آج دنیا پھر پھرا کر اسی پر آ رہی ہے۔

اختلاط اسلام میں کیوں منع ہے

اسلام کا نظریہ ہے کہ مردوں کے ساتھ اختلاط کرنا اصل میں عورت کے لیے قید ہے، عورت کا مردوں کے ساتھ میل ملاپ کرنا اسے قید کرنا ہے ،اسی کو لیکر مغرب نے بڑا شور مچایا کہ اسلام عورت کو قید کر دیتا ہے۔ جب کہ اسے آزادی چاہیے تو ہماری تہذیب میں آیئے اسے پوری آزادی ملے گی وہ جہاں چاہے جائے اور جہاں چاہے رہے۔

یہ سوالات پہلی نظر میں بڑے منطقی لگتے ہیں، کیونکہ عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے سے آزادانہ میل جول رکھنے سے باز رکھنا اور روکنا بظاہر ان کی آزادی پر کمند ڈالنا ہے۔

مگر اللہ کے فضل وکرم سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں، کہ مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول اور اختلاط بڑی دردناک قید ہے، جو عورت کو اسیر بنا کر اسے اس کی آزادی سے محروم کر دیتی ہے، مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟

تو جواب حاضر ہے۔ جب ہم کسی چڑیا گھر میں گھومتے پھرتے ہیں،

اور دیکھتے ہیں کہ سارے خطرناک قسم کے جانور کٹہروں میں بند ہیں، تو ہم نہایت آزادی اور اطمینان کے ساتھ گھومتے ہیں، کبھی شیر کو دیکھتے ہیں، تو کبھی ہاتھی کی مستیوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، کبھی چیتے کا بغور معائنہ کرتے ہیں، تو کبھی گوریلے کی حرکتیں دیکھتے ہیں، لیکن اگر ان پنجروں اور کٹہروں کو کھول دیا جائے تو ہم سب سے پہلے اپنی جان بچانے کے لیے باہر کا رخ کریں گے۔

کیونکہ آپ وہاں محفوظ نہیں رہے اور ہماری وہ گھومنے پھرنے کی آزادی ختم ہوگئی، جو ہم پہلے محسوس کر رہے تھے۔ اب تو ہر خونخوار جانور میرے لیے خطرے کی علامت بن گیا تھا، جس نے میرے احساس امن، آزادی اور اطمینان کو ختم کر دیا تھا، اب اس حالت میں کہ کھلے ہوئے کٹہروں کے درمیان خونخوار جانوروں کے رحم وکرم پر تھا، کوئی مجھے آزاد ہرگز نہیں کہہ سکتا تھا، یہی ہوتی ہے اس عورت کی حالت، جو گھر کی چار دیواری کے باہر غیر مردوں کے درمیان رہتی ہے وہ اس وقت آزاد نہیں ہوتی، بہت غیر محفوظ ہوتی ہے، کیونکہ اس کے ارد گرد موجود تمام مردوں کے دلوں میں اس عورت کے لیے ہوس کے جذبات پوشیدہ ہوتے ہیں، جو موقع ملتے ہی باہر آجاتے ہیں بالکل چڑیا گھر کے خونخوار جانوروں کی طرح۔ اگر کھلے کٹہروں کے درمیان گھومتے ہوئے کسی آدمی کو خونخوار جانوروں کے حملے کا خطرہ رہتا ہے،

تو دوسری طرف بالکل اسی طرح مردوں کے درمیان آزادانہ گھومنے پھرنے والی عورت کو ہر دم اپنی آبرو خطرے میں نظر آتی ہے۔

امریکہ میں خواتین کی عصمت محفوظ نہیں

چین نے امریکہ میں انسانی حقوق کی صورتحال کے بارے میں رپورٹ جاری کی ہے، اس میں خواتین کے متعلق کہا گیا ہے کہ امریکہ میں خواتین کو سیاسی برابری کا حق حاصل نہیں ہے، وہاں کی آبادی ۵۱.۱ فیصد حصہ داری رکھنے والی خواتین ۵۳۵ سیٹوں والے ۱۰۹ ویں امریکی پارلیمنٹ (کانگریس) میں محض ۸۱ یا ۱۵.۱ سیٹوں پر ہی قابض ہیں، اس کے علاوہ خواتین کو فوج، جیل اور کام کرنے کی جگہوں پر جنسی تشدد اور اذیت کا شکار ہونا پڑتا ہے، جس میں اعداد وشمار کے حوالہ سے کہا گیا ہے کہ امریکہ میں ہر سال ۵۳ لاکھ خواتین تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ اور اوسطاً ۱۲۳۲ خواتین اپنے قریبی ساتھیوں کے ہاتھوں ماری جاتی ہیں، اس رپورٹ میں ایک خبر کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اپنی زندگی میں ہر تین میں سے ایک امریکی خاتون گھریلو تشدد کا شکار ہوتی ہے، اس میں امریکہ کے فیڈرل تفتیشی بیورو کی ایک رپورٹ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ۲۰۰۶ میں تقریباً ۹۶ ہزار ۶۳۵ خواتین عصمت دری کا شکار ہوئی تھیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک لاکھ میں ۶۳.۵ خواتین ہوس کا شکار رہیں۔ (راشٹریہ سہارا ۱۳؍ مارچ ۲۰۰۶ء)

امریکہ میں آبروریزی سے متعلق رپورٹ کہتی ہے کہ امریکہ میں ہر

چھ منٹ پر آبروریزی کا حادثہ درج کیا جاتا ہے اور وہاں کے پولیس اسٹیشنوں میں جن جرائم کی رپوٹ درج کیجاتی ہے ان میں سرفہرست آبروریزی کے واقعات ہوتے ہیں، جبکہ ۹۰ فیصد آبروریزی کے واقعات ایسے ہوتے ہیں، جو پولیس ریکارڈ تک پہنچ ہی نہیں پاتے، یعنی بہت آسانی سے یہ حساب لگایا جا سکتا ہے، کہ ہر چھ منٹ پر دو آبروریزی کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

امریکہ میں کیئے گئے ایک سروے کے مطابق بڑے شہروں میں رہائش پذیر اکتیس (۳۱) فیصد خواتین اپنے ہی محلے اور علاقوں میں دن کی روشنی میں بھی تنہا چلتے ہوئے گھبراتی ہیں، اور بے شمار امریکی خواتین نے تو صرف مردوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے کراٹے کی تربیت لینا شروع کر دی ہے۔

لاس اینجلس میں جو کہ ''آبروریزی'' کے حوالوں میں دنیا کے ''دارالسلطنت'' کے نام سے مشہور ہو چکا ہے، چودہ سال کی ہر تین لڑکیوں میں سے ایک لڑکی آبروریزی کے خطرے سے دوچار ہے، یہ صورتحال اس حد تک بگڑی کہ کیلی فورنیا کے گورنر جیری براؤن کو ٹیلویژن کے ذریعہ یہ اعلان کرنا پڑا کہ اس جرم کے خاتمہ کیلیے پانچ ارب ڈالر کی لاگت سے دس سالہ جنگ چھیڑنی پڑے گی، پھر جیری براؤن نے شہر کی صورتحال پر سے

پردہ اٹھاتے ہوئے کہا، ہر دم بڑھنے والی خوفناک شدت پسندی اور دلوں میں پلنے والے ڈر اور خوف نے ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے جو ہم سے اپنے ہی معاشرہ میں آزادی سے زندگی گزارنے کا حق چھن چکا ہے۔ (النھضہ نامی میگزین شمارنمبر ۷۳۶)

بچہ چرانے کیلئے حاملہ خاتون کا پیٹ پھاڑ ڈالا

دل دہلا دینے والے ایک واقعہ میں ایک عورت کو اپنی حاملہ پڑوسن کا پیٹ چیر کر بچہ چرانے کی کوشش کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے، پولیس نے بتایا کہ اس واقعہ کو دیکھ کر ایک راہ گیر نے اس کی شکایت پولیس سے کی، زخمی حاملہ خاتون ویلیری آسکن کو فوراً ہسپتال پہنچایا گیا جہاں ایمرجنسی میں اس کا آپریشن کیا گیا لیکن اسپتال نے اس کے یا اس کے بچے کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی ہے۔ ریاستی پولیس نے بتایا کہ فورڈ شہری کے پین سلوانیہ میں رہنے والی ۳۸ سالہ پیگی جو کونر پر الزام ہے کہ اس نے پہلے اپنی ۳۰ سالہ حاملہ پڑوسن ویلیری آسکن کو بیسن بال بلے سے زخمی کیا اور پھر اسے کار کے ذریعہ یہاں سے ۲۵ کلومیٹر دور آرم اسٹرانگ کاؤنٹی میں ایک سنسان جگہ لے جا کر اس کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنے کی کوشش کی، ایک راہ گیر لڑکے نے اسے یہ حرکت کرتے ہوئے دیکھ لیا اور اس کی اطلاع حکام کو دیدی، کورنر پر ویلیری اور اس کے غیر پیدا شدہ بچے کے قتل کی کوشش کا

الزام لگایا گیا ہے۔ (پیٹسبرگ ۱۴؍اکتوبر ۲۰۰۵ اے پی)

امریکہ میں طالبات کی عصمت دری حیران کن

واشنگٹن پوسٹ کا کالم نگار تھاس لکھتا ہے، کہ نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری کے واقعات امریکہ میں خطرناک حد تک پہنچ چکے ہیں، امریکہ کی گیارہ ریاستوں میں کی گئی ایک ریسرچ کے جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں، اس کے مطابق عصمت دری کے واقعات میں ۵۰ فیصد خواتین کی عمر اٹھارہ سال سے کم ہے اور ۲۵ فیصد تو ۱۲؍سال سے بھی کم عمر کی لڑکیاں ہیں، ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے، بچوں کے خلاف جنسی جرائم کی صحیح تعداد معلوم کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ اکثر واقعات کی رپورٹ نہیں ہوتی یا پھر بیشتر واقعات میں گھر کے افراد رشتے دار یا دوست ملوث ہوتے ہیں۔ (بحوالہ بیدار ڈائجسٹ نمبر ۲۹ ص ۴۰)

ویلنٹائن ڈے پر محبوبہ سے شریک حیات بننے والی ادیبہ کے قتل کا سراغ ملا

برطانیہ میں محبت کے اظہار کے تاریخی دن محبوب سے شریک حیات بننے والی ادیبہ کے قتل کا سراغ مل گیا ہے۔ عدالت نے مقتولہ کے پاکستان نژاد خاوند ظہیر احمد کو قتل کا مجرم گردانا ہے، ظہیر نے پولیس کو اپنی بیوی کی گمشدگی کی اطلاع دی تھی۔ اور بتایا تھا کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ہیئر

ڈریسر سیلون پر ڈراپ کیا تھا، جس کے بعد سے وہ لاپتہ ہے۔

ظہیر اور ادیبہ دونوں ہتھیر وائیر پورٹ پر ملازمت کرتے تھے، پولیس کے مطابق ظہیر کے والدین کے نزدیک بھوان کے بیٹے کے قابل نہیں تھی، بی بی سی کے مطابق بیوی کی گمشدگی کی ظہیر کی طرف سے ایف آئی آر کے دو دن بعد دریائے ٹیمس کے کنارے ایک سوٹ کیس سے ایک لاش ملنے کے بعد جب تحقیق شروع کی تو اس کو کچھ ایسے شواہد ملے جس سے پولیس کو مرحومہ ادیبہ کے شوہر پر شک ہوا۔

ظہیر احمد نے پولیس کو بتایا کہ اس نے اپنی بیوی کو ہنسلو کے بیوٹی پارلر پر ڈراپ کیا تاکہ وہ شام کو ڈنر پر جانے کے لیے تیار ہو جائے، پولیس نے جب علاقے کے اکتیس ہیر ڈریسرز سے معلوم کیا تو وہاں ادیبہ نام کے کسی گاہک کی کوئی بکنگ نہیں تھی۔ اور نہ کلوز سرکٹ ٹی وی پر ظہیر احمد کی گاڑی کے اس علاقے میں داخل ہونے کے کوئی شواہد تھے، پولیس نے عدالت کو بتایا کہ تحقیق کاروں کے مطابق ظہیر احمد ڈی این اے کے شواہد مرحومہ کی انگلیوں پر ملے ہیں، اس کے علاوہ ظہیر احمد کی گردن پر بھی نشانات پائے گئے۔

ظہیر احمد کے ایک پڑوسی نے پولیس کو بتایا کہ اس نے ۱۳، فروری کی رات دونوں میاں بیوی کو تکرار کرتے ہوئے سنا تھا۔ اور اتنی بلند آواز میں تکرار کر رہے تھے کہ اس کو اپنے ٹی وی کی آواز بلند کرنی پڑی، پولیس کو

سوٹ کیس سے بھی ظہیر احمد کے بچھائے گئے کارپٹ کے ٹکڑے ملے جس سے پولیس نے اخذ کیا کہ ظہیر نے اپنی بیوی کو قتل کر کے لاش کو سوٹ کیس میں بند کر کے دریا میں پھینک دیا تھا، عدالت نے پولس کے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے ظہیر احمد کو اپنی بیوی کا قاتل قرار دے دیا، ظہیر احمد کو سزا جمعرات کو سنائی جائے گی، برطانیہ میں پھانسی کی سزا پر پابندی ہے۔

(لندن، ۲۷؍فروری یو این آئی)

مشرق بھی مغرب کے نقش قدم پر

مغرب اور بالخصوص امریکہ کے ذریعہ پوری دنیا پر مسلط کیے جانے والے نظریہ کی جڑیں بہت گہری ہیں، آج مغربی ممالک، مشرق کے تشخص کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی اخلاقی قدریں ان پر تھوپنا چاہتے ہیں، وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔ مشرق کو جن نازک حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اچانک رونما نہیں ہوتے، بلکہ یہ سالہا سال کی سازشوں کا نچوڑ اور ہماری اپنی غفلتوں کا نتیجہ ہے کہ آج مغربی معاشرہ ہمارے مشرقی معاشرہ پر غالب آچکا ہے، اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہو۔

راجدھانی میں خواتین کے خلاف جرائم میں کافی اضافہ

دہلی میں خواتین کے جرائم کی رپورٹ کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ راجدھانی میں خواتین کے خلاف جرائم کے واقعات میں کافی اضافہ ہوا

ہے، تاہم اس سال کے ابتدائی پانچ مہینوں میں جہیزی اموات میں کمی آئی ہے، آبروریزی کے واقعات زیادہ ہوتے ہیں، اس سال اب تک ۳۰۸ واقعات سامنے آچکے ہیں۔ جبکہ ۲۰۰۲ء میں ایسے ۴۰۳ واقعات پیش آئے تھے، عورتوں کے ساتھ چھیڑ خانی کے ۴۷۵ واقعات کی شکایتیں مئی تک پولیس کے پاس درج کرائی گئی تھیں۔

جوائنٹ کمشنر آف پولیس (خواتین مخالف جرائم سیل) وملا مہرہ نے بتایا کہ جنسی چھیڑ چھاڑ کے واقعات ۲۰۰۲ء کے مقابلے میں بڑھے ہیں، تب ۴۴۶ کیس سامنے آئے تھے۔ جبکہ اس سال ابتک ۲۶۸ واقعات سامنے آئے ہیں، انہوں نے کہا کہ شرم اور جھجھک کی وجہ سے عورتوں کے خلاف بہت سے جرائم درج نہیں کرائے جاتے ہیں، وملا مہرہ نے بتایا کہ تعزیرات ھند کی سخت دفعات کی وجہ سے جہیز سے متعلق اموات میں کمی آئی ہے، وہ عورتوں کی سلامتی کے موضوع پر فلی لیڈیز آرگنائزیشن کے زیر اہتمام منعقدہ ایک پینل مباحثہ میں حصہ لے رہی تھیں۔

تعزیرات ھند کی دفعات کے مطابق شادی کے سات سال بعد اگر کسی عورت کی موت غیر فطری ہو تو یہ تصور کرلیا جاتا ہے، کہ جہیز کے لیے اس کا قتل ہوا ہے، پینل نے رائے دی کہ گھریلو تشدد سے متعلق نیا قانون بیوی کی پٹائی کے خلاف ایک اچھا آلہ ہوسکتا ہے، اس سال مئی تک راجدھانی

میں گھریلو تشدد کے ۵۴۱ واقعات سامنے آئے۔ جبکہ ۲۰۰۲ء میں ایسے ۱۳۵۲ معاملات درج کرائے گئے تھے، فاری رکشا سمیتی کی صدر رونا شرما نے کہا کہ ملک کی تمام ۶۰ فیصد عورتوں کو کسی نہ کسی طرح مظالم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خواہ وہ جسمانی ہوں، اقتصادی، زبانی یا جذباتی۔ محترمہ شرما نے کہا کہ لمبی مقدمہ بازی، سماجی خوف، پولیس کی جانب سے حمایت کا نہ ملنا اور مصالحت کے لیے دباؤ وہ چیزیں ہیں، جو متاثرین کو مجبور کرتی ہیں کہ ان واقعات کو منظر عام پر نہ لائیں۔ (۷ جولائی ایس این بی ۲۰۰۵)

عصمت دری کا قصوروار قرار دینے کیلئے متاثرہ عورت کی گواہی کافی

سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ کسی کو عصمت دری کا ملزم قرار دینے کے لیے متاثرہ کی اکیلی بھروسہ مند گواہی کافی ہوسکتی ہے، جسٹس ایچ اے سیما اور جسٹس جی پی ماتھر کی بنچ نے مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کے عصمت دری کے ملزم دیال ساہو کو الزام سے بری کرنے کے فیصلہ کو خارج کرتے ہوئے کہا کہ اس گواہی کے حق میں دیگر شواہد کا ہونا ضروری نہیں ہے اور گواہی اگر قابل اعتماد اور مضبوط ہو تو یہ اپنے آپ میں کافی ہے، عدالت نے کہا کہ گواہی کے حق میں شواہد کا ہونا قانونی رکاوٹ نہیں ہے، بلکہ یہ واقعہ کا اندازہ

لگانے کیلئے صرف ایک رہنما اصول ہے۔ ساہو متاثرہ عورت کے گھر میں مہمان تھا اور یکم اکتوبر ۱۹۹۱ کو علی الصباح چار بجے اس کے شوہر کا سانگ رچا کر متاثرہ عورت کے کمرہ میں داخل ہو گیا اور اس کی آبروریزی کی، متاثرہ نے جب یہ دیکھا کہ اس کا شوہر نہیں ہے تو اس نے شور مچا دیا، حالانکہ مقامی عدالت نے ساہو کو عصمت دری کا ملزم ٹھرایا اور اسے ۷ سال کی قید کی سزا سنائی، لیکن مدھیہ پردیش ہائی کورٹ نے بعد میں ڈاکٹر کی رپوٹ نہ ہونے کی بنا پر ساہو کو بری کر دیا، سپریم کورٹ نے کہا کہ جب تک کوئی ٹھوس وجہ نہ ہو اس وقت تک معاون شواہد کی ضرورت نہیں ہے، عدالت نے کہا کہ مدھیہ پردیش ہائی کورٹ نے دفاعی فریق کے حق میں ڈاکٹر کی رپوٹ نہ ہونے پر اس فیصلے پر پہنچ کر غلطی کی، عدالت نے سال ۲۰۰۰ کے اپنے فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے کہا کہ عصمت دری کے ملزم کو اس طرح بری کر دینے سے سماج میں اس طرح کے بھیڑیوں کی حوصلہ افزائی ہو گی، خاص طور سے جب جرم سے متاثرہ خواتین بے سہارا ہوں، عدالت نے کہا کہ اب جب کہ زانیوں کو سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، عدالتوں کو جنسی جرائم کے معاملے سے نمٹنے کے وقت ذمہ داری اور حساسیت کا ثبوت دینا چاہئے۔ (۲/۱ اکتوبر ایس این بی ۲۰۰۵ء)

لاہور میں اجتماعی عصمت دری کا واقعہ منظر عام پر

مختارن مائی کا معاملہ ابھی خبروں ہی میں ہے کہ پاکستانی پنجاب کے وسطی شہر چنیوٹ میں غیرت کے نام پر ایک شادی شدہ خاتون سے اجتماعی عصمت دری کا مبینہ واقعہ منظر عام پر آیا ہے۔

پولس کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ ۳۰۔۳۱ مئی کی درمیانی شب میں پیش آیا تھا۔ اور اس نے حدود آرڈنینس کے تحت مقدمہ درج کر کے نامزد ۸ میں سے ۵ افراد کو گرفتار کرلیا ہے، ایک نے ضمانت کرالی ہے۔ جب کہ دو ملزم فرار ہیں، ۲۵ سالہ فوزیہ کا کہنا ہے کہ اسے غیرت کے نام پر اس مبینہ ظلم کا نشانہ بنایا گیا، اس نے پولیس کی کاروائی پر بھی عدم اطمینان کا اظہار کیا، وہ چنیوٹ کے نواحی علاقے اڈا برجیاں میں رہتی ہے۔ اور تین بچوں کی ماں فوزیہ کا کہنا ہے کہ ملزمان اس پر صلح کے لئے دباؤ ڈال رہے ہیں جب کہ پولیس نے تفتیش میں مبینہ طور پر خامیاں چھوڑ دی ہیں۔

ایف آئی آر کے مطابق ملزمان فوزیہ کو گھر سے اغوا کرنے کے بعد دریائے چناپ کے کنارے ایک غیر آباد مکان میں رکھ کر تین روز تک زیادتی کا نشانہ بناتے رہے، فوزیہ کا کہنا ہے کہ اس دوران اسے مبینہ طور پر شراب پینے اور رقص کے لیے مجبور کیا گیا، فوزیہ کا کہنا ہے کہ ملزمان کہتے

رہے کہ انہوں نے ایک ملزم کی بیٹی کو گھر سے بھگانے کا بدلہ لیا ہے جو اپنی مرضی کی شادی کرنا چاہتی تھی، مذکورہ لڑکی کو اس کے گھر والوں نے بعد میں پکڑ لیا تھا اور اس کی مرضی کے خلاف شادی کر دی، مدعیہ کے بقول ملزمان کو شک تھا کہ لڑکی کے بھاگنے میں فوزیہ کی ایک رشتہ دار خاتون نے مدد کی تھی جس کا بدلہ لینے کے لیے اسے (فوزیہ کو) اغوا کر کے اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا، پولیس نے چھاپہ مار کر اس خاتون کو بازیاب کیا تھا۔

(۷/جولائی یو این آئی ۲۰۰۵ء)

عصمت دری کے بعد انگوچھے سے گلا گھونٹ دیا

تھانہ ملک کے گاؤں تکیہ مہندی پور میں نہر کے کنارے زانی قاتل کی نشاندہی پر آٹھ سالہ لڑکی کی لاش ملی ہے، لڑکی کو عصمت ریزی کے بعد گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا گیا اور نعش نہر کے کنارے پھینک دی گئی۔

بھونک پور گاؤں میں چھوٹے لال کی آٹھ سالہ لڑکی نیلم اپنی ساتھی لڑکیوں کیساتھ آندھی سے گرے آم جمع کر رہی تھی، تبھی باغ کا چوکیدار دنیش نیلم کو پکڑ کر لے گیا، لڑکیاں گھر پہنچ گئیں مگر نیلم گھر نہیں پہنچی، لڑکیوں کے بتانے پر چھوٹے لال نے اپنے گھر والوں کے ساتھ جا کر دنیش کو پکڑ لیا اور پولس کے حوالے کر دیا، پولس نے سختی سے تفتیش کی تو دنیش نے بتایا کہ

پہلے اس نے آٹھ سالہ نیلم کے ساتھ عصمت دری کی پھر انگوچھے سے گلا گھونٹ کر لاش ندی کے کنارے ڈال دی، پولس نے ملزم کی نشاندہی پر آٹھ سالہ نیلم کی لاش برآمد کر لی۔

عصمت دری معاملہ

غفلت برتنے پر مایاپوری تھانہ کا انچارج معطل

قومی راجدھانی دہلی میں چلتی کار میں کل ایک خاتون کی اجتماعی آبروریزی کے معاملے میں پولس کی غفلت کی وجہ سے مایاپوری کے تھانہ انچارج کو آج معطل کر دیا گیا ہے، قومی خواتین کمیشن کی سربراہ گرجا ویاس نے راجدھانی کی ۲۳ سالہ ایک عورت کی چلتی کار میں کل ہونے والی عصمت دری کے اجتماعی واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے آج کہا کہ کمیشن دہلی کو محفوظ بنانے کے 'وسیع منصوبہ' کے ساتھ وزیر اعلیٰ شیلا دکشت اور لیفٹینینٹ گورنر بی ایل جوشی سے ملاقات کرے گا۔

محترمہ ویاس نے صحافیوں سے کہا کہ کل کے واقعہ کے دوران پولیس کی کئی خامیاں سامنے آئی ہیں جس کی وجہ سے ہی مایاپوری کے تھانہ انچارج کو معطل کر دیا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ 'شہر کو محفوظ بنانے کے لیے ایک جامع رہنما اصول تیار کرنے کے بعد میں وزیر اعظم اور لفٹیننٹ گورنر سے

ملاقات کروں گی'۔

محترمہ ویاس نے کل کے واقعہ کو انتہائی افسوسناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ کمیشن کے کئی مطالبات پولس کے ہاتھوں تسلیم کیے جانے کے باوجود یہ شرمناک واقعہ پیش آیا، ان مطالبات میں سڑکوں پر گشت بڑھانے ،پولیس چوکیوں میں بہتر تال میل اور ہر تھانہ میں ایک 'خاتون ڈیسک' بنانے کا مطالبہ شامل تھا، انہوں نے کہا کہ کل کا واقعہ مئی میں دہلی یونیورسٹی کی ایک طالبہ کی چلتی کار میں اجتماعی عصمت دری کے واقعہ جیسا ہی ہے، محترمہ ویاس نے کہا 'ہم نے کاروں میں کالے شیشے چڑھانے پر پابندی لگائے جانے کا مطالبہ کیا ہے' وہ اب تک نافذ نہیں کیا جا سکا ہے، یہاں تک کہ کل کے واقعہ پر پولیس کا رد عمل بھی معمولی قسم کا رہا جس کی وجہ سے مجرموں کو پکڑنے کے لیے بروقت ناکہ بندی بھی نہیں ہو سکی'۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ کمیشن دہلی حکومت، لیفٹیننٹ گورنر، روٹری اور لائنس جیسے پرائیویٹ کلبوں اور دیگر غیر سرکاری اداروں کے ساتھ مل کر شہر کو محفوظ بنانے کے لئے جامع رہنما اصول تیار کریگا۔

محترمہ ویاس نے کہا کہ یہ شرمناک بات ہے کہ راجدھانی میں بیت الخلاء کی کمی ہے۔اور کل کا واقعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ مذکورہ عورت کے ہاتھوں اس کیلئے تنہا اور سنسان جگہ منتخب کئے جانے کی وجہ سے یہ عورت اس

شرمناک ظلم کا شکار بنی۔

اس معاملے میں جلد از جلد انصاف دلائے جانے کا مطالبہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب تک عدالت قصورواروں کو سزا نہیں دیتی، اور پولیس بروقت چالان اور فرد جرم داخل نہیں کرتی، تب تک کوئی بھی شخص قانون سے نہیں ڈرے گا۔ محترمہ ویاس نے کہا کہ چونکہ کل کے واقعہ کی شکار عورت بہری اور ناخواندہ ہے اس لئے وہ مجرموں کا صحیح حلیہ بیان نہیں کرسکتی لیکن پولس کمشنر نے یقین دلایا ہے کہ اس معاملے کی وسیع چھان بین کی جائے گی۔ (۲۱؍جولائی یو این آئی ۲۰۰۵ء)

۷ سال میں ۶۶ ہزار قتل، ۵۰ ہزار سے زائد اغوا کی وارداتیں

پاکستان میں گزشتہ سات برسوں کے دوران ۶۶ ہزار قتل، ۱۶ ہزار افراد اغوا کرنے کے مقدمات درج کئے گئے ہیں، یہ اعداد وشمار منگل کے روز پارلیمان کے ایوان بالا یعنی سینیٹ میں وفاقی وزیر داخلہ نے پروفیسر خورشید احمد کے پوچھے گئے سوال کے تحریری جواب میں پیش کئے ہیں۔

مقدمات کی صوبہ وار تفصیل بھی پیش کی گئی ہے، اور اس اعتبار سے صوبہ پنجاب پہلے نمبر پر ہے، باقی تینوں صوبوں اور اسلام آباد میں درج

ہونے والے مقدمات پنجاب میں ہونے والے مقدمات دوگنے ہیں،
وزیر داخلہ کے مطابق ۱۹۹۸ سے لے کر ۲۰۰۴ تک چاروں صوبوں اور
اسلام آباد میں مجموعی طور پر قتل، عصمت دری، اغوا، شاہراہوں پر لوٹ مار،
کار چوری، گھروں سے چوری اور بچوں کے ساتھ زیادتی یا اغوا کی کل پانچ
لاکھ ۴۰ ہزار کے لگ بھگ وارداتیں رپورٹ کی گئیں، سب سے زیادہ
گھروں سے چوری کے مقدمات یعنی تین لاکھ ۸۷ ہزار رپورٹ ہوئے۔
جن میں سے تین لاکھ ۶۳ ہزار سے زیادہ صرف پنجاب میں مقدمات درج
ہوئے، جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے دوسرے نمبر پر قتل اور تیسرے نمبر پر
اغوا کی وارداتیں ہوئیں، اس عرصہ میں وزارت داخلہ کے مطابق ۱۸ ہزار
سے زیادہ کاریں چھینی گئیں، سب سے زیادہ کاریں صوبہ سندھ سے چھینی
گئیں جن کی تعداد ساڑھے گیارہ ہزار ہے، پنجاب میں کار چھیننے کے
ساڑھے تین ہزار مقدمات درج کیے گئے، وزیر داخلہ نے ایک اور سوال
کے جواب میں ایوان کو مطلع کیا ہے، کہ ۵۰ ہزار سے زیادہ اغوا کی وارداتوں
میں سے ۱۵ سو مقدمات اغوا برائے تاوان کے درج ہوئے ہیں، ان کے
مطابق تاوان کیلیے اغوا ہونے والے ۲۳ مغویوں کو ہلاک کر دیا گیا جب کہ
باقی رہا ہو گئے، اس جرم میں ملوث ۲۲ سو ملزمان کو گرفتار کیا گیا، گرفتار شدگان
میں سے ۷۵۰ کے خلاف چالان عدالتوں میں پیش کیے گئے، ان میں سے

۱۹۰ کو سزائیں ہوئیں، ۱۸۵ ملزمان رہا کر دئے گئے اور باقیوں کیخلاف مقدمات زیر التوا ہیں۔ (۲۷/اپریل ایجنسیاں ۲۰۰۵ء)

ذرا غور کیجیے، ایسے معاشرے میں جہاں ہر دم خطرے کا شکار، خوفزدہ اور غیر محفوظ رہنے والا آزاد نہیں کہلایا جا سکتا، تو مردوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے والی عورت بھلا کیسے آزاد قرار دی جا سکتی ہے، جو ان کے ساتھ کام کرتے ہوئے یا ان کے درمیان چلتے پھرتے ہوئے ہر دم ان کے حملوں کا شکار رہے، جس کی آبرو ہر دم خطرے میں رہے۔

چار کروڑ ملازمت پیشہ خواتین، اپنے مالکان کے ہاتھوں تنگ ہوتی ہیں

کمپنیوں، فیکٹریوں اور مختلف اداروں میں کام کرنیوالی بے شمار خواتین اپنے ساتھ کام کرنے والے ساتھی مردوں یا مالکان کے ہاتھوں تنگ ہوتی رہتی ہیں، چھیڑ خانیاں اکثر حد سے بڑھ کر دست درازیوں اور آبرو ریزی تک پہنچ جاتی ہیں۔

مندرجہ ذیل رپوٹ سے ہمیں پتہ چلے گا، کہ امریکہ کی چار کروڑ ملازمت پیشہ خواتین صرف اپنے مالکان کے ہاتھوں ہی تنگ ہوئی ہیں، تو وہ کتنی ہوں گی جو اپنے ساتھی مردوں کی دست درازیوں کا بھی شکار بنتی ہوں گی۔

آیئے یہ رپورٹ پڑھیں اور غور کریں، ملازمت کے دوران، اپنے مالکان کی دست درازیوں اور ہوس کا مقابلہ کرنے والی خواتین کا مسئلہ، امریکہ میں ہنگامہ برپا کردینے والے تمام مسائل میں سرفہرست ہے۔ جیسا کہ نیویارک میں (کمپنیوں میں انسانی حقوق) کے عنوان سے منعقد ہونے والی، مختلف کانفرسوں میں سے ایک کانفرنس کے دوران مختلف خطاب کرنے والوں کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس طرح بعض نسوانی اداروں کی جانب سے کیے جانیوالے سروے کے نتائج اور اعداد وشمار کے مطابق امریکہ میں ۵۰ فیصد ملازمت پیشہ خواتین، جن کی تعداد چار کروڑ ہے، اپنی ملازمت کے دوران کم از کم ایک بار ضرور مردوں کی ہوس اور دست درازیوں کا شکار بنتی ہیں، جن میں بہت سی خواتین اپنا روزگار چھن جانے کے ڈر سے اپنی زبان بند رکھتی ہیں اور وہ شکایت یا فریاد کرنے سے کتراتی ہیں۔

امریکہ میں ملازمت پیشہ خواتین اکیڈمی کے شعبہ نصح وارشاد کی صدر کورن سونینیا کے کہنے کے مطابق اپنی مالکان کی ہوس کی شکار بننے والی جن خواتین نے ان کے آفس میں آکر شکایت درج کرائی، ان میں سے ۷۰ فیصد کو اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑے جبکہ ۴۳ر فیصد کو ایسے شعبوں میں منتقل کردیا گیا جہاں انہیں مزید چھیڑ چھاڑ اور بدتمیزیوں کا

سامنا کرنا پڑا اور وہ استعفیٰ دینے پر مجبور ہو گئیں۔

راجدھانی دہلی میں قومی جرائم ریکارڈ بیورو کے اعداد وشمار کے مطابق ۲۰۰۰ سے ۲۰۰۶ کے دوران مختلف ریاستوں میں عورتوں کے خلاف جرائم کے ۱۱ لاکھ ۷ ہزار ۸۷۷ معاملات درج ہوئے تاہم صرف ۲۰۰۶ میں اس رحجان میں کمی آئی۔

سرکاری ذرائع کے مطابق حکومت نے وشاکھا کیس میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے پس منظر میں دفاتر میں عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کیے جانے سے بچانے کیلیے متعدد اقدامات کئے ہیں، ان میں ایسے معاملات کو نمٹانے کیلیے شکایت کمیٹیوں کا قیام بھی شامل ہے، سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق سینٹرل سول سروسز (رویہ) قانون ۱۹۶۴ میں ترمیم کر کے جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے، انہیں ہدایت کے مطابق صنعتی روزگار ضابطوں میں بھی ترمیم کی گئی ہے۔

حکومت ان ضابطوں کا بھی جائزہ لے رہی ہے جن سے عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کا امکان ہوسکتا ہے، اس کے علاوہ عورتوں کے خلاف جرائم کے قصورواروں کو سزا دلانے کی کوشش بھی تیز کر رہی ہے، اور گھریلو تشدد کے انسداد کے متعلق بل جلد ہی پارلیمنٹ میں پیش ہونے والا ہے، حکومت نے مصیبت میں گرفتار خواتین کی مدد کے لئے ہیلپ لائن شروع

کی ہے، تشدد اور زیادتی کا شکار ہونے والی خواتین کی رہائش کیلئے قلیل مدتی رہائش گاہ اور اصلاحی منصوبے شروع کیے گئے ہیں۔

ان منصوبوں کے تحت متاثرہ خواتین کی دیکھ بھال، انہیں سمجھانے بجھانے، ان میں اعتماد بحال کرنے اور ہنر سکھانے نیز طبی اور دیگر سہولیات بھی فراہم کرائی گئی ہیں۔

۶۰ سالہ شخص کے ہاتھوں لڑکی کا جنسی استحصال

یہاں ایک ۱۴ سالہ لڑکی نے ایک ۶۰ سالہ تاجر کی مبینہ جنسی زیادتی کے خلاف نواب گنج تھانہ میں ایف آئی آر درج کرائی ہے، پولس کے مطابق لال گوپال گنج کے اس تاجر نے ۲۰ لڑکیوں کو اپنے کارخانے میں کام کے لیے رکھا تھا جن میں ایک کے ساتھ اس نے مبینہ طور پر جنسی زیادتی کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ ہوگئی تھی۔

متاثرہ لڑکی نے اپنی رپورٹ میں الزام لگایا کہ تاجر گزشتہ کئی مہینوں سے اس کے ساتھ جنسی زیادتی کر رہا تھا اور اس نے جب بھی احتجاج کیا تو تاجر نے اسے سنگین نتائج کی دھمکی دے کر خاموش کر دیا، پولس نے تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۶ اور ۳۰۶ کے تحت تاجر کے خلاف معاملہ درج کرایا ہے اور اس لڑکی کو طبی جانچ کے لئے اسپتال بھیج دیا ہے۔

(۲۱/اگست یو این آئی ۲۰۰۵ء)

حقوق نسواں کا دفاع کرنے والی ایک امریکی خاتون وکیل کیٹلین پیرز کا کہنا ہے، کہ ملازمت پیشہ خواتین کی طرف سے درج کرائی جانیوالی اس طرح کی شکایتوں کی جب کمپنیاں انکوائری کرتی ہیں، بار بار کسی مینیجر یا ڈائریکٹر کا اس سلسلے میں نام آنے کے باوجود بھی زیادہ تر صرف خانہ پوری کیلیے ہوتی ہیں، لہذا یہ خاتون وکیل ایک تجویز پیش کرتی ہیں، جس کی رو سے کمپنیوں کو ایک مخصوص نظام ترتیب دینا چاہئے، جس کی ذمہ دار خواتین ہی ہوں، جہاں پر اپنے مالکان کے ہاتھوں تنگ ہونیوالی ملازمت پیشہ خواتین اپنی شکایات آزادی سے درج کرا سکیں، جبکہ کورون سونینا کا کہنا ہے کہ اگر کام کے دوران خواتین کو پیش آنیوالی ان مشکلات پر سنجیدگی سے غور نہ کیا گیا تو اس کے بہت بھیانک نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

پھر کہتی ہیں کہ اس صورتحال سے خواتین میں کام کرنے کا جوش اور ولولہ کم ہو جائیگا، جس سے ان کی کارکردگی بھی بری طرح متاثر ہوگی، اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر ملازمت پیشہ خواتین کو اس طرح تنگ کیا جاتا رہا اور اپنے مالکان کے اشاروں پر چلنے سے انکار کی صورت میں سزا کے طور پر انہیں ترقی سے محروم کیا جاتا رہا، تو وہ خواتین اپنی اپنی کمپنیوں پر کیس دائر کرنا شروع کر دیں گی اور معاملات عدالتوں تک پہنچ جائیں گے۔

تو پھر یہ کیسی آزادی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی ملازم خاتون اپنے مالک کو

خوش نہ کر سکنے کی پاداش میں مشکلات کا سامنا کرے اور ترقی سے محروم رہے۔ نیز آفس بدلنے یا استعفیٰ دے کر کام ہی چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

یہ تھی مغربی تہذیب کی ایک ہلکی سی جھلک، جس کی عالم کاری کرنے کے لیے آج مغرب کے شیطانی دماغ طرح طرح کی سازشیں کر رہے ہیں، بلکہ ہر ایسے طریقہ کار پر عمل پیرا ہیں، جس کے ذریعہ دوسری قوموں کے معاشرے کو بدلا جا سکے، اس کیلئے بنیادی طور پر انھوں نے عورت ذات کو گمراہ کرنیکی مذموم کوشش کی اور مساوات کے سنہرے خواب دکھلا کر اس کی پاکیزگی وعفت پر حملہ کر دیا جسکی وجہ سے جرائم نے ایک وبا کی سی شکل اختیار کر لی۔

آزادی کا حقیقی مفہوم

آزادی کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو یہ اختیار ہو کہ جس چیز میں وہ سکون محسوس کرے اور جدھر اس کا دل مائل ہو وہ کرے، جبکہ اگر اسکو یہ حق نہ دیا جائے اور کسی اور کے ہاتھ میں اسکی باگ ڈور تھما دی جائے تو ہرگز آزاد نہیں ہے ۔لہذا اگر مردوں کیساتھ اختلاط اور میل جول سے عورت خوف وہراس کا شکار ہو جاتی ہے، اسکا چین وسکون ختم ہو جاتا ہے اس کی عفت وعصمت داغدار ہو جاتی ہے، تو یہ اس کی آزادی کو سلب کرنے والی قید کے مترادف ہے۔

بریگیڈ اوف ہمیر کہتی ہے کہ مغربی عورت کی آزادی ایک وہم ہے، کیونکہ اس آزادی نے عورت کو اس کی نسوانیت، نسوانی حقوق اور نسوانی

آزادی سے عاری اور مجرد کر دیا ہے۔ اور سب کچھ اس سے چھین کر اسے
مرد سے قریب ترین ایک مخلوق بنا دیا ہے۔

عورتوں کی آزادی خود ان کے حق میں

کون نہیں جانتا کہ عورتوں کی آزادی ملک کو تباہ کر ڈالتی ہے، قوم کی
ریڑھ کی ہڈی توڑ ڈالتی ہے اور خود عورتوں کو جنت سے جہنم میں پہنچا دیتی
ہے۔ عورت اکیسویں صدی میں خوش ہے کہ اس کو اس کا حق مل رہا ہے۔ وہ
ہر محکمہ میں ملازمت حاصل کر رہی ہے، مگر اسے پتہ نہیں کہ مردوں نے اسے
گائے بیل کی طرح استعمال کرنا شروع کر رکھا ہے۔ اسے ذرہ برابر بھی
چین نہیں، اپنے قدرتی فرائض سے وہ دن بدن دور ہوتی چلی جا رہی ہے،
مردوں کی تفریح کے لیے عورتوں کو سنیما کے پردہ پر آنا پڑا، مردوں کی دلبستگی
کا سامان مہیا کرنے کیلیے تھیٹر کی ناپاک زندگی قبول کرنی پڑی، مردوں کی
ہوس پوری کرنے کیلیے ان کو کلب اور ناچ رنگ گھروں میں ناچنا پڑا۔ اور حد
یہ ہے کہ محض مردوں کی شہوت پرستی کے سلسلہ میں عورتوں کو عریاں کلب بنانا
پڑا، مگر اب تک عورت یہی سمجھ رہی ہے کہ مردوں کی غلامی سے نجات مل گئی۔

عورتوں کی آزادی مردوں کے حق میں

مرد نہیں سوچتا کہ عورت کی آزادی سے اس کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے،

کتنے شریفوں کی بہو بیٹیاں گھر سے نکل گئیں، اور کتنی پاکدامن عورتوں کی عصمتیں تباہ ہو گئیں۔ کالجوں، یونیورسٹیوں اور کلبوں میں جو کچھ ہوتا ہے اس کو بیان کرنیکی چنداں ضرورت نہیں، اسلام نے عورتوں کی عصمت کی قدم قدم پر رہنمائی کی ہے کہ نظام تمدن برقرار رہے۔ اور مرد و عورت دونوں اپنے اپنے فرائض منصبی بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ جہاں شریعت کی بنائی ہوئی راہ کے خلاف عورت و مرد کا اجتماع ہوگا، وہاں یقینی طور پر جلد یا بدیر فتنے برپا ہوں گے، اور دونوں ہی اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہ اور کاہل ثابت ہوتے رہیں گے۔

معاشرے میں ہونیوالی تباہ کاریوں کے اسباب کو ہی اسلام ختم کر دیتا ہے۔ اور ایسے تمام اسباب پر جنکے ذریعہ سے معاشرے میں فساد برپا ہو یا جن کے ذریعہ نازک ازدواجی رشتہ متاثر ہو، اسلام زبردست قدغن لگاتا ہے۔

زنا اور اس کے مفاسد

یہی ایک ایسا فتنہ ہے، جس کا اثر قوموں کے عروج وزوال پر پڑتا ہے اسی لیے اسلام نے نہ صرف اس فعل کو روکا ہے بلکہ بعض اس کے محرکات سے بھی باز رہنے کی ترغیب دلائی ہے۔

ایک نوجوان کو آنحضرت ﷺ کی نصیحت

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ

سے ایک روایت نقل کی ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک نوجوان خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور خواست کی، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے زنا کی اجازت دید یجئے۔ وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسکی اس گستاخی سے اس پر پل پڑے اور سب نے اسکو ڈانٹا اور کہا کہ تم یہ کیا کہ رہے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان سے فرمایا: ''قریب آجاؤ''۔ وہ قریب آگیا، آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ (اس کے بعد آپؐ نے اسکو سمجھانے کیلیے چند سوال و جواب شروع کردیے) آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تم اس (زنا کے) کام کو اپنی ماں کیلئے پسند کروگے؟

نوجوان: نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرتؐ: دوسرے لوگ بھی اسکو اپنی ماں کیلئے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اسکو (زنا کو) اپنی لڑکی کیلئے اچھا جانتے ہو؟

نوجوان: میں آپ پر نثار ہوں، نہیں یارسول اللہ

آنحضرت: دوسرے لوگ بھی اسکو اپنی لڑکیوں کیلئے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: اس برے کام کو (کیا تم) اپنی بہنوں کیلئے برداشت کرسکتے ہو؟

نوجوان: نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت: دوسرے لوگ بھی اس گندگی کو اپنی بہنوں کے حق میں برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر پوچھا: اچھا اس برے کام کو کیا تم اپنی پھوپھی

کیلئے پسند کرو گے؟

نوجوان: نہیں یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت: دوسرے لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کیلئے زنا کاری کو پسند نہیں کرتے۔ یہ بتاؤ تم زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارہ کرلو گے؟

نوجوان: نہیں یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت: دوسرے لوگ بھی زنا کو اپنی خالہ کیلئے گوارانہیں کر سکتے۔ (اس طرح جب اس مسئلہ کو اس کے ذہن نشین کر چکے) تو آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور دعاء فرمائی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَاَحْصِنْ فَرْجَهٗ (ترجمہ: اے اللہ اس کے گناہ معاف کردے۔ اس کا دل پاک فرمادے۔ اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما)۔ راوی کا بیان ہے کہ اس تقریر اور دعائے نبویؐ کا یہ اثر ہوا کہ اس شخص کو کبھی بھی اس کے بعد زنا کا خیال نہ گزرا۔ (مسند احمد جلد ۵۔ ص ۲۵۶)

بات بھی کتنے پتہ کی فرمائی گئی، غور کیجیے، کوئی مرد ہے جس کی ماں نہ ہو، لڑکی نہ ہو، بہن نہ ہو، پھوپھی نہ ہو، خالہ نہ ہو!؟ پھر کیا یہ انسانیت ہے کہ وہ ان رشتہ دار عورتوں سے یہ برا کام برداشت کرلے!؟

طاقت سے تصادم

ایک مقام پر قرآن نے زنا کی برائی کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد ہے:

لا تُنكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاءُ كُم مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا قد سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقتًا وَّسَاءَ سَبِيلًا ۔ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔مگر جو بات گذر گئی ۔گذر گئی ۔ بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔

اس آیت میں زنا کو ''فاحشۃً'' اور ''ساءَ سبیلا'' سے تعبیر کیا ہے۔اور ایک لفظ اور بڑھایا۔ ''مَقتًا'' ، جو ہے تو ایک لفظ لیکن کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم کی تعبیر کیلئے لایا گیا ہے۔اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ زنا کے انجام کو قرآن نے کہاں تک پہنچا دیا۔اسی تصادم ہی کے آثار ہیں، جنہیں آئے دن ہم دیکھتے رہتے ہیں۔

عفت پر بیعت

اس سے بھی اس جرم کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے کہ عورتوں سے جن الفاظ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے تھے قرآن پاک میں ان الفاظ کو محفوظ بھی کر دیا گیا ہے۔

لَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ (سورۃ الممتحنہ۔۲)

ترجمہ: وہ بدکاری نہیں کریں گی، نہ ہی اپنے بچوں کو قتل کرینگی ،اور نہ ہی کہیں پڑے کسی بچے کو اپنے شوہر کے سر منڈھیں گی۔

زنا کی برائیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ مثلاً زنا کے عام ہونے کے بعد شر و رفتن کے چشمے ابل پڑتے ہیں۔ قوم میں کشت و خون کا بازار گرم ہو جاتا ہے، اعمال و اخلاق کی مٹی پلید ہو جاتی ہے، ملک کا معیارِ اخلاق گر جاتا ہے، زنا کار قوم کی عظمت و وقعت ذلت و رسوائی سے بدل جاتی ہے۔ عزت و شوکت ملیامیٹ ہو جاتی ہے، پھر انسانیت میں جونہی ضعف آیا، امن و امان خطرہ میں گھر جاتا ہے، غریبوں کی جان لب پر آجاتی ہے، ملک صحت کے اعتبار سے نیچے آجاتا ہے، اور جوانانِ قوم خصوصاً، اور عام افراد عموماً، متعدّی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اسلامی تعلیم سے روگردانی کا انجام

اسلامی نقطہ نظر کا اجمالی نقشہ بقدر ضرورت آپ کے سامنے پیش ہو چکا ہے، اب آیئے ذرا اپنے زمانہ کی کچھ روداد سن لیجئے۔ امریکہ جو اس وقت دنیا میں ممتاز ملک مانا جاتا ہے، وہاں زنا کاری کی وبا کا نتیجہ یہ ہے، کہ تیس چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی بیماری کی بدولت ہوتی ہیں، کم از کم ساٹھ فیصد نوجوان سوزاک کی بیماری میں مبتلا ہیں، اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں ہیں... شادی شدہ عورتوں کے اعضائے رحمی کے جتنے آپریشن کیے جاتے ہیں ان میں پچھتر فیصدی ایسی

نکلتی ہیں، جن میں سوزاک پایا جاتا ہے۔

امریکہ میں زنا اور اس کے نتائج

جج لینڈسے (جو کہ عدالت جرائم اطفال کا صدر ہے اور اس حیثیت سے وہ کافی علم رکھتا ہے) وہ لکھتا ہے: "اسکول کی عمر والی چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو گیا ہے، جن میں سے ایک سو پچیس ایسی ہیں جن کو حمل ٹھہر گیا تھا"

اسی جج لینڈسے کا امریکہ کے متعلق بیان ہے: "امریکہ میں ہر سال کم از کم پندرہ لاکھ حمل اسقاط کئے جاتے ہیں۔ اور ہزارہا بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دئے جاتے ہیں"۔

امریکہ ہی کی ایک رپورٹ اور بھی پڑھ لیجئے اور ان سے اندازہ لگایئے کہ زنا کاری کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ان کا اپنا اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم پینتالیس فیصدی لڑکیاں اسکول چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہوتی ہیں۔

آتشک، سوزاک اور دوسری مہلک بیماریاں

زنا کی جسمانی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے "انسائکلو پیڈیا برٹانیکا" جلد ۴ صفحہ ۴۵ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے دو لاکھ، اور سوزاک کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار

مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے، ساڑھے چھ سو دواخانے صرف انہی امراض کے لیے مخصوص ہیں، مگر یہ پر سنٹیج سرکاری دواخانوں سے زیادہ مرجوع پرائیویٹ ڈاکٹروں کے پاس ہے، ان کے پاس اکسٹھ فیصد آتشک کے، اور نواسی فیصدی سوزاک کے مریض جاتے ہیں۔

امریکہ میں جن عورتوں نے اِسے اپنا مستقل پیشہ بنالیا ہے ان کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔ قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت ملاقات خانے ہیں جو اس غرض کیلئے آراستہ کیے جاتے ہیں کہ ''شریف'' اصحاب اور خواتین جب باہم ملاقات کرنا چاہیں، تو ان کی ملاقات کا انتظام کر دیا جائے، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے اٹھارہ مکان تھے، دوسرے شہر میں تینتالیس، ایک شہر میں تینتیس مکانوں میں صرف بن بیاہی خواتین ہی نہیں جاتیں، بلکہ بہت سی بیاہی ہوئی خواتین کا بھی وہاں گزر ہوتا ہے۔

ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ نیو یارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے۔

''زنا'' نے امریکہ میں یہ قیامت برپا کر دی ہے کہ بلوغ سے پہلے ہی لڑکی اور لڑکے کی محبت اور مباشرت دونوں شروع ہو جاتی ہیں اور لڑکیاں قبل از وقت بالغ ہو جاتی ہیں۔

کنسے رپورٹ

۱۹۴۸ء میں ڈاکٹر ''ہنلی کنسے'' نے ایک مبسوط رپورٹ پیش کی ہے۔ یہ رپورٹ ڈاکٹر کنسے اور ان کے ساتھیوں نے بارہ ہزار امریکی مردوں سے مل کر تیار کی ہے اور ان کے خفیہ حالات معلوم کیے ہیں۔

''استلذاذ بالنفس'' میں نوے فیصد امرِیکی مرد زندگی کے کسی نہ کسی حصہ میں مبتلا رہے۔

''استلذاذ بالجنس'' امرِیکی مردوں کی ایک تہائی آبادی نے کم از کم اپنی زندگی میں ایک مرتبہ اس شوق کی تکمیل کی، گویا ستّر لاکھ امریکی مرد استلذاذ بالمثل میں مبتلا ہیں۔

''استلذاذ بالضد'' زنا پندرہ سال کی عمر تک پچیس فیصد، چھبیس سے چالیس سال تک نوے فیصد، ۲۰ر سال سے پچیس سال کی عمر تک غیر فاحشہ عورتوں سے اختلاط کی تعداد چالیس فیصد ہے۔

''تعلیم کے اعتبار سے''جن کی تعلیم ''گرامر اسکول'' تک ہے، اسمیں چوراسی فیصد کو عورتوں سے اختلاط کا سابقہ رہا ہے۔

ہائی اسکول تک تعلیم پانے والوں کا تناسب غیر عورتوں سے اختلاط ۷۵ فیصدی، اور ''کالج'' کے طلبہ کا تناسب زنا میں ۴۹ فیصد ہے، یہ اکیس سال کی عمر والوں کی تعداد ہے۔

شادی شدہ مردوں میں نصف تعداد ایسی ہے جنھوں نے اپنی بیوی سمیت غیر عورتوں سے بھی اختلاط کیا ہے۔

بیشتر اعداد و شمار ۱۹۴۸ء کے ہیں، اندازہ کریں کہ اب تک یہ قوم جس شوق سے بدکاری اور فحاشی کے طوفان میں بڑھتی جارہی ہے، آج اعداد و شمار کس حد تک بڑھ گئے ہوں گے۔

انگلستان میں زنا کی وبا

انگلستان جو اپنی جدّت پسندی میں، بہت مشہور ہے، اس کے متعلق وہیں کا ایک ''انگریز'' جارریئلی اسکاٹ اپنی کتاب ''تاریخ الفحشاء'' میں لکھتا ہے۔

''پیشہ ور عورتوں کے علاوہ بڑی تعداد ان عورتوں کی بھی ہے جو آمدنی میں اضافہ کیلئے زناکاری کے پیشہ کو بھی ضمنی طور پر اختیار کیے ہوئے ہیں...... اب جوان لڑکی کیلئے بدچلنی اور بے باکی اس کے شوق میں داخل ہیں...... ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے، جو شادی سے پہلے جنسی تعلقات بلا تکلف قائم کرلیتی ہیں۔ اور وہ لڑکیاں اب شاذ کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربان گاہ کے سامنے نکاح کا پیمانِ وفا باندھتے وقت صحیح معنی میں دوشیزہ ہوتی ہیں۔

ایک اور صاحب تحریر کرتے ہیں کہ انگلستان میں محتاط اندازہ کے

مطابق ہر سال نوّے ہزار حمل اسقاط کیے جاتے ہیں، شادی شدہ عورتوں میں اس کا تناسب اس سے بھی زیادہ ہے۔

﴿فرانس میں بدکاری﴾

انگلستان کے بعد تھوڑا سا حال فرانس کی بدکاری اور اس سے نقصانات کا بھی سن لیجیے۔

''جنگ عظیم سے پہلے موسیو بیولو فرانس کے اٹارنی جنرل نے اپنی رپورٹ میں ان عورتوں کی تعداد پانچ لاکھ بتائی تھی، جو اپنے جسم کو کرایہ پر چلاتی ہیں، اس پیشہ میں اشتہار سے پورا کام لیا جاتا ہے''۔ جنگ عظیم کے ابتدائی دو سالوں میں جن سپاہیوں کو محض آتشک کی وجہ سے رخصت دے کر ہسپتالوں میں بھیجنا پڑا، ان کی تعداد پچھتر ہزار تھی۔ ایک متوسط درجہ کی چھاؤنی میں بیک وقت دو سو بیالیس سپاہی اس مرض میں مبتلا ہوئے۔

ایک ماہر فرانسیسی ڈاکٹر کا بیان ہے کہ فرانس میں ہر سال صرف آتشک اور اس سے پیدا شدہ امراض کی وجہ سے تیس ہزار جانیں ضائع ہوتی ہیں۔

یہ مختصر سے اعداد و شمار اس لیے پیش کیے گئے ہیں تا کہ آپ غور کر سکیں کہ زنا کاری کے مقاصد کیا ہوتے ہیں۔ اور ان سے ملک و قوم کا کتنا زبردست جانی، مالی، اخلاقی اور سیاسی نقصان ہوتا ہے۔

پاکباز رہو، تاکہ تمہاری عورتیں بھی پاکیزہ رہیں

نبی کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں: عَفُّوْا تَعِفَّ نِسَاؤُكُمْ (طبرانی، المعجم الاوسط) عفت اختیار کرو تمہاری عورتیں بھی پاکباز رہیں گی۔ یہاں عورتوں سے مراد بیویاں، مائیں، بیٹیاں اور بہنیں ہیں۔ بیوفائی، بیوفائی کو جنم دیتی ہے، خیانت سے خیانت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو وفا اور پاکبازی کی تربیت دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ضمانت بھی دیتا ہے کہ یہی صفات انکے اہل وعیال میں منتقل ہوں گی۔ اور پھر خیانت و بیوفائی اپنی موت آپ مرجائیگی۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا: اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (سورۃ النور آیت ۳)

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے۔ اور (اسی طرح) زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے۔ اور یہ (یعنی ایسا نکاح) مسلمانوں پر حرام (اور موجب گناہ) کیا گیا ہے۔ یعنی ایک فاسق اور فاجر مرد، بدکاری جس کی فطرت میں شامل ہو وہ کبھی کسی نیک صالح عورت سے نکاح کا خواہش مند نہیں ہوگا، بلکہ اسے تو اپنے جیسی ہی فاجرہ وفاسقہ اور خبیثہ عورت کی طلب ہوگی۔ اسی طرح ایک فاسق وفاجر

عورت سے کوئی بھی نیک صالح مرد شادی نہیں کرنا چاہے گا، بلکہ اس سے متنفر ہوگا اور ایسی عورت میں اس جیسے ہی فاسق و فاجر مرد دلچسپی لیں گے۔

شوہر کی اطاعت

بیوی اپنے شوہر کے فطری تقاضوں کی ادائیگی کیلئے ہر دم مستعد رہے اور پل بھر کیلئے بھی سستی کاہلی یا ٹال مٹول سے کام نہ لے کیونکہ یہ مرد کا جذبہ اور فطری خواہش ہے جسے اگر اسکی بیوی پورا نہیں کریگی تو لامحالہ کسی دوسری عورت کے ذریعہ اسے پوری کرنے کا خیال اسکے دل میں جڑ پکڑے گا۔ اور وہ بھی غیر شرعی طریقے سے۔ اسی نظریہ کے پیش نظر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زوجَتَهٗ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ (ترمذی)

اگر شوہر اپنی بیوی کو جنسی ضرورت کیلئے بلائے تو وہ فوراً اُسکے پاس چلی جائے، خواہ وہ تنور پر ہی بیٹھی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہؐ نے حیلوں اور بہانوں کا ہر وہ راستہ بند فرما دیا، جس کا سہارا لیکر بیوی شوہر کے بلانے پر نہ جانے کا جواز پیش کرسکتی ہے۔ اور اسکی بڑی اچھی مثال پیش فرمائی کہ چاہے وہ تنور کے سامنے بیٹھی روٹیاں ہی کیوں نہ پکا رہی ہو، اور روٹی توے پر ہو۔ یہ بڑی زبردست مثال ہے کیونکہ تنور پر روٹیاں چھوڑ کر کہیں جانا آسان کام نہیں، اِسلئے ممکن ہے کہ بیوی اسوقت یہ بہانہ کرے کہ جب تک روٹی بنا کر فارغ

نہیں ہو جاتی وہ تنور کو جلا ہوا چھوڑ کر شوہر کے پاس نہیں جا سکتی ،تو یہاں رسول اللہؐ اس کیلئے وضاحت فرماتے ہیں کہ تنور کو جلا ہوا چھوڑ کر جانا اس کیلئے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اپنے شوہر کو انتظار کرتا ہوا چھوڑے کیونکہ اسکے سینہ میں اس وقت جو آگ دہک رہی ہو گی وہ اس تنور کی آگ سے کہیں زیادہ خطرناک ہو گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریمؐ نے فرمایا: اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا اور وہ اسکے پاس نہیں آئی اور وہ ساری رات اس سے ناراض رہا تو صبح ہونے تک فرشتے اس (عورت) پر لعنت بھیجتے رہیں گے (بخاری و مسلم)۔

عورت کا اپنے شوہر کے بستر پر آنے سے انکار، یا ٹال مٹول معمولی بات نہیں جسے نظر انداز کر دیا جائے، بلکہ اس کی سزا بھی بتا دی کہ ساری رات فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسی عورت کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ شوہر کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھے، اور اس کی اجازت کے بغیر گھر میں کسی کو آنے کی اجازت دے ۔(متفق علیہ) بہر حال جب شوہر بلائے تو اس کی طرف متوجہ ہو، اور اس کے پاس پہنچ جانا چاہیے، شوہر کی اجازت کے بغیر نہ تو بیوی کو نفل نماز پڑھنی

چاہیے، اور نہ ہی نفل روزے رکھنے چاہئیں، یہاں تک کہ فرض نمازیں بھی لمبی اور دیر تک نہیں پڑھنی چاہیے، ابوداؤد میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت صفوانؓ بن معطل کی بیوی آنحضرتؐ کی خدمت میں شکایت لے کر آئیں، کہ میرے شوہر مجھے نماز پڑھنے پر مارتے ہیں، روزہ رکھتی ہوں تو تڑوادیتے ہیں اور خود فجر کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھتے ہیں۔ صفوان بھی موجود تھے، آپؐ نے ان سے دریافت کیا کہ حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جب یہ نمازیں شروع کرتی ہے تو دو بڑی سورتیں ایک رکعت میں پڑھتی ہے۔ میں نے بار بار منع کیا لیکن نہیں مانتی اس پر میں اسکو مارتا ہوں، آپؐ نے خاتون سے فرمایا، ایک چھوٹی سورت سے بھی نماز ہو جاتی ہے، پھر صفوانؓ نے کہا کہ جب یہ نفل روزے رکھتی ہے تو مسلسل رکھتی چلی جاتی ہے، اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں اسلئے روزہ تڑوادیتا ہوں، اسپر آپؐ نے فرمایا کوئی عورت نفل روزہ بغیر شوہر کی اجازت کے نہ رکھا کرے، فجر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کی وجہ صفوان نے یہ پیش کی کہ وہ محنت مزدوری کرتے ہیں، اس میں رات گئے تک مصروف رہنا پڑتا ہے اسلئے صبح اٹھنے میں دیر ہو جاتی ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ شوہر کی اطاعت اس حد تک ضروری ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ لازم آتی ہو، نفل روزہ یا نفل نماز چھوڑ دینے

سے اللہ کی نافرمانی نہیں ہوتی ، البتہ جہاں معصیت کی بات ہو اور احکام شریعت کی پامالی ہوتی ہو وہاں صاف انکار کردینا ضروری ہے خواہ شوہر خوش ہو یا ناخوش، اس کے تعلقات اچھے رہیں یا برے۔ کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ (جس چیز میں خالق کی نافرمانی ہو اس میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے)۔

امام مسلمؒ کی روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ اگر تم میں سے کسی کو کوئی عورت پسند آجائے اور اس پر دل آجائے تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس چلا جائے (اور صحبت کرے) کہ اس سے اسکی نفسانی خواہش ختم ہو جائیگی۔

آپ ان احادیث کے ذریعہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ازدواجی زندگی کو تباہ کرنے، شوہروں کو بیوفائی کی طرف لیجانے والے سارے راستے، اور غیر شرعی تعلقات کو فروغ دینے والی ساری راہیں اسلامی پابندیوں سے گھری ہیں، جن پر اگر عمل کیا جائے تو یہ راستے خود بخود بند ہو جائیں گے۔ اسطرح اسلام عورت کو شوہر کی بیوفائی سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اسے قلق، خوف، رنج اور غم میں ڈوبی ہوئی مایوس زندگی سے نجات دلاتا ہے۔

تعددِ زوجات

مستشرقین اور یوروپی ممالک نے حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ

اسلامی تصویر کو مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ انھوں نے تعددِ زوجات کے مسئلے کو لیکر بڑا ہنگامہ کیا کہ دیکھو اسلام مردوں کو ایک وقت میں چار عورتوں سے شادی کی اجازت دیتا ہے۔ یہ تو عورتوں پر ظلم ہے، عورتوں کو بھی چار شادیوں کی اجازت ہونی چاہیے تھی، کیا عورت انسان نہیں جس طرح مردوں کی خواہشات ابھرتی ہیں، اسی طرح عورتوں کی بھی خواہشات ابھرتی ہیں، لہذا عورتوں کو بھی انصاف ملنا چاہیے، اس سے تو عورتوں کی آزادی ہی سلب ہوگئی۔ جواب یہ ہے کہ تعددِ زوجات مرد کو پابند، اور عورت کو آزاد کر دیتا ہے، جب کہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، اور ہونے والے تجربات ومشاہدات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ تعدد پر پابندی عورت کیلئے پابندی، اور تعدد کی اجازت عورت کیلئے آزادی ہے۔

عورتیں بمقابلہ مرد کے زیادہ ہوتی ہیں

یورپ میں (جسکو سب ممالک سے بڑھ کر تعددِ زوجات کی ضرورت ہے) عورتوں کی تعداد مردوں سے اس قدر زیادہ ہے، جسکی انتہا نہیں۔ چنانچہ برطانیہ میں ایک جنگ سے پہلے بارہ لاکھ انہتر ہزار تین سو پچاس (۱۲۶۹۳۵۰) عورتیں ایسی تھیں جن کیلئے ایک بیوی والے قاعدہ کی رو سے مرد مہیا نہیں ہوسکتا، اسی طرح فرانس میں ۱۹۰۰ء کے اندر عورتوں کی تعداد چار لاکھ تیس ہزار سات سونو (۴۳۰۷۰۹) سے زیادہ تھی۔ اسی طرح

جرمنی میں ۱۹۰۰ء کے اندر ہر ایک ہزار مرد کیلئے کئی کئی ہزار عورتیں تھیں۔سوڈان میں ۱۹۰۱ء کے اندر ایک لاکھ باسٹھ ہزار آٹھ سو ستر (۱۶۲۸۷۰)۔اور ہسپانیہ میں ۱۸۹۰ء کے اندر چار لاکھ ستاون ہزار باسٹھ عورتیں (۴۵۷۰۶۲)۔اور آسٹریلیا میں ۱۹۹۰ء کے اندر چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے (۶۴۴۷۹۶) عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں۔

اب ہم ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعددِ زوجات کو برا سمجھتے ہیں، مگر یہ بتا دیا جائے کہ کم از کم چالیس لاکھ عورتوں کیلئے کونسا قانون تجویز کیا گیا؟ کیونکہ ایک بیوی کے قاعدہ کی رو سے ان کو تو یورپ میں خاوند نہیں مل سکتے، ایسے میں ان عورتوں کے سامنے دو ہی راستے ہوتے ہیں، یا تو وہ اپنی پوری زندگی بغیر مرد کے ہی گزار دیں جس کا مطلب ہے، مایوسی محرومی اور تنہائی سے بھرپور زندگی، جو بلاشبہ ایک عورت کیلئے کسی قید سے کم نہیں۔دوسرا راستہ ان کے سامنے یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی شادی شدہ مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کر لیں، یہ بھی ان کیلئے قید و پابندی ہے، کیونکہ عام طور پر اس قسم کے تعلقات میں رازداری برتی جاتی ہے۔اور اس تعلق کے نتیجہ میں عورت کے یہاں جو بچے پیدا ہوتے ہیں، وہ بھی اس کیلئے قید بن جاتے ہیں۔اور ان تعلقات کا برقرار رہنا مرد کے موڈ اور مزاج پر منحصر ہوتا ہے۔ان دونوں کے درمیان کوئی ایسا معاہدہ تو

ہوتا نہیں جو مرد کو اس عورت کا ذمہ دار یا اس کا پابند قرار دے، اس لیے اس قسم کے تعلقات الٹا عورت کو اسکا اسیر اور پابند بنا دیتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان غیر شرعی تعلقات کو قائم کر کے عورت کے دل میں جو ہر وقت بدنامی اور رسوائی کا ڈر کروٹیں لیتا رہتا ہے، وہ بھی اس کیلئے قید سے کم نہیں ہوتا۔

﴿لینڈا کا خط ورلڈ کمیٹی آف چرچ کے نام﴾

لینڈا نامی ایک امریکی دوشیزہ رقم طراز ہیں: آپ لوگوں نے اپنے میگزین (روشن حقیقت) میں ایک مضمون چھاپا تھا، جس میں آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی تخلیق اس لیے کی ہے، کہ وہ محبت اور زندگی میں مرد کا ساتھ دے، اسکی اطاعت کرے، اور اسکی حوصلہ افزائی کرے۔ اور جس عورت کے وجود کا کوئی مقصد نہیں رہتا، جو مرد کیلئے یہ سب کچھ نہیں کر سکتی، تو وہ مایوسی کا شکار ہو کر ایک عضو معطل کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اِس حقیقت کا اعتراف میں اِس لیے کرتی ہوں کہ میں خود ایسی یاس بھری زندگی گزار رہی ہوں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق عورتوں اور مردوں کی تعداد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ امریکہ میں ۷۸ لاکھ عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں۔ یہ تلخ حقیقت امریکہ کے مختلف ذرائع ابلاغ سے واضح ہو چکی ہے، شکاگو میں ہر سو عورتوں کیلئے باسٹھ مرد ہیں۔ جبکہ کیسی سٹی میں ہر سو عورتوں کیلئے صرف اٹھاون مرد

ہیں۔اور نیو یارک کے لانگ آئی لینڈ میں عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے دوگنی ہے۔

لینڈا اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھتی ہے: میں بتیس تیتیس سال کی ایک غیر شادی شدہ پُرکشش عورت ہوں۔ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوں۔کافی عرصے سے مجھے کوئی مرد نہیں ملا۔ جب میں یہ اعداد شمار پڑھتی ہوں تو سخت ڈپریشن اور مایوسی کا شکار ہو جاتی ہوں ۔اور پھر کہتی ہے: ان مایوس کن اعداد وشمار کے علاوہ ایک المیہ یہ ہے کہ مردوں کے آپس کے تعلقات روز افزوں بڑھتے جارہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ۹۸ فیصد جیل کے قیدی مرد ہوتے ہیں، جس سے معاملہ اور بگڑ جاتا ہے اگر واقعی اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کی شریک حیات کے طور پر پیدا کیا ہے، تو پھر یہ صورت حال کیوں؟ کم از کم اسّی لاکھ عورتیں ایسی ہیں جنھیں کسی مرد کو پانے کا موقع نہیں ملیگا، علاوہ اس کے کہ وہ مرد کسی عورت کا شوہر ہو۔ پھر آخر میں لکھتی ہیں: میری آپ سے گزارش ہے کہ میرا یہ خط ضرور چھاپیے گا۔اس پر غور کیجیے گا، کیونکہ یہ ہر عورت کے دل کو چھوتا ہے، یہاں تک کہ شادی شدہ عورتوں کیلئے بھی سوچنے کا مقام ہے۔

جب تک عورتوں اور مردوں کی تعداد میں اتنا فرق ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ مرد حضرات اپنی بیویوں سے بیوفائی کریں گے چاہے ان

کی ازدواجی زندگی کی بنیادیں کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں۔

کیا ہمارے قارئین نے امریکی خاتون کے خط میں چھپے ہوئے درد وکرب کو محسوس نہیں کیا، جس میں وہ خود کہتی ہے کہ میری زندگی حسرت ویاس کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کیا یہ حسرت، یہ محرومی، یہ قلق اور مایوسی کا کرب عورت کی فطرت کیلئے ایک قید نہیں وہ فطرت جسکی آبیاری ایک شوہر، بچوں اور ہنستے مسکراتے گھر سے ہی ہوتی ہے، وہ کون سا ذریعہ ہے جو ان کروڑوں عورتوں کو اس قید سے رہائی دلا سکے، علاوہ تعدد زوجات جیسے شرعی حکم کے۔

مغربی عورت پر تنہائی کس طرح اثر انداز ہوتی ہے

یورپ اور امریکہ میں تحریکِ آزادئ نسواں، اور عورت کو مرد کے برابر درجہ دینے کے مطالبے، اور کام کیلئے عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر لڑکی تنہا دوسرے شہروں میں الگ تھلگ رہنے لگی، وہ اپنے اخراجات بھی خود برداشت کرتی ہے، اور اسکے اوپر کوئی نگراں نہیں جو اسکو اچھے اور برے میں تمیز بتا سکے، بلکہ اسکے دل میں جو آتا ہے سو کرتی ہے، بظاہر تو یہ طرزِ زندگی بہت خوشنما اور آزادی کی زندہ تصویر معلوم ہوتا ہے، مگر اس ضمن میں ہونے والے سروے کی مختلف رپورٹس اس حقیقت کی قلعی کھول دیتی ہیں، کہ اس طرح عورت تنہائی کا زہر گھونٹ پیتی ہے،

اور وہ ایسی دنیا میں رہتی ہے جہاں اسکے غم اور خوشی میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا، جو اسکے درد کو سمجھ سکے یہی تنہائی اس کیلئے وبال جان بن جاتی ہے، اسی وجہ سے ماہرین نفسیات کے کلینک اعصابی امراض کے شکار لوگوں سے بھر گئے جن میں زیادہ تر تعداد عورتوں کی ہے۔ (القبس نامی جریدہ شمارہ نمبر ۲۷ ۵۵)

مرد کی ضرورت ایک فطری تقاضا

ایک رپورٹ کے مطابق ۹۵ فیصد خواتین کا یہ خیال ہے کہ عورت مرد کے بغیر بے قیمت ہے، اس بات کی تائید کرتے ہوئے علم نفسیات کی پروفیسر نیلوپ روسیانوف کہتی ہیں: کہ اس خیال میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ ہر عمر کی عورت شامل ہے، عورت کا یہ احساس کہ وہ مرد کے بغیر کچھ بھی نہیں، یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں مختلف طبقوں، عمر، تعلیم، مذہب اور مختلف مالی حالات سے وابستہ خواتین شامل ہیں، میں ایسی بہت سی خواتین سے ملی جن سے مل کر ایسا محسوس ہوا کہ انکی اپنی زندگی ہے ہی نہیں، بلکہ انکے خوابوں کا محور وہ مرد ہیں جنکے ساتھ وہ زندگی گزارتی ہیں۔ ان خواتین سے ملاقات کے بعد اس لیے ایک کتاب تصنیف کی جس کا عنوان تھا (مجھے کیوں لگتا ہے کہ میں مرد کے بغیر کچھ بھی نہیں) اسمیں وہ لکھتی ہیں کہ تنہائی کی شکار خواتین نے ان کو بتلایا کہ جب انکو کوئی رفیق سفر مل جائے گا تو ہم اپنی ادھوری زندگی

سے نجات پالیں گی۔ (القبس نامی جریدہ نمبر ۶۱۹۳)

امریکی رپورٹ کے مطابق ایسے لوگ جوایک ساتھ رہتے ہیں، انکی صحت وزندگی تنہار ہنے والوں کی بہ نسبت زیادہ اچھی ہوتی ہے۔امریکہ کی مشی گن یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جمیس ہاڑس کی صدارت میں ایک سروے کیا گیااس دوران انہوں نے اندازہ لگایا کہ مغربی ممالک میں تنہا رہنا ایک ایسا زہریلا مرض ہے، جسکا نقصان سگریٹ نوشی، مٹاپے اور بلیڈ پریشر کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالے امراض اور نقصانات سے کہیں زیادہ ہلاکت خیز ہوتا ہے۔اس علمی گروپ کی رپورٹ جسے ایک سائنسی میگزین نے شائع کیا تھا، اس نقطہ نظر کی تائید کرتی ہے، جسکی رو سے شادی کرنا زوجین کی صحت کیلئے مفید ثابت ہوتا ہے۔(الشرق الاوسط نامی جریدہ نمبر ۳۵۴۹)

میرین برینن کی زیر ادارت شائع ہونے والے خواتین کے ایک میگزین نے کینیڈین عورتوں کی خواہشات پر ایک سروے کیا جسکی رپورٹ کہتی ہے۔عورت کی اولین خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ محبتوں سے بھرپور خاندان میں زندگی گزارے، شادی کرے اور بچوں کی تربیت کرے۔

ماہرین نفسیات اسکی تائید کرتے ہیں کہ عورت کی خوشیوں کا راز اسکے شوہر اور گھر میں پنہاں ہوتا ہے۔اور ان چیزوں سے دوری اور محرومی ہی اسکی بدبختی کی اصل وجہ ہے۔نہ اسکو اسکے بغیر سکون آتا ہے اور نہ ہی اسکو

آلام و مصائب سے چھٹکارا ملتا ہے۔ پھر وہ ایک مہیب تنہائی میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ یہ صورت حال صرف امریکہ میں ہی نہیں بلکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں تقریباً یہی حال ہے، لہذا ان کروڑوں عورتوں کو انکی وحشت تنہائی اور اذیت سے نجات دلانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، علاوہ تعدد زوجات کے۔ یہی شرعی حکم اس کیلئے ایک ایسا شوہر مہیا کریگا جو اسکے اخراجات برداشت کریگا اور جو اسکے درد و غم میں برابر کا شریک ہوگا۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تعدد زوجات عورت کیلئے آزادی ہے، تنہائی اور وحشت سے آزادی۔ یہ وہ بیڑیاں ہیں جو اسکی فطرت کا گلا گھوٹ کر اسے خودکشی پر آمادہ کر دیتی ہیں۔

مرد کی غیر موجودگی اس کیلئے مزید قید ہے

غیر شادی شدہ عورتیں جو تنہائی کرب اور محرومی کا عذاب جھیل رہی ہیں جنکا کوئی ہمسفر نہیں ہے، ایسی خواتین کو اپنی ضروریات زندگی مہیا کرنے کیلئے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ جب خواتین ملازمت کیلئے دیر سے باہر نکلتی ہیں، تو انکو جگہ جگہ قید و بندشوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں سروے کی جو رپورٹس مرتب کی گئی ہیں، ہم انکی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(ا) ملازمت کے بہتر مواقع میسّر نہ آنا: امریکہ میں کیے گئے ایک

سروے رپورٹ کے مطابق واشنگٹن میں ۴۴ فیصد ملازمت پیشہ خواتین کو ملازمت کے حصول کیلئے مردوں کے مقابلے میں زیادہ برا سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ۵۶ فیصد خواتین اشیائے ضروریہ حاصل کرنے کیلئے اور بھی زیادہ بری صورتحال سے نمٹنا پڑتا ہے۔

(۲) کم مشاھرہ: ۵۸ فیصد ملازمت پیشہ خواتین کا کہنا ہے کہ جو کام مرد کرتے ہیں، وہی کام عورتیں بھی کرتی ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ محنت لگن اور خوش اسلوبی سے انجام دیتیں ہیں، اسکے باوجود ان کو مشاہرہ کم دیا جاتا ہے، ۲۴ فیصد عورتوں کا کہنا ہے کہ وہ مردوں کی اعانت کے بغیر ایک گھر بھی نہیں خرید سکتیں۔

(۳) مردوں کی بدتمیزیوں اور چھیڑ خانیوں کا شکار رہتی ہیں: اکثر ملازمت پیشہ خواتین کو یہ شکایت ہے کہ وہ ہر لمحہ اپنے ساتھ کام کرنے والے مردوں کی بدتمیزیوں اور چھیڑ خانیوں کا شکار رہتی ہیں، یہاں تک کہ جب ۶ فیصد خاتون سے واشنگٹن میں انٹرویو لیا گیا تو انکا کہنا تھا کہ اسی بدتمیزی اور بدسلوکی سے عاجز آکر انہیں استعفیٰ دینا پڑا، اسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ عورتیں جو ان بدتمیزیوں اور بیہودگیوں کو برداشت کرتی ہیں اور ملازمت نہیں چھوڑتیں ان کی تعداد ان عورتوں سے زیادہ ہے۔

یہ تھیں ملازمت کرنے والی خواتین کو جکڑنے والی بندشیں اور پریشانیاں جو عورت کو قید کر دیتی ہیں، عورت ان تمام پریشانیوں اور بندشوں

سے آزاد ہو جاتی ہے، جب اسے کوئی باوفا شوہر مل جاتا ہے، جو اسکے اخراجات اور ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے، لہذا تعدد زوجات کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں جو بیشمار بیوہ، مطلقہ اور غیر شادی شدہ خواتین کو ملازمت کی اس قید سے آزادی دلا سکے۔

تعدد زوجات کا حکم مرد کو پابند کرتا ہے آزاد نہیں

ماہرین نفسیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک سے زیادہ عورت رکھنے کی خواہش مرد کے دل میں ہر وقت گھر کیے رہتی ہے، جبکہ عورت کے دل میں ایسی کسی خواہش کا فقدان ہے، یعنی عام طور پر مرد یہی چاہتا ہے، کہ اسکی ملکیت میں ایک سے زیادہ عورتیں ہوں جبکہ عورت صرف ایک مرد کو اپنا دیکھنا چاہتی ہے، لہذا جب ایک سے زائد عورت کی خواہش مرد کے دل میں جڑ پکڑے ہوئے ہے تو لازمی طور پر اسے اس امر کیلئے اکسائے گی، اب اس خواہش کو پورا کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس کا جائزہ ہم دو مختلف معاشروں میں لیں گے، ایک غیر اسلامی معاشرہ، دوسرا اسلامی معاشرہ۔ غیر اسلامی معاشرہ کی مثال مغربی معاشرہ ہے، جہاں کے قوانین تعدد زوجات کو تو ناجائز قرار دیتے ہیں جبکہ گرل فرینڈز رکھنے پر وہاں کوئی پابندی نہیں ہے، یعنی کہ ایک سے زیادہ عورتوں کیلئے مردوں کے دل میں جو شدید رغبت ہوتی ہے، اسے پورا کرنا ان کیلئے نہایت آسان اور سہل ہے ان کو روکنے والا کوئی نہیں ہوتا اور پھر جب عورت خود اپنی مرضی اور خوشی سے

بغیر شادی کے مرد کے ساتھ رہنے کیلئے تیار ہو تو قانون کو کیا ضرورت پڑی کہ وہ دخل اندازی کرے، وہ ان کا ذاتی معاملہ ہے، جو چاہے کریں حکومت کسی سے بھی باز پرس نہیں کرتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا، کہ متعدد گرل فرینڈز رکھنا مردوں کیلئے متعدد بیویاں رکھنے سے زیادہ آسان ہے کیوں کہ اس میں مرد پر ذمہ داریوں اور اخراجات کا بوجھ بھی نہیں بڑھتا، جبکہ اسلامی معاشرہ میں اگر کوئی مرد اس آسان نسخہ پر عمل پیرا ہونا چاہے، یعنی گرل فرینڈز رکھنا چاہے وہ شریعت کی نظر میں زنا کار کہلائیگا جسکی سزا بڑی بھیانک ہے، یعنی کہ تعدد کے خواہش مند مسلمان شوہر کے سامنے شادی کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہوگا جس عورت سے شادی کریگا اب وہ اسکے اخراجات دیکھ بھال اور حفاظت کا ذمہ دار ہوگا۔

ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی شرط

بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر ایک مرد کو بیک وقت ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے، جس کی حد چار سے زائد نہیں ہو سکتی، شرط یہ ہے کہ انکے درمیان عدل قائم رکھنا ضروری ہوگا، تا کہ بیوی کسی قسم کی محرومی محسوس نہ کر سکے، اگر ایک کے ساتھ مساوی برتاؤ نہیں کرسکتا تو اس مرد کو ایک سے زائد عقد کرنا جائز نہیں۔

قرآن میں جہاں چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہاں یہ

ہدایت بھی دی گئی ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْ فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (نساء آیت ۳) ترجمہ: اگر تم کو ڈر ہو کہ ان میں برابری قائم نہ رکھ سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی رکھو یا پھر باندی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی اور سیاسی مصلحتوں سے کئی شادیاں فرمائیں۔ ان سب بیویوں میں کوئی بڑی عمر کی تھی، کوئی ہم عمر اور کوئی چھوٹی عمر کی۔ ظاہر ہے کہ سب کا مزاج اور ذوق بھی مختلف ہوگا، اکثر بیویاں وہ تھیں جو پہلے کسی دوسرے شوہر کے ساتھ رہ چکی تھیں، صرف ایک بیوی کنواری تھیں جو عمر میں بہت چھوٹی تھیں۔ عدل و مساوات اور حسن معاشرت کا اعجاز یہ ہے کہ آپؐ کی کسی بیوی کو دوسری کے مقابلے میں کمتری یا محرومی کا شکوہ کبھی نہیں ہوا، آپؐ ہر بیوی کی دلجوئی فرماتے، سب کے پاس باری باری قیام فرماتے جس میں کبھی فرق نہیں آنے پاتا، آپؐ کا اسوۂ حسنہ جو گھریلو زندگی سے متعلق ہے، انھیں ازواج مطہرات کے ذریعہ امت کو پہنچا۔ عدل و انصاف کا یہ نادر نمونہ ثبوت کیلئے کہیں دوسری جگہ نہیں ملتا، جو لوگ شوخیہ شادی کرتے ہیں، وہ میلان قلب کے اعتبار سے ضرور ایک طرف جھک جاتے ہیں اور دوسری کی طرف انکی توجہ کم سے کم تر ہو جاتی ہے، جو عدل کو باقی نہیں رہنے دیتی۔ ان لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں یہ ہدایت کی گئی ہے: وَلَنْ تستطیعوا ان تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ

حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۔ (سورۃ نساء آیت ۱۲۹)

ترجمہ: اور تم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیویوں میں برابری رکھو گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل ہی ایک کی طرف نہ ڈھل جاؤ جس سے اسکو ایسا کر دو جیسے کوئی ادّھر میں لٹکی ہو۔ اگر کسی ایک بیوی کی محبت اسکی ظاہری یا باطنی خوبی کی بنا پر زیادہ ہو جائے تو اس پر انسان کا بس نہیں ہے، یہ عدل کے خلاف بھی نہیں۔ رسول اللہؐ سے زیادہ کوئی عدل کرنے والا نہیں۔ لیکن آپؐ یہ دعا فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنْ هٰذَا قَسْمِیْ فِیْ مَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا لَا اَمْلِكُ (ابوداؤد) بارالٰہا میری یہ تقسیم اسی حد تک ہے جہاں تک میرا اختیار ہے لیکن جن باتوں کا مجھے اختیار نہیں ہے ان میں مجھکو ملامت نہ فرمانا۔ لیکن شریعت نے جو حقوق بیوی کے مقرر کر دیئے ہیں ان میں اگر کوئی شخص کمی کرتا ہے تو وہ اخلاق اور قانون کی نظر میں مجرم ہے۔

شوہر کیلئے انصاف کی حدود

جب کسی مرد نے ایک سے زائد شادیاں کرلیں تو اب اسکی ذمہ داری ہے کہ تمام بیویوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرے، انکے اخراجات میں انصاف، انکے ساتھ رات گزارنے میں انصاف، نان نفقہ کی تقسیم میں انصاف اور یہ انصاف اتنا آسان نہیں جتنا ایک دم دیکھنے میں لگتا ہے، بلکہ یہ بہت مشکل اور دشوار ہے، یہاں تک کہ شوہر کیلئے متعدد شادیاں کرنا قید

بن جاتا ہے۔

آنحضرتؐ کا طرز زندگی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ رسول اللہؐ ہمارے پاس وقت گزارنے میں، ہم میں سے کسی کو بھی کسی پر فوقیت نہیں دیتے تھے، اور کوئی دن ایسا نہیں جاتا تھا جب وہ ہم سب کے پاس چکر نہ لگاتے۔ وہ اپنی ہر بیوی سے قریب ہوتے تھے اور شب گزاری میں مساوات کا پورا خیال رکھتے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تعدد زوجات مرد کیلئے ایک قید ہے۔ وہ اپنی کسی ایک بیوی کو زیادہ چاہتے ہوئے بھی اسکے پاس اور بیویوں سے زیادہ وقت نہیں گزار سکتا اور نہ ہی اور بیویوں کے مقابلے میں اسکے خرچہ میں اضافہ کر سکتا ہے ایسا کرنا اس کیلئے حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کی طرف زیادہ جھک جائے، تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئیگا کہ اسکا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔ کہاں اتنی کڑی پابندی اور کہاں وہ شخص جو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے بھاگ کر اپنی بیوی کے حقوق پامال کر کے کئی کئی راتیں اپنی معشوقہ کے ساتھ گزارتا ہے اور

اپنے اہل وعیال کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی دولت اس پر لٹاتا ہے۔
مشرقی اور مغربی مما لک میں نا جائز طور پر عورتوں سے دوستیاں اور تعلقات قائم کرنے والے کتنے ایسے مرد ہیں، جو انکے مابین معاشرت اور نفقہ میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ انصاف کی پرواہ کیے بغیر اور کوئی حق ادا کئے بغیر کسی ذمہ داری کا بوجھ برداشت کئے بغیر شترِ بے مہار کی طرح آزاد نہیں پھرتے، کیا اسلام میں تعدد زوجات کا شرعی حکم مرد کیلئے قید، اور عورت کیلئے آزادی نہیں ہے، کیا غیر شرعی طور پر کئی عورتوں سے تعلق رکھنا مرد کیلئے آزادی اور عورت کیلئے قید نہیں ہے، حقیقت یہ ہے اور موجودہ حالات بھی اسکی تائید کرتے ہیں، کیونکہ عالمی اعداد وشمار کے مطابق امریکہ اور یورپ میں اپنی بیویوں کو دھوکہ دینے والے اور انکے پس پردہ غیر عورتوں سے رشتے قائم کرنیوالے شوہروں کی تعداد ۷ فیصد تک پہنچ چکی ہے، جبکہ اسلامی معاشرے میں ایک سے زائد شادی کرنیوالے شوہروں کی تعداد صرف ۲ فیصد ہے۔ کتنا فرق ہے ان دونوں کی تعداد میں۔

اسلام میں سزا کی نوعیت

اسلام نے جرموں کی سزا ان کی نوعیت کے اعتبار سے مقرر کی ہے، مجرم کی جیسی نوعیت ہوتی ہے، اسی طرح کی سزا اس کو دی جاتی ہے، مثلاً چور

کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے کہ اس کام میں ہاتھ کا بڑا دخل ہے، ڈاکو کی سزا شریعت نے یہ مقرر کی ہے کہ ایک پیر اور ایک ہاتھ کاٹا جائے، کھلی بات ہے کہ اسکا جرم چور سے بڑھا ہوا ہے، پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے سزا کی دو قسمیں مقرر کی ہیں ایک کا نام (حد) دوسری کا نام (تعزیر) ہے، آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ حدود میں ان جرموں کو رکھا ہے جنکی طرف طبیعت کو رغبت ہوتی ہے اور ان میں بھی سزا کے اندر رغبت اور طبعی رجحان کے انداز سے شدت بڑھ گئی ہے، حدود میں چوری، ڈکیتی، شراب نوشی اور زنا وغیرہ ہیں، کوئی شبہ نہیں کہ زنا ایک ایسا فعل ہے جسکی طرف طبیعت کا جلدی میلان ہوتا ہے، اور اس میں انسانی طبیعت کیلئے بڑی کشش اور ظاہری طور پر بڑی لطف اندوزی ہے، اس لیے اسلام نے اسے حدود میں شمار کیا اور اسکی سزا میں بڑی شدت اور سخت گیری سے کام لیا، نرمی کا کوئی نام ونشان نہیں، اور طرز سزا بڑا ہی عبرت انگیز اور درد ناک ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ زنا میں مباشرت ہوتی ہے اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ مباشرت میں لذت صرف خاص اعضاء ہی کو نہیں ملتی، بلکہ اسوقت جسم کے کونے کونے میں اس لذت کی بجلی دوڑ جاتی ہے اور وقت خاص میں بال بال آدمی کا لذت اور لطف محسوس کرتا ہے اس لیے اسلام نے مناسب یہی سمجھا کہ سزا بھی اس طرح کی تجویز کیجائے، جس سے

اذیت ظاہری طور پر بھی تمام جسم کو پہنچے۔

﴿زنا کاری کی سزا﴾

اسلام نے زنا کی سزا کیا مقرر کی ہے؟ ارشاد ربّانی ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِى فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَاخُذُكُمْ بِهِمَا رَأفَةٌ فِى دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُوْمِنُوْنَ بِااللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (سورۃ نور۔۱)

ترجمہ: زنا کرنیوالی عورت اور زنا کرنیوالا مرد، ان میں سے ہر ایک کو ۱۰۰،۱۰۰ کوڑے مارو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں رحم نہیں آنا چاہیے۔

اللہ اکبر! لب ولہجہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسلام نے یہاں اپنی ساری نرمی اٹھا رکھی ہے اور اس کے غضب کی تلوار بے نیام ہے، مجرم کی جو سزا ہے وہ ظاہر ہے، مگر حاکم کو بھی تنبیہہ اور تہدید ہے، اور اسکو ہدایت دی جا رہی ہے، کہ تم یہاں رحم اور ترس کھانا بھول جاؤ، اس شخص پر کیسے ترس کھایا جائے جسکے سامنے عفت وعصمت کی اہمیت کھول کر رکھ دی، ساتھ ہی زنا کے مقاصد اور اسکے دینی ودنیوی نقصانات اس پر ظاہر کیے، جائز طریقے سے جنسی خواہش کی تکمیل کی اجازت مرحمت کی، اور پھر اس نے اللہ کے حدود کو توڑا، اس موقع پر رحم نہ کرنے کی تاکید غالبًا اس وجہ سے بھی ہے، کہ عمومًا ایسے موقع پر آدمی کو یہ سوچ کر رحم آتا ہے کہ انسانی فطرت کی خواہش ہے، جس میں وہ کبھی

مغلوب ہو جاتا ہے، اور یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جو کچھ ہوا دونوں کی رضامندی سے ہوا، آیت میں اس شیطانی وسوسہ کی بھی مدافعت مقصود ہے۔

زنا کار کی سزا کی تشہیر

بے رحمی سے ۱۰۰ کوڑے مارے جانے کے علاوہ یہ بھی قرآنی ہدایت ہے، کہ جب زنا کار نے اپنی عفت کو داغ لگا دیا، اور اسکی شرم وحیا کو زمین و آسمان نے جذب کر لیا تو پھر اسکی سزا پر پردہ کیوں؟ بلکہ اس سزا کے وقت ایمان والوں کا ہجوم ہو کہ سزا کی خوب تشہیر ہو، اور دوسرے لوگوں کیلئے بھی یہ عبرت وبصیرت بن سکے۔ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (نور۔ ۲) اور چاہئے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے۔ شاید لوگوں کی موجودگی سے یہ بھی مقصود ہے کہ عوام کو اس کا علم ہو جائے کہ اس مجرم نے عذابی کیڑوں کو جذب کر لیا ہے۔

بے حیا عورت پر پابندی

بے حیا عورت کے متعلق قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے، کہ جب اسکی بے حیائی ظاہر ہو چکے تو اسپر پابندی عائد کر دی جائے، اور خیال رکھا جائے کہ وہ گھر سے نہ نکلنے پائے، کیونکہ اس کا باہر نکلنا ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ یہ عورت پھر بے حیائی کے کام کا موقع ڈھونڈ نکالے گی، باہر مرد اس کو

خواہ مخواہ چھیڑیں گے، گو وہ نہ بھی چاہے کیونکہ یہ بات بڑی حد تک درست ہے، کہ جس نے ایک مرتبہ زنا کاری کا ارتکاب کرلیا اس سے دوبارہ جرم کا ارتکاب بعید نہیں، ہاں شادی کے ذریعہ اصلاح کی امید کیجاتی ہے، جس سے پابندی عائد کرنے کا حکم سمجھ میں آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالّٰتِیْ یَأتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِکُوْاهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلاً۔ (سورۃ النساء آیت ۱۵)

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں تو تم لوگ ان پر اپنے میں سے چار گواہ کرلو۔ سو اگر وہ گواہی دے دیں، تو تم ان عورتوں کو گھروں کے اندر مقید رکھو، یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے، یا اللہ تعالیٰ ان کیلئے کوئی اور راہ تجویز کردے۔

علماء کی ایک بڑی جماعت کا خیال ہے کہ زانیہ عورت کی شروع میں یہی سزا تھی جو اب باقی نہ رہی، یہ آیت منسوخ ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے سیکھ لو! مجھ سے سیکھ لو! اللہ تعالیٰ نے ان (زانی عورتوں) کیلئے آسانی پیدا فرمادی، شادی شدہ کو پتھروں سے سنگسار کیا جائے، اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کیلئے دربدر کردیا جائے (مسلم)۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو، بلکہ زنا کی سزا تو وہی ہو جو اوپر کی آیت میں سو کوڑے بیان کی گئی ہے،

اوراس آیت کامنشاء یہ ہوکہ اجراءِ حد کے بعد عورت پر پابندی لگادی جائے، کہ وہ گھر سے نہ نکلنے پائے، تاکہ اس کی عصمت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو، صاحب کشاف کے قول سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وَیَجُوْزُاَنْ تکُوْنَ غَیرَ مَنسُوخَۃٍ بِاَنْ یَتْرُکَ ذِکر الحد لِکَوْنِہٖ مَعْلُوْمًا بالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَیُوْصِي بِاِمْسَاکِھِنَّ فِیْ الْبُیُوْتِ بَعْدَ اَنْ یُحَدَّدْنَ صِیَانَۃً لَھُنَّ عن مثل ما جری عَلَیْھِنَّ بِسَبَبِ الْخُرُوْجِ مِن البیوت والتعرضِ للرجَال۔

ترجمہ: یہ بھی جائز ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہواور حد کا ذکر یہاں اسلئے چھوڑ دیا گیا ہو، کہ یہ تو کتاب وسنت سے معلوم ہی ہے۔ اور یہاں اس بات کا حکم دیا جارہا ہے، کہ زنا کی مرتکب عورتوں کو حد کے اجراء کے بعد گھروں سے نکلنے پر پابندی لگادی جائے، تاکہ گھر سے باہر نکلنے کیوجہ سے جو کچھ انکے ساتھ پیش آیا پھر نہ پیش آئے (یعنی زنا پھر حد)، اور مردوں کی چھیڑ چھاڑ سے بھی محفوظ رہیں۔ (کشاف ج ا ص ۲۵۶)

بہر حال اتنی بات ضرور ہونی چاہیے کہ زنا کار مرد اور عورت کیساتھ سلوک اسطرح کا ہو کہ وہ محسوس کریں کہ جو کچھ انھوں نے کیا برا کیا، اتنا برا کہ سماج اور سوسائٹی بھی اسے برداشت نہیں کرسکتی۔ اور اسطرح وہ اپنے کئے پر پچھتائیں، کسی نقطہ سے انکے اس برے فعل پر تائید کا پہلو پیدا نہ ہونے پائے تاکہ دوسرے پر بھی یہ فحش معاملہ اثر انداز نہ ہو، عہد نبویؐ میں حد زنا کی

عملی مثال موجود ہے۔ کتب حدیث میں واقعات پڑھے جا سکتے ہیں۔

پاکدامن عورتوں کیلئے تحفظ

اگر ہم لوگ فاحشہ عورت پر کیجانے والی سختی اور تنگی پر غور کریں، تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ اس سختی اور تنگی میں پاکیزہ صفت، عفت مآب عورتوں اور ان کے گھر اور شوہروں کی حفاظت کا سامان بدرجہ اتم موجود ہے، کیونکہ لازمی طور پر یہ فحش کام فاحشہ عورت کسی مرد کیساتھ ہی کریگی۔ ہوسکتا ہے وہ مرد شادی شدہ ہوتو اس فعل شنیع کے نتیجہ میں اس مرد کی پاکدامن بیوی اور اسکے بچوں کو اذیت پہنچے گی۔ اور ہوسکتا ہے کہ جیتا بستا گھر خاندان اجڑ کر رہ جائے، مذکورہ آیتوں اور حدیث شریف میں پاکدامن عورت کو فاحشہ عورت سے محفوظ رکھنے کا عنصر بھی پوشیدہ ہے اور وہ دو طریقے سے ہے:

(۱) جب کسی فاحشہ عورت پر حد قائم کیجاتی ہے، تو وہ جسمانی اور نفسیاتی اذیت سے دوچار ہوتی ہے، جسمانی اذیت تو دُرّے مارنے، سنگسار کرنے، اور ان پر اس سلسلے میں ہرگز ترس نہ کھانے کے حکم سے صاف ظاہر ہے، جبکہ نفسیاتی اذیت ذلت اور رسوائی کا وہ المناک احساس ہے، جو عورت کو پانی پانی کر دیتا ہے۔ اور یہ دونوں اذیتیں کسی بھی عورت کو اس فعل شنیع سے ڈرانے اور اس سے باز رکھنے کیلئے بہت کافی ہیں۔

(۲) پھر فاحشہ عورت کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا وہاں موجود ہونا

بھی کسی سزا سے کم نہیں، کہ اتنے سارے لوگوں کے سامنے شرمندگی اور ذلت کا احساس کسی بھی گناہگار کو باز رکھنے کے لیے کافی ہے۔ اور جو لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں ان کیلئے بھی یہ عبرت کا مقام ہے۔ اور یہ واقعہ جب دوسروں تک پہنچاتے ہیں تو ان کیلئے بھی یہ باعثِ عبرت ہوتا ہے۔

(ماخوذ از الجامع لاحکام القرآن، قرطبی ج ۱۲/ص ۱۶۷)

اسطرح عورتیں بھی اس عورت کو جان لیتی ہیں، اور اس سے بچنے اور دور رہنے کی کوشش کرتی ہیں، اور اپنے شوہروں کو بھی اس سے بچا کر رکھتی ہیں۔

لہذا عورت کو اس فعل شنیع سے باز رکھنے کیلئے اسکو سخت سے سخت سزا دینا اور اس پر تنگی کرنا، اس کی آزادی کو سلب کرنا ہرگز نہیں، بلکہ یہ تو اس کیلئے اسکی عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے بہترین بندوبست ہے، کیونکہ ایک خوشگوار اور مطمئن زندگی گزارنیوالی شادی شدہ عورت جسکا شوہر اسکا خیال رکھتا ہے، اسکے اخراجات برداشت کرتا ہے، اس کی ناز برداریاں اٹھاتا ہے، صحیح معنوں میں ایک آزاد عورت ہوتی ہے، جو پوری آزادی سے اپنی زندگی سے لطف اندوز ہوتی ہے، لیکن یہی عورت اس وقت اپنی آزادی کو خیرآباد کہہ دیتی ہے جب اسکا شوہر اسکے اخراجات میں کمی کر دیتا ہے، اپنی ذمہ داریوں سے فراغت حاصل کر لیتا ہے، اسکے ساتھ وقت نہیں گزارتا، کیونکہ وہ فاحشہ عورت کے ساتھ وقت گزارنے میں مبتلا ہو چکا ہوتا ہے، اسپر وہ دولت

لٹاتا ہے جو دراصل اسکی بیوی کا حق ہے، اس پر پیار محبت نچھاور کرتا ہے جو درحقیقت اسکی بیوی کا حق ہے، کیا اس فاحشہ عورت کا اس پاکدامن، عفت مآب عورت کے شوہر کے ساتھ فعل شنیع کا ارتکاب کرنا اس پاکیزہ صفت عورت کی آزادی، اطمینان، سکون اور خوشی کو سلب کرنے کا سبب نہیں بنا!؟

﴿مرد حاکم ہے عورت پر﴾

اگر مرد کی حاکمیت مرد کیلئے مفید ہے تو ظاہر سی بات ہے کہ یہ حاکمیت عورت کیلئے آزادی کی پہچان ہے، نہ کہ اسے مقید کرنے کا سبب، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّساءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰه بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَ بِمَا اَنْفَقُواْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰه (سورۃ النساء آیت ۳۴)

ترجمہ: مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں، اسلئے کہ خدا نے اُنھیں عورتوں سے افضل بنایا ہے، اور اسلئے کہ مرد پر خرچ کی ذمہ داری ہے، تو جو نیک بیویاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں، اور انکی پیٹھ پیچھے خدا کی حفاظت میں (مال و آبرو) کی خبرداری کرتی ہیں۔ یہ آیت کریمہ مرد کو عورت کی حفاظت اور اسکے اخراجات برداشت کرنے کا پابند بناتی ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّساءِ (مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں) کا مقصد یہ ہے کہ

مردان کی حفاظت اور اخراجات کے ذمہ دار ہیں (الجامع لاحکام القرآن ج۵ ص ۱۶۸)

مرد حق حاکمیت کھودیتا ہے

اگر مرد عورت کے اخراجات کا متحمل نہ ہوسکے تو اسکو اس پر قوّامیت کا کوئی حق نہیں، اگر یہ عورت اسکی بیوی ہے، تو اس کو طلاق طلب کرنے کا حق حاصل ہے۔

علمائے کرام نے حق تعالیٰ کے ارشاد بِمَا اَنفَقُوا مِن اَموَالِهِم (اور اسلئے کہ مرد پر خرچ کی ذمہ داری ہے) کا مفہوم یہ اخذ کیا ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کا خرچہ برداشت کرنے کے قابل نہ رہے تو وہ حق قوّامیت کھودیتا ہے اور جب وہ عورت پر قوّام نہیں رہتا، تو عورت کو طلاق طلب کرنے کا حق حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ وہ مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، جس کیلئے نکاح کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں واضح ثبوت موجود ہے کہ جب خرچ میں تنگی ہوجائے اور گزر اوقات مشکل ہوجائے تو عورت کیلئے نکاح فسخ کرانا جائز ہے۔ یہی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج۵ ص ۱۶۹)

امام رازیؒ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: بمقابل اسکے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کیلئے محفوظ کر رکھا ہے، یعنی عورتوں پر واجب ہے کہ وہ شوہروں کے حقوق کی حفاظت کریں، بعوض اللہ تعالیٰ کے انکے شوہروں پر انکے حقوق کی حفاظت کے، وہ اِسطرح کہ مردوں کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کیساتھ انصاف کریں، انکے ساتھ اچھا سلوک کریں، اور انکی مہر ادا کریں

، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ کی مثال ایسی ہے جیسے کہا جائے: یہ بمقابل اُسکے۔ (التفسیر الکبیر ج ۱۰ ص ۸۹)

قوّام ہونے کی حیثیت سے مرد پر جتنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ عورت کو محنت مشقت مفلسی اور فقر و فاقہ سے نجات دینے کیلئے کافی ہے۔

کیا ایک فاقہ زدہ اور خوفزدہ عورت آزاد ہے

عورت کے ناتواں کاندھوں پر اس عظیم ذمہ داری کا بوجھ ڈالنا کہ وہ اپنا خرچ خود پورا کرنے ، اور اپنی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کیلئے خود محنت و مشقت کرے یہ ایسی زبردست آزمائش ہے ، جسمیں عورت کی ہمت ، طاقت ، صحت اور عمر سب داؤ پر لگ جاتی ہے ۔ کسی پناہ گاہ سے اسکی محرومی اسے امن وامان سے محروم کردیتی ہے ، یہی احساس اسے خوف اور قلق کی بیڑیوں میں جکڑ دیتا ہے ، جسکی وجہ سے اسکا چین وسکون سب فنا ہو جاتا ہے ، کیونکہ احساسِ امن ، وکفایتِ رزق ، دو بیش قیمت نعمتیں ہیں ۔ جن لوگوں کو اللہ نوازتا ہے وہ لوگ خوش وخرم اور امن وسکون کی زندگی گزارتے ہیں ، تو بھلا بتایئے ایک غیر محفوظ خوفزدہ اور بھوک کی ماری ہوئی عورت کیسے آزاد ہو سکتی ہے ، مرد پر عورت کی ذمہ داری اسے اسی بات کیلئے پابند کرتی ہے ، کہ وہ عورت کو خوف اور فاقہ سے بچا کر رکھے تاکہ وہ بحسن وخوبی اپنے ان

فرائض کو انجام دے سکے جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسکی تخلیق کی ہے، اور جو اسکی فطرت کا خاصہ ہیں۔

یہ عورت کی آزادی کا مظہر ہے۔ یا پھر ان بیڑیوں میں سے ایک بیڑی ہے، جس سے عورت کو جکڑ دیا گیا ہے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہے، کہ وہ آزاد ہے۔ مشہور انگریزی ناول نگار اگا تھا کرسٹی کہتی ہے، کہ عورت بہت بیوقوف ہے کیونکہ معاشرے میں اسکا مقام گھٹتا جا رہا ہے، اور ہم اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم کو آزادی مل گئی، افسوس گزشتہ کئی سالوں کے دوران ہم نے مرد کی برابری کا درجہ حاصل کرنے اور گھر سے باہر ملازمت کرنے کا حق حاصل کرنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگادی مرد چونکہ ہوشیار تھے، اس لیے انہوں نے اس موقع کا فائدہ اٹھایا اور ہماری حوصلہ افزائی کی اور اعلان کیا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ عورت ملازمت کرے، اور گھر کے اخراجات میں مرد کا ہاتھ بٹائے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم عورتوں نے پہلے تو یہ ثابت کیا کہ ہم کمزور اور جنس لطیف ہیں، مگر پھر ہم مرد کی برابری کرنے کے لالچ میں اس محنت اور تھکن کے حصہ دار بن گئے جو پہلے صرف مردوں کا نصیب ہوا کرتی تھی۔ (النور نامی جریدہ کویتی میگزین شمارہ نمبر ۵۶)

﴿عورت کو کس لالچ پر گھر سے باہر نکالا گیا﴾

حضرت مولانا تقی صاحب عثمانی کا وہ اقتباس جو انہوں نے آزادیٔ نسواں کی حقیقت پر لکھا ہے، اس کو یہاں ذکر کرنا مناسب ہوگا، آپ لکھتے

ہیں کہ عورت کو کس لالچ پر گھر سے باہر نکالا گیا، چنانچہ جب مغرب میں تمام اخلاق واقدار سے آزادی کی ہوا چلی تو مرد نے عورت کے گھر میں رہنے کو اپنے لیے دوہری مصیبت سمجھا۔ ایک طرف تو اسکی ہوسناک طبیعت عورت کی کوئی ذمہ داری قبول کیے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی، اور دوسری طرف وہ اپنی قانونی بیوی کی معاشی کفالت کو بھی ایک بوجھ تصور کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان دونوں مشکلات کا جو عیارانہ حل نکالا اسکا خوبصورت اور دلفریب نام تحریک آزادئ نسواں رکھا، عورت کو یہ پڑھایا گیا کہ تم اب تک گھر کی چاردیواری میں قید رہی ہو، اب آزادی کا دور ہے اور تمہیں اس قید سے باہر آ کر مردوں کے شانہ بشانہ زندگی کے ہر کام میں حصہ لینا چاہیے، اب تک تمھیں حکومت و سیاست کے ایوانوں سے بھی محروم رکھا گیا ہے، اب تم باہر آ کر زندگی کی جدوجہد میں برابر کا حصّہ لو تو دنیا بھر کے اعزازات اور اونچے اونچے مناصب تمہارا انتظار کر رہے ہیں، عورت بیچاری ان دلفریب نعروں سے متأثر ہو کر گھر سے باہر آ گئی۔ پروپیگنڈے کے تمام وسائل کے ذریعہ شور مچا مچا کر اسے یہ باور کرا دیا گیا کہ صدیوں کی غلامی کے بعد اسے آج آزادی ملی ہے اور اب اس کے رنج و غم کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ ان دلفریب نعروں کی آڑ میں عورت کو گھسیٹ کر سڑکوں پر لایا گیا، اسے دفتروں میں ملازمت عطاء کی گئی، اور اجنبی مردوں کے نجی

سکریٹری کا منصب بخشا گیا، اسے تجارت چمکانے کیلئے سیلز گرل، اور ماڈل گرل بننے کا شرف بخشا گیا، اور اسکے ایک ایک عضو کو برسر عام رسوا کر کے گراہکوں کو دعوت دی گئی، آؤ اور ہم سے مال خریدو، یہاں تک کہ وہ عورت جسکے سر پر دین فطرت نے عزت وعظمت کا تاج رکھا تھا، اور جسکے گلے میں عفت وعصمت کے ہار ڈالے تھے، تجارتی اداروں کیلئے ایک شوپیس اور مرد کی تھکن دور کرنے کیلئے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی۔

وہ مردوں سے زیادہ کام کرتی ہے

ایک فرانسیسی ایڈوکیٹ کریسٹن اس وقت اس حقیقت کی تہ تک پہنچی جب اس نے مشرق کے مسلم ممالک کا دورہ کیا وہ لکھتی ہے، میں اپنے سات ہفتوں کے دورے میں بیروت، دمشق، عمان اور بغداد گئی، اور آج میں پیرس واپس آگئی ہوں......تو میں نے کیا پایا؟

میں نے ایک مرد کو دیکھا جو صبح صبح اپنے کام پر جاتا ہے، تھک ہار کر شام کو اپنے گھر واپس لوٹتا ہے، تو اسکے ہاتھ میں روٹی ہوتی ہے، اور اس روٹی کے ساتھ ساتھ اپنے بیوی بچوں کیلئے بے پناہ محبت اور شفقت ہوتی ہے، ان ممالک میں عورت کا اسکے علاوہ اور کوئی کام نہیں کہ وہ ایک نسل کی تربیت کرے اور اپنے شوہر کا خیال رکھے جس کو وہ چاہتی ہے، یا کم از کم وہ

مرد جو اسکے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ مشرق میں عورت چین کی نیند سوتی ہے اور سنہرے خواب دیکھتی ہے، پھر جو چاہتی ہے حاصل کر لیتی ہے، کیونکہ اسکا شوہر اس کیلئے روٹی محبت سکون اور آسائش مہیا کرتا ہے، جبکہ ہمارے یہاں جہاں عورت نے مرد کی برابری حاصل کرنے کیلئے باقاعدہ جنگ لڑی ہے، کیا ہاتھ آیا اس عورت کے؟ ذرا مغربی یورپ کی عورتوں پر نظر ڈالیں، وہ آپ کو بکاؤ مال سے زیادہ نظر نہیں آئیں گی، جن سے مرد کہتا ہے۔ اٹھو اپنی روٹی خود کماؤ کیونکہ تم نے ہی برابری حاصل کرنے کی خواہش کی تھی۔ اور جب میں کام کر رہا ہوں تو تم کو بھی میرے ساتھ کام کرنا چاہئے تا کہ ہم اپنا گھر چلا سکیں۔ اور اسطرح محنت مشقت اور تھکن کیساتھ ساتھ عورت اپنی نسوانیت کھو بیٹھتی ہے اور مرد اپنی شریک زندگی کو بھول جاتا ہے، صرف ایک بے مزہ اور بے مقصد زندگی باقی رہ جاتی ہے۔ (ایک مومنہ کے لیے ص ۸۶۔۸۷)

روسی مصنفہ مایا گنینا کی ایک خصوصی رپورٹ

روسی مصنفہ مایا گنینا نے ماسکو نیوز نامی ایک میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ روسی عورتیں بڑی مجبور اور مظلوم ہیں وہ ایک ایسے معاشرے میں رہ رہی ہیں جو زندگی میں بنیادی ضرورتوں اور کپڑے تک مہیا کرنے سے قاصر ہیں، عورتوں کیلئے ملازمتوں کے مواقع نہ ہونے کے

برابر ہیں۔ انہیں مردوں سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے، دن بھر کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنے کے بعد انھیں گھر کی صفائی، ستھرائی، کھانا بنانا اور بچوں کی دیکھ بھال جیسی ذمہ داریاں بھی نبھانی پڑتی ہیں، اور مردوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان عورتوں کی پرواہ نہیں کرتے، اور یہ وہاں کی عورتوں کا نصیبہ بن چکا ہے۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ ماسکو کے قریب ایک دیہی علاقے میں رہتی ہوں، دیہات میں صورتحال اور بھی زیادہ خطرناک ہے، جہاں عورتوں کو کھیتی باڑی، لکڑیاں جمع کرنا مویشی کی نگہبانی اور کھیت میں سینچائی جیسے محنت طلب کام کرنے پڑتے ہیں، مگر اس کے معاوضے میں روحانی خلا اور مہنگائی کی اعلیٰ حدود کو چھوتی ہوئی گھریلوں اشیاء کے علاوہ کیا ملتا ہے۔ (النور نامی کویتی میگزین شمارہ نمبر ۵۷)

مغربی عورت خوف زدہ رہتی ہے

اسطرح زندگی کے ایک بنیادی عنصر مال کا تحفظ نہ ہونے سے عورت اپنی آزادی کھو دیتی ہے، وہ اپنا پیٹ پالنے کیلئے محنت مشقت کرتی ہے، صحت اور عمر کے قیمتی لمحات اور ساتھ ساتھ اپنی نسوانیت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہے جو اس کا اثاثہ ہوتی ہے، وہ اپنے بچوں کیلئے بھی وقت نہیں نکال پاتی جو اسکی زندگی کا مقصد اور اسکی فطرت کی آبیاری کا اہم ترین ذریعہ ہوتا

ہے، تو پھر کیا حال ہوگا اس عورت کا جو مال کے تحفظ کیساتھ ساتھ احساسِ امن اور حفاظت سے بھی محروم ہو جاتی ہے، یوں تو دنیا میں آئے دن مظلوم عورتوں کی رپوٹیں شائع ہوتی رہتی ہیں، انکے اعداد و شمار کا ذکر کرنا تو مشکل ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

مغربی جرمنی کی عورتیں خوفزدہ

مغربی جرمنی کی تین تہائی عورتیں اندھیرا ہونے کے بعد گھر سے باہر نکلتے ہوئے خوف محسوس کرتی ہیں۔ اور جرمنی کے بڑے شہروں میں جہاں کی آبادی پانچ لاکھ سے بھی اوپر ہے، ان عورتوں کا تناسب اور بھی بڑھ جاتا ہے جو رات کو باہر نکلنے کے تصور سے بھی گھبراتی ہیں، ہفتہ وار شائع ہونیوالے ایک جرمنی میگزین میں کچھ لوگوں کے انٹرویو شائع ہوئے جنکے مطابق ۸۵ فیصد عورتیں سنسان اور غیر آباد مقامات پر جانے اور گھومنے پھرنے سے ڈرتی ہیں۔ جبکہ بڑے شہروں میں رہنے والی خواتین کی نصف تعداد ایسی ہے، جو پبلک پارک وغیرہ سے گزرتے ہوئے بھی خوف محسوس کرتی ہیں۔ اور انمیں ۳۳ فیصد ایسی ہیں، جو میٹرو ریلوے اسٹیشن میں اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتی ہیں اور ۲۰ فیصد ایسی ہیں جو رات کے وقت ان ٹرینوں میں سفر کرتے وقت غیر مطمئن رہتی ہیں۔ (حواء کے نام ایک پیغام ج ۴ ص ۲۰)

مغربی عورتیں فقر و فاقہ سے زیادہ ڈرتی ہیں

امریکہ میں ماہرینِ نفسیات کی ایک ٹیم نے اُن خدشات اور اندیشوں کا جائزہ لیا جو امریکی عورت کے ذہن میں گھر کیئے رہتے ہیں، تو اندازہ ہوا کہ سب سے زیادہ انھیں فقر و فاقہ کا ڈر پریشان کرتا ہے، کیونکہ بہت سی عورتوں کو یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ وہ اپنے لیے کھانے کپڑے اور رہنے کیلئے کسی ٹھکانے کا انتظام نہیں کر پائیں گی، بڑھاپے میں اپنا بوجھ نہ اٹھا پائی تو اسے مجبوراً حکومت سے مدد لینی پڑیگی۔

اسی طرح ڈاکٹر ہاروے رابن کہتے ہیں کہ مردوں سے زیادہ عورتوں کو فقر و فاقہ کا ڈر رہتا ہے، امریکی عورت ایک اور چیز سے بھی خوفزدہ رہتی ہے، کہ کہیں جس سے وہ محبت کرتی ہے اسے ٹھکرا نہ دے، خاص کر وہ بیویاں جو اپنی عمر کے کئی سال بچوں کی دیکھ بھال اور انکی پرورش میں گزار چکی ہوتی ہیں، انھیں ہر دم یہ فکر رہتی ہے کہ کہیں انکے شوہر انھیں چھوڑ نہ دیں اور بہت سی معمر خواتین ایسی ہوتی ہیں، جن کو مثلاً شادی کے تیس پینتیس سال کے بعد طلاق دیدیجاتی ہے، جبکہ انکے پاس اپنا خرچ اٹھانے اور ضروریات پوری کرنیکا کوئی وسیلہ یا ذریعہ تک نہیں ہوتا، پھر نمبر آتا ہے فقدانِ صحت کے اندیشے کا، عورت خوفزدہ رہتی ہے اگر وہ اپنی صحت و تندرستی کھودیگی تو بوڑھی

لگنے لگے گی، اور پھر وہ پوری طرح اپنے گھر اور گھر والوں کی دیکھ بھال نہیں کر سکے گی اور آخر میں یہ خوف دامن گیر رہتا ہے کہ سوسائٹی میں اپنا مقام اور لوگوں کی توجہ سے محروم نہ ہو جائے کیونکہ ڈاکٹر رابن کا خیال ہے کہ کچھ عورتیں سوسائٹی میں بھر پور شمولیت کو بہت ضروری سمجھتی ہیں اور مقبولیت حاصل کرنے کیلئے ہزاروں جتن کرتی ہیں اور اسکو کھونے کے تصور سے ہی وہ کانپ جاتی ہیں، اس خوف کی وجہ سے انکی پوری زندگی بے اطمینانی میں گزرتی ہے۔ (حواء کے نام پیغام ج ۲ ص ۸۲)

اس حقیقت کے ظاہر ہونے سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مرد کا قوام کی حیثیت سے ذمہ دار ہونا یہ عورتوں کیلئے آزادی اور مرد کیلئے پابندی ہے!؟

نکاح کے باب میں مستحب امور

کفالت اور مہر کے بیانات میں بہت سی باتوں کا ذکر کیا جا چکا ہے جو آدمی کی معاشی اور معاشرتی حیثیت کے لحاظ سے رشتۂ نکاح قائم کرتے وقت پیشِ نظر رہنی چاہئیں، اخلاق و دیانت کا تقاضا ہے کہ شادی کے مواقع پر اسراف سے بچا جائے کیونکہ حیثیت سے زیادہ جو عمل کیا جائیگا وہ پریشانی اور بوجھ بڑھانیوالا اور نکاح کی برکتوں کو گھٹانیوالا ہوگا، اور مسرت کے بجائے رنج و غم میں اضافہ کریگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: سب سے زیادہ

مبارک نکاح وہ ہے جو کم خرچ ہو (مسند احمد)۔ مادی پریشانی اور بار کا سبب نہ ہو، آپؐ نے فرمایا: جس لڑکے کے دین واخلاق سے مطمئن ہو جاؤ اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں عظیم فتنہ وفساد برپا ہو جائیگا (ترمذی)۔

ان ارشادات میں واضح کر دیا گیا ہے کہ شادی بیاہ کی تقریب کو نہایت سادہ، کم خرچ اور اخلاقی حدوں کے اندر ہونا چاہیے، بہت سی رسوم اور غیر ضروری جہیز جو محض مادی خواہشات کی پیدا کردہ ہیں، دین واخلاق سے انکا کوئی واسطہ نہیں بلکہ الٹے تباہ کن ہیں۔

خِطبہ (یعنی منگنی)

یہ امر مستحب ہے کہ جب نسبت طے کیجا رہی ہو تو ہونیوالی بیوی کو دیکھ لیا جائے، نبی کریمؐ نے فرمایا: چار صفات میں سے کسی نہ کسی صفت کی بناء پر کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرتا ہے: (۱) حسن وجمال (۲) مال و دولت (۳) خاندانی وجاہت (۴) دین واخلاق۔ پھر فرمایا: فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدین تربت یَدَاکَ تم دین والی کو حاصل کرنیکی کوشش کرو (متفق علیہ)۔ در حقیقت یہی چار چیزیں ہیں جو شادی کیلئے دیکھی جاتی ہیں اور دیکھی جانی بھی چاہئیں۔ جس عورت میں اِن صفتوں میں سے ایک بھی موجود ہو تو

بہت خوب، مگر وجہِ ترجیح چوتھی خوبی ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، دوسری خوبیاں عارضی اور جلد ختم ہونیوالی ہیں۔

جس عورت سے نکاح کرنیکا ارادہ ہو اسکو ایک نظر دیکھنا جائز ہے، خواہ خود دیکھ لے یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ اطمینان کرلے۔ اس سے زیادہ تعلقات کی نکاح سے قبل اجازت نہیں، نہ میل جول کی اجازت ہے، نہ بات چیت کی، نہ خلوت وتنہائی کی۔ نکاح سے قبل انکا ملنا جلنا بھی غیر اخلاقی اور غیر شرعی ہے۔

مگر آج کل ہمارا معاشرہ بھی مغربی روش پر چل چکا ہے، لڑکے اور لڑکی کو منگیتر کیساتھ سیر وتفریح کیلئے جانے کی خود انکے والدین نہ صرف اجازت دیتے ہیں بلکہ یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ انکا ایک ساتھ گھومنا سیر وتفریح کرنا ایک دوسرے کے مزاج کو پرکھنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے تاکہ شادی کے بعد ان کی ازدواجی زندگی آپسی اختلافات وانتشار سے محفوظ رہے، اور وہ اپنی خوشگوار زندگی کے لمحات اطمینان وسکون سے گزار سکیں، اسی نظریہ کے پیش نظر آج لوگ نہ صرف اسکو اچھا سمجھتے ہیں، بلکہ اسکی باقاعدہ دعوت دیجاتی ہے اور نکیر کرنے والوں کو رجعت پسند کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ مگر یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ منگنی کے دوران مزاج اور عادات کی حقیقت آشکارا نہیں کرتے، بلکہ یہ دونوں اپنے اپنے چہروں پر محبت اور

شیفتگی کا نقاب سجائے اپنی اپنی حقیقت ایک دوسرے سے چھپاتے ہیں، اس دوران آپسی کشش اور ایک انوکھا تعلق اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ انکی نظریں عیوب کے بجائے خوبیوں پر پڑیں، بلکہ اس وقت تو خوبیوں کے علاوہ کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔

شادی سے قبل اور شادی کے بعد فنکاروں کی رائے

اس موقع پر ایک صحیفے میں شائع کردہ بعض مشہور فنکاروں کے چند اقوال بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اس دلیل کی قلعی کھل کر سامنے آجائے کہ منگنی اور نکاح کے درمیان آپسی میل ملاپ اور آزادی سے اختلاط آپس میں مزاج کو پرکھنے کا بہترین ذریعہ ہے کہ نہیں۔

رجرڈ پیرٹن ایلز بتھ ٹیلر سے شادی سے قبل اس کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے، ایلز بتھ کا جسم ایک معجزہ ہے جسے ایک نہایت ذہین تخلیق کار نے بنایا ہے، مگر شادی کے بعد یہی رجرڈ کہتا ہے کہ وہ بہت موٹی ہے اور اسکی ٹانگیں بہت چھوٹی ہیں۔

ایلز بتھ اپنے سابق شوہر کو شادی سے پہلے کہتی تھی کہ وہ مجھے بحیثیت عورت کے اور بحیثیت ایک فنکار کے بہت اچھی طرح سمجھتا ہے، پھر شادی کے بعد اسکا تبصرہ کرتے ہوئے کہتی ہے کہ شادی کے بعد گلابی آسمان سے بہت ہی بری

طرح گری یہاں تک کہ میرا وزن بھی گھٹ گیا اور خوراک بھی کم ہوگئی۔

انگریڈ بیر مگن اپنے سابق شوہر رابرٹو ویلی کے بارے میں شادی سے قبل کہتی تھی کہ ہم ایک دوسرے کو جنون کی حد تک چاہتے ہیں۔ وہ زندگی سے بھرپور شخص ہے جس نے مجھے زندگی سے پیار کرنے پر مجبور کر دیا، پھر شادی کے بعد وہ کہتی ہے کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔

مارلن بزو نے اپنے دوسرے شوہر ڈیما گیو سے شادی سے قبل کہا تھا کہ ایک مرد کی حیثیت سے بہت شاندار ہے، اور شادی کے بعد اس کا کہنا تھا، ٹیلویژن پر گاڈ بوائے کی فلمیں دیکھنے کے علاوہ اسے اور کوئی کام نہیں آتا۔

(یہ رپورٹ القبس نامی جریدہ نے عربی میں ترجمہ کر کے شمارہ نمبر ۵۶۱۳ میں شائع کی تھی)

منگنی کا اسلامی طریقہ ہی کارآمد ہے

آپ نے مطالعہ کرلیا کہ دنیا میں مشہور ترین فلمی ہستیوں نے شادی سے قبل ایک دوسرے کی محبت میں چور ہو کر کیا کچھ کہا، مگر شادی کے چند روز بعد ہی طلاق تک نوبت پہنچ گئی، تعریفی کلمات یکسر تبدیل ہو گئے۔ پھر انکی زبانوں سے مذمت کے علاوہ کچھ نہیں نکلا تو میں پوچھتا ہوں کہاں ہیں وہ لوگ جو بیجا تاویل کر کے لڑکے اور لڑکی کو خلوت وجلوت میں وقت گزارنے کی دعوت دیتے ہیں کیا ان فلمی ہستیوں سے زیادہ آزاد اور اختلاط رکھنے

والے کوئی اورلوگ ہیں؟ تو پھر کیوں ان میں سے زیادہ تر شادیاں ناکام ہوتی ہیں، چاہے وہ مشرق ممالک کے فنکار ہوں یا مغربی ممالک سے تعلق رکھنے والے ہوں عرب ہوں یا غیر عرب ۔کاش کہ آپ دنیا کی مشہور و معروف ہستیوں کے منھ سے نکلے ہوئے ان جملوں کوغور سے پڑھیں اور سمجھیں جو پچھلے اوراق میں گزرے ہیں، یہ سب باتیں اسلامی طریق کار کی خوبیاں اورفوائداجاگر کرنے کیلئے کافی ہیں۔

﴿سگریٹ نوشی﴾

طبی نقطۂ نظر سے سگریٹ نوشی انسان کی صحت کو تباہ اور اسکی عمر کو کم کرنے کی ذمہ دار ہے اور شرعی نقطہ نظر سے اسکا پینا اور پلانا ناپسندیدہ ہے اسکے پینے سے کوئی مالی مفاد نہیں، بلکہ باعثِ ضیاع ہے، موجب فضول خرچی ہے، اور آیت کریمہ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْن (اللہ جل شانہ ایسے لوگوں کو محبوب نہیں رکھتا جو فضول خرچ ہوں) کا مصداق ہے، بلکہ انھیں اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں) قرار دیتا ہے، اسلام میں صرف دو طبقے ہیں، خدا کے احکامات پر چلنے والوں کو قرآن کریم نے حزب اللہ، اوراس کے احکام پر نہ چلنے والوں کو حزب الشّیاطین قرار دیا۔اس لیے سگریٹ نوشی حزب اللہ سے نکال کر حزب الشّیاطین میں داخل کر دیتی ہے۔

دنیا میں سگریٹ بنانیوالی کمپنیاں

سگریٹ بنانیوالی کمپنیاں ہر سال کروڑوں روپے صرف اشتہاری مُہموں پر خرچ کرتی ہیں، تاکہ ہر سال سگریٹ نوش افراد کی تعداد بڑھتی رہے اور انھیں زیادہ سے زیادہ منافع ملتے رہیں، سگریٹ نوشی سے متلق اشتہارات میں نوجوانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کیجاتی ہے کہ سگریٹ کے استعمال سے وہ زیادہ اہم شخصیت بن جائیں گے، چنانچہ اکثر نوعمر سگریٹ پیتے ہوئے ایسا انداز اختیار کر لیتے ہیں، جیسے وہ سچ مچ بہت ہی اہم ترین شخصیت بن گئے ہیں، سگریٹ بنانیوالی کمپنیاں اپنے اشتہارات میں نفسیاتی حربے استعمال کرتے ہوئے نوعمر افراد کو اپنا مستقل گاہک بنا لیتی ہیں، اس طرح صحت کی خرابی کا آغاز نوعمری ہی سے ہو جاتا ہے۔

سگریٹ بنانے والی کمپنیاں ترقی یافتہ ممالک، مثلاً برطانیہ امریکہ اور جنوبی افریقہ سے تعلق رکھتی ہیں، ان کمپنیوں میں بہت زبردست مقابلہ آرائی ہوتی ہے، لیکن جب حکومت یا صحت کی انجمنیں ان پر کوئی پابندی عائد کرنا چاہتی ہیں تو سب کمپنیاں اپنے مشترک مفاد کے تحفظ کے لیے آپس میں سمجھوتہ کر لیتی ہیں، تاکہ سگریٹوں کی فروخت میں کمی واقع نہ ہو، سگریٹ ساز کمپنیاں سگریٹ نوشی سے متعلق دلنشیں اشتہارات ریڈیو، ٹی

وی، اخبارات اور مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعہ لوگوں تک پہنچاتی ہیں، جن میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ سگریٹ نوشی کرتے ہوئے اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ اس کی انگلیوں میں دبی سگریٹ، اس کی آرائش و زیبائش کا ہی ایک حصہ ہو اور سگریٹ کا پیکٹ اس کے ہینڈ بیگ میں رکھی ہوئی مختلف آرائشی چیزوں میں شامل ہو۔

تمباکو نوشی کے مضر اثرات طب اور سائنس کی روشنی میں

سائنسدانوں نے تمباکو نوشی سے منہ میں بدبو کے علاوہ، اسکے زہر نکوٹین سنو پائزننگ کے آہستہ آہستہ پینے کی وجہ سے مستقل خطرہ تسلیم کرلیا ہے۔

امریکی سینٹ نے ۱۹۶۶ء میں متفقہ طور پر تمباکو نوشی کو مہلک قرار دیتے ہوئے یہ الفاظ Smoking is injurious to Health سگریٹ کے ہر پیکٹ پر تحریر کرنے کا حکم صادر کردیا، چنانچہ حکومت نے بھی اس پر عمل شروع کردیا اور قانوناً بسوں اور پبلک مقامات سنیما گھروں تک میں سگریٹ کی ممانعت کردی ہے لیکن ان پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔

سگریٹ نوشی سے کینسر ہوتا ہے

ایک سگریٹ انسان کی زندگی سے ۱۸ منٹ کم کردیتا ہے۔ امریکی تحقیق کے مطابق انسان جتنا زیادہ تمباکو نوش ہوگا اتنا ہی دل کی بیماریوں میں مبتلا

ہوگا اور ۱۰ یا ۲۰ سگریٹ دن میں پینے والوں کی شرح اموات دگنی ہوگی ، ہر سگریٹ کے پیکیٹ پر نصیحت کے باوجود اس کا استعمال بڑھتا جارہا ہے۔

سگریٹ سے پیدا ہونے والے امراض

جب سگریٹ کا دھواں پھیپڑوں میں داخل ہوتا ہے تو اس دھویں میں موجود کیمیکل پھیپڑوں کے خلیات کو تحریک دے کر ان میں تیزی سے تقسیم در تقسیم کا عمل شروع کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں سرطان (کینسر) ہو جاتا ہے، ذیل میں وہ امراض درج کئے جارہے ہیں جو اس شخص میں پیدا ہو جاتے ہیں، جو کئی سال تک سگریٹ نوشی کرتا رہا ہے۔

(۱) پھیپڑے کا سرطان (۲) گلے کا سرطان (۳) منھ کا سرطان (۴) امراضِ قلب (۵) دورے پڑنا (۶) دوران خون میں کمی (۷) خواتین میں جلدی سنِّ یاس ہونا (۸) آنتوں میں زخم (۹) مسوڑوں کا پھول جانا (۱۰) سگریٹ کے دھویں سے نیند میں بچے کی موت (۱۱) والدین کی سگریٹ نوشی سے رِحم میں جنین کی موت (۱۲) والدین کی سگریٹ نوشی کے باعث اسقاط۔

تمباکو نوش کا چہرہ

اگر کوئی حسین چہرہ ۴۵ اور ۵۰ سال کی عمر میں پھیکا اور بے رونق ہو جائے، جھریوں کا جال رخ روشن پر پھیل جائے، اور نقوش دھندلا جائیں تو

یقین کر لیجیے کہ حسن کے اس عمدہ نمونے کا حلیہ تمباکو نے بگاڑ دیا ہے، چہرے پر سرخ سیاہ دھبے، دھندلی میلی آنکھیں، سیاہ ہونٹ یہ سب تمباکو کی دین ہیں، یہ کشش اور رونق اسکی وجہ سے کھو بیٹھے ہیں، معالجین ایسے چہروں کو تمباکو نوش کا چہرہ کہتے ہیں۔

سگریٹ نوشی پر کس نے مجبور کیا؟

(۱) جب خواتین ملازمت کی غرض سے باہر نکلتی ہیں تو ان کو طرح طرح کی پریشانیوں اور الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس سے ان کو ذہنی، ٹینشن اور تھکن مجبور کر دیتی ہے کہ کوئی ایسا طریقہ اپنائیں جس سے کم وقفے کیلئے ہی سہی ذہنی دباؤ والی مصیبت سے نجات تو ملے، تو اس غم اور رنج کو بھلانے کیلئے عموماً سگریٹ نوشی کا سہارا لیتی ہیں، یا پھر ایسے وقت میں اپنے ساتھ کام کرنیوالے مردوں کو دیکھتی ہیں اور اوران سے متاثر ہو کر سگریٹ نوشی شروع کر دیتی ہیں، تا کہ وہ کسی بھی کام میں مردوں سے پیچھے نہ رہیں۔

(۲) خواتین عام طور پر ایک عجیب قسم کی الجھن بے چینی اور بے سکونی کا شکار رہتی ہیں، اور اپنی نادانی اور ناسمجھی سے یہ سمجھتی ہیں کہ سگریٹ نوشی انکے ذہنی دباؤ کو کم کر کے انھیں سکون و فرحت بخشے گی، مگر افسوس وقتی سکون کی تلاش کی غرض سے وہ ایسی دلدل میں پھنس جاتی ہیں، جس سے ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں ملتا، یہی عادت ان کیلئے ایسی زنجیر بن جاتی ہے، جس

سے انھیں چھٹکارا ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سگریٹ نوشی مادرِ رحم میں پلنے والے بچے کیلیے بھی خطرناک

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے، کہ سگریٹ نوشی کے مضر اثرات عورتوں کے جسم میں قوت مدافعت کے کم ہونے کی وجہ سے مردوں سے زیادہ متاثر کرتے ہیں، ویسے بھی بایولوجیکل اور فزیکل طور پر عورت کے جسم کی ساخت عورت ہونے کے حیثیت سے سگریٹ نوشی نہ صرف اس کیلئے بلکہ اس کے رحم میں پلنے والے بچے کیلئے بھی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں کیجانے والی ریسرچ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے، کہ ماں کی سگریٹ نوشی کی وجہ سے رحم میں جنین کی موت ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ وہ حاملہ عورت جو ابتدائی ایام میں سگریٹ نوشی چھوڑ دیتی ہے اسکے بچے پرہیز نہ کرنیوالی عورت کے مقابلے میں زیادہ تندرست اور صحت مند ہوتے ہیں، اگر ماں خود سگریٹ نوشی نہیں کرتی مگر سگریٹ کے دھوئیں سے آلودہ فضا میں سانس لیتی ہو تو اسکے جسم پر پہنچنے والے زہریلے مواد بچے کیلئے خطرہ بن جاتے ہیں۔ اسی بنیاد پر بعض ممالک میں ان مقامات پر سگریٹ نوشی پر پابندی لگانے کیلئے ضروری اقدامات کیے گئے ہیں، جہاں پر حاملہ عورت کی موجودگی کا امکان ہو۔

عورت کی صحت پر مضر اثرات

ہارورڈیونیورسٹی کے ایک پروفیسرڈاکٹر والٹرالیٹ نے خواتین پر سگریٹ نوشی کے مضر اثرات پر یہ ریسرچ کی جس سے ثابت ہوا، کہ ۵ فیصد ایسی خواتین کودل کے دورے پڑتے ہیں جوسگریٹ نوشی کرتی ہیں اور عارضہ قلب میں مبتلا ۹۰ فیصد وہ خواتین ہیں جوایک یوم میں ۴۵ سگریٹ پیتی ہیں۔

لاس اینجلس میں واقع کیلی فورنیایونیورسٹی کے ایک پروفیسرڈاکٹر جونا تھن ویلڈ نگ کہتے ہیں، سگریٹ نوشی کوخیرآباد کہنے میں مردوں کی بہ نسبت عورتیں بہت پیچھے ہیں، پھر بھی عورتیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ عمر پاتی ہیں مگر یہ فاصلہ بھی جلد ہی مٹ جائیگا، کیونکہ خواتین سگریٹ نوشی کی بہت زیادہ شائق ہوتی جارہی ہیں۔اسی طرح بوسٹن میں ہونے والی ایک نئ تحقیق سے ثابت ہوا کہ سنِّ یاس کو پہنچنے والی خواتین جوروزانہ ایک ڈبہ سگریٹ کا پھونک دیتی ہیں، وہ رحم کی جھلی کے سرطان میں مبتلا ہوجاتی ہیں، ان کی تعداد سگریٹ نہ پینے والی خواتین سے پچاس فیصد زیادہ ہے۔اورایک تحقیق کے مطابق امریکی عورت کی موت کا اولین سبب پھیپڑوں کا کینسر ہے، جس کے نتیجے میں اس کینسر کی شکارخواتین کی تعداد ان خواتین سے تیرہ گناہ زیادہ ہے جوبنا سگریٹ نوشی کے اس سرطان میں مبتلا ہوکرمرجاتی ہیں۔

تمباکونوشی کے اشتہارات کے خلاف عورتوں کا احتجاج اور تمام تحقیقی رپورٹیں رونگٹے کھڑے کر دیتی ہیں، اطباء اور ماہرین بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ سگریٹ نوشی عورت کیلئے بہت بڑا خطرہ ہے، حاملہ عورت کو حمل کے دوران سگریٹ نوشی سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس کے نقصان دہ اجزاء پورے جسم کو متاثر کرتے ہیں اور بچے تک پہنچنے والی غذا اور آکسیجن میں کمی کا باعث بنتے ہیں، جس کے نتیجے میں بچہ کمزور اور اصل جسم سے بہت چھوٹا رہ جاتا ہے۔ (الانبیاء نامی جریدہ کا ضمیمہ ۱۱/۵/۱۹۸۵)

ساؤنڈ آف امریکہ نے امریکن ویمن سوسائٹی کی جانب سے کیے جانے والے احتجاجی مظاہرے کے بارے میں ایک رپورٹ نشر کی، جس میں خواتین نے سگریٹ بنانے والی مختلف اشتہاری ایجنسیوں کے خلاف احتجاج کیا تھا، جنہوں نے نئی بننے والی سگریٹ کی پبلسٹی یہ کہہ کر کی کہ یہ سگریٹ خاص عورتوں کے لیے بنائی گئی ہے۔

اس سوسائٹی نے زبردست نوٹس لیتے ہوئے ان کمپنیوں کی مذمت کی اور کہا کہ اس قسم کے اشتہارات بنانے والی کمپنیوں کو صرف اپنی آمدنی بڑھانے سے مطلب ہے۔ کسی کی بھی صحت برباد ہو اس سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ ساؤنڈ آف امریکہ کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہر چار امریکی خواتین میں سے ایک عورت سگریٹ کی عادی ہے۔ (نشریات ساؤنڈ آف امریکہ ۱۷/۱۱/۱۹۹۰)

یہ تھے ان عورتوں کے احوال وکوائف جو مغربی تہذیب کے کھوکھلے نعروں سے متاثر ہو کر گھر سے نہ صرف باہر نکلیں بلکہ مساواتِ مرد وزن کے چکر میں اپنی عصمت وعفت کو بھی تار تار کر لیا۔ اور فطرت سلیمہ کو بھی بھول گئیں جس مقصد سے خالق نے اسکی تخلیق کی تھی۔ اسکی حقیقت بکاؤ مال سے زیادہ نہیں رہی اور وہ ہمیشہ کیلئے ایسے مہلک غار میں گر گئی جس سے خلاصی مشکل ہے۔ آج وہ اس گھڑی کو پچھتا رہی ہے کہ کیوں اس نے آزادی کا نعرہ لگایا تھا۔ اس آزادی نے اسکا چین وسکون سب چھین لیا، خوشی ومسرت تو اس کیلئے قصہ پارینہ بن گئی، بلکہ آج اسکو ایسے نجات دہندہ کی ضرورت ہے جو اسکو اس بھنور سے نکال کر سکون واطمینان کی زندگی مہیا کر سکے۔ آج وہ مشرقی عورتوں کیطرف للچائی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ جہاں کی عورتیں ذہنی کشمکش اور فقر وفاقہ ڈر اور خوف سے کافی دور ہوتی ہیں۔

مساواتِ مرد وزن حقیقت یا دھوکہ

۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کی جانب سے انسانی حقوق کے سلسلے میں ایک عالمی منشور جاری ہوا، جس میں انسان کے شہری، سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا تذکرہ تھا۔ اور زور دیا گیا تھا کہ معاشرہ کا ہر فرد خواہ مرد ہو یا عورت یہ حقوق حاصل کر سکتا ہے۔

اس منشور کی دوسری شق میں ہے کہ ہر انسان کو کسی بھی قسم کے امتیاز کے بغیر، منشور میں ذکر کردہ حقوق اور آزادی حاصل کرنے کا حق ہے، اقوام متحدہ کسی بھی قسم کے امتیاز کو درست قرار نہیں دیتی خصوصًا جب کہ یہ امتیاز عنصر رنگ، جنس (مرد اور عورت)، زبان، دین، سیاسی یا غیر سیاسی قومیت، معاشرہ یا جائے پیدائش وغیرہ کی وجہ سے ہو (حقوق الانسان فی الاسلام از محمد الزحیلی ص۳۹۲)

معاہدہ میں شریک تمام ممالک اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق میں مرد وعورت کے درمیان مساوات قائم کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

(حقوق الانسان از محمود یسوفی ج ا ص۲۳)

دنیا کے بہت سے علاقوں میں عورت جس امتیازی سلوک کا شکار ہے یہ کانفرس اسکے مکمل خاتمے پر زور دیتی ہے کیونکہ عورت اور مرد کو الگ الگ مقام دینا اقوام متحدہ کے چارٹر اور انسانی حقوق کے عالمی منشور کے احکام کے خلاف ہے۔ انسانی ترقی کیلئے عورت کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا از حد ضروری ہے۔

اس طرح یورپ میں مرد وزن کے درمیان مساوات کے مغربی مفہوم کی خوب نشر واشاعت کی، اور اس نظریے کو لوگوں میں مقبول بنانے کی راہ ہموار کی۔ عورت بے چاری ان دلفریب نعروں سے متاثر ہو کر گھر سے باہر

آ گئی لیکن ذرا جائزہ لیکر دیکھئے، کہ اس عرصے میں خود مغربی ممالک کی کتنی عورتیں صدر یا وزیر اعظم بن گئیں، کتنی خواتین کو جج بنایا گیا، کتنی خواتین کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا گیا۔ آیئے ہم ایک رپورٹ پیش کرتے ہیں کہ مرد وزن کے درمیان مساوات کا نعرہ کہاں تک درست ہے۔

پیرس میں ۱۹۷۸ء میں ایک نیشنل کانفرنس منعقد ہوئی، جس کا عنوان تھا بیسویں صدی کی عورتیں، کانفرنس میں عورت کے حالیہ حالات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا، اس تفصیلی جائزہ کے نتیجے میں عورتوں کا جو تناسب سامنے آیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

کل آبادی	باون (۵۲) فیصد
ملازم پیشہ افراد	تینتالیس (۴۳) فیصد
ووٹ دینے والے	ترپین (۵۳) فیصد

ساٹھ سال کی عمر سے تجاوز کرنیوالے افراد کا انسٹھ (۵۹) فیصد

زندگی کس طرح گزارتی ہیں؟

زندگی کس طرح گزارتی ہیں؟ جیسے سوال کا جواب دیا گیا۔ بہت کم نوجوان عورتیں ایسی ہیں جو اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہیں۔ ۷۰ فیصد نوجوان عورتیں یا تو تنہا رہتی ہیں یا پھر ولی کے ساتھ رہتی ہیں۔ قانونی طور پر

شادی کرنیوالی خواتین کی تعداد ٦ سال کے عرصے میں ٦٨ ہزار کم ہوگئی۔ ۱۹۸٦ء میں ان کی تعداد دو لاکھ چھیاسٹھ تک گھٹ گئی تھی۔ جبکہ ۱۹۸۰ء میں یہ تعداد تین لاکھ چونتیس ہزار تھی۔ ان میں بیس فیصد بچوں کی پیدائش بغیر شادی کے ہوئی تھی۔ ٦٩ فیصد جوان عورتیں ملازمت کرتی ہیں، جن میں سے ۵۰ فیصد عورتیں اپنے گھروں کی کفالت کرتی ہیں۔ مڈل کلاس طبقے کی شادی شدہ عورتوں میں سے ۴۰ فیصد عورتیں ایسی ہیں جو گھروں سے باہر کام کرتی ہیں۔ طلاق طلب کرنیوالی خواتین کی تعداد ۲.۹ ۷ فیصد ہے ان خاندانوں کی تعداد جن کی کفالت عورتیں کرتی ہیں ۱۹۸٦ء میں نو لاکھ ستر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

کیا کام کرتی ہیں؟ اس سوال کے جواب سے معلوم ہوا کہ زیادہ تر خواتین نجی اور غیر نجی شعبوں اور ہلکے پھلکے غیر مستقل شعبوں میں کام کرتی ہیں۔ ماہر عمرانیات مارگریٹ روانی کہتی ہے، دونوں جنسوں میں بہت تفاوت ہے عورت فطرتاً کمزور ہوتی ہے۔ اسلئے ان دونوں کے کام بھی الگ ہی ہوتے ہیں۔ نسوانی پیشہ، مردانہ پیشہ اسی کو ہم نسوانی اسپشلٹی، مردانہ اسپشلٹی بھی کہہ سکتے ہیں۔ شفٹوں میں کام کرنے کیلئے عورتیں ہی زیادہ مخصوص ہیں شفٹوں میں عورتوں کی تعداد ۲۵ فیصد جبکہ مردوں کی تعداد ۲ فیصد ہے۔

جب کسی کمپنی میں ملازمین کی تعداد کمپنی کی ضرورتوں سے تجاوز کر جاتی

ہے اور کچھ ملازمین کو برطرف کرنیکی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو یہ کمپنیاں ملازم خواتین سے شفٹوں میں کام لینا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ اسکے علاوہ ۴۵۵ پیشوں میں سے صرف ۲۰ پیشے ایسے ہیں جہاں عورتیں زیادہ تعداد میں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ اسکے علاوہ پیشے مردوں کیلئے مخصوص ہیں۔ ۱۹۷۵ء سے خواتین کی تعداد کام کرنے میں اور ملازمت کا پیشہ اختیار کرنے میں مردوں کے مقابلہ بہت زیادہ بڑھ رہی ہے، ہر سال چودہ لاکھ عورتیں داخل ہوتی ہیں جبکہ ان شعبوں میں مردوں کے داخل ہونے کی تعداد چالیس ہزار ہوتی ہے۔ یعنی کہ عورتیں مردوں سے زیادہ کام کرتی ہیں، پھر بھی المیہ یہ ہے کہ عورتوں کیساتھ تنخواہوں میں امتیازی سلوک کیا جاتا ہے مردوں کی تنخواہیں عورتوں کی تنخواہوں سے ۳۲ فیصد زیادہ ہوتی ہیں۔

﴿یورپ اور امریکہ کی خواتین﴾

ان ملکوں کی خواتین کی حالت بھی فرانسیسی عورتوں سے مختلف نہیں ہے، جیسا کہ گذشتہ اوراق سے واضح ہوگیا کہ عورت وہاں تنہا اور بہت اکیلی ہے۔ ساٹھ سال کی عمر سے تجاوز کرنیوالے افراد میں عورتوں کا تناسب پچانوے (۹۵) فیصد ہے۔ یعنی ضعیف خواتین کی تعداد مردوں کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے۔ مغربی معاشرے میں بچے جب بڑے ہوجاتے ہیں اور اپنا

گھر بسا لیتے ہیں تو اپنے والدین کے ساتھ نہیں رہتے جسکی وجہ سے زیادہ تر بوڑھی خواتین ان اداروں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

یورپ کا واقعہ

انگلستان کے ایک طبی جریدے نے ایک عبرتناک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک لڑکی میری نامی جوان ہوئی تو اسکی والدہ نے اچھے گھرانے میں اس کی شادی کر دی۔ خاوند برسر روزگار اور سماجی اہمیت رکھتا تھا، پھر اس کے یہاں ایک بچی پیدا ہوئی، ماں کی اور کوئی اولاد نہ تھی اسلئے وہ بیٹی کے یہاں مقیم تھی۔ لیکن وہ اس کی مہمانداری کے علاوہ نواسی کی پرورش میں بھی ہاتھ بٹاتی تھی نواسی جب ذرا بڑی ہوگئی، وہ اپنا لباس خود تبدیل کرنے کے قابل ہوگئی تو میری نے سوچا کہ ماں کا وجود گھر کی خوبصورتی پر اثر انداز ہے۔ اسلئے بڑھیا سے جان چھڑانی چاہئے۔ اب ماں کو بڑھاپے کی پینشن بھی ملتی تھی اسلئے اسے بوڑھوں کے خصوصی گھر OldHouse میں داخل کر دیا گیا۔ ماں نے بہت حیلے کئے، گھر میں اپنی ضرورت کا احساس دلایا، نواسی کی پرورش کا عذر بھی ناکام ہوا۔ میری کا اصرار تھا ہمارا چار کمروں کا فلیٹ اب تنگ پڑ گیا ہے۔ اس میں وسعت کی ایک ہی صورت ہے کہ اماں چلی جائے۔ میری کی بیٹی ایلزبتھ کو نانی سے انس ہو گیا تھا اسکا احتجاج بھی بیکار

گیا۔ البتہ اماں سے یہ وعدہ کیا گیا کہ ہم ملنے آیا کریں گے ہفتہ اور اتوار تمہیں ہم گھر میں لائیں گے۔ بھلا اولڈ ہاؤس جانے سے رشتے بھی ٹوٹتے ہیں۔ اماں کو اولڈ ہاؤس پہنچانے کے بعد ملاقاتوں میں وقفہ بڑھتا ہی گیا۔ ہفتہ اتوار کو چھٹی کے باعث گھر میں مہمان آتے رہتے تھے، ان کی موجودگی میں ایک نیم لاچار بڑھیا کا گھر میں ہونا کسی اچھے تأثر کا باعث نہ تھا اسلئے اماں جان کیلیے اولڈ ہاؤس میں قیام مستقل حقیقت بن گیا۔ اپنی ہی طرح کی چند معذور اور مفلوک الحال بوڑھیوں میں رہ کر وہ بیچاری ہمیشہ ان کو یاد کرتی، لمبے لمبے محبت بھرے خط لکھتی نواسی ایلزبتھ کو پیار لکھتی لیکن وہ منتظر ہی رہتی۔ بیٹی نے ماں کو یقین دلایا کہ وہ کرسمس پر اپنی پیاری اماں کو ضرور گھر لائے گی تا کہ تمام خاندان کرسمس کی خوشیاں منائے۔ اماں بیچاری نے اپنے جیب خرچ میں سے پیسہ بچا کر اون خریدی اور دن رات ایک کر کے اپنی نہایت پیاری نواسی کیلئے ٹوپی مفلر اور سویٹر بنایا۔ کرسمس والے دن تک کچھ کمی رہ گئی تھی، اسلئے وہ چوبیس دسمبر کی برفباری میں بلڈنگ کی بالکونی میں کرسی ڈال کر اپنے تحفہ محبت کی تکمیل کرتی رہی۔ شدید سردی میں بالکونی میں بیٹھنے کی ایک ضرورت یہ تھی کہ وہ چاہتی تھی کہ جب اسے لینے والوں کی کار آئے تو ان کو انتظار کی کوفت میں مبتلا کئے بغیر نیچے جائے۔ اولڈ ہاؤس کی ایک خادمہ فینسی بڑی خدمت گزار عورت تھی اس نے بڑھیا کو ہیٹر

والے کمرے میں لانے کی بڑی کوشش کی مگر وہ اپنے خاندان سے ملنے کے اشتیاق میں کسی مصلحت پر آمادہ نہ ہوئی۔ فینسی نے ایک کمبل لا کر اس پر ڈال دیا، بار بار واپسی کی تلقین کے ساتھ وہ گرم چائے بھی دیتی رہی۔ صبح ہو گئی مگر لینے والے نہ آئے۔ کمزوری، شب بیداری، اور سرد ہواؤں میں پوری رات گزارنے سے اسے شدید نمونیہ ہو گیا۔ بیٹی کو خود آنے کی فرصت تو نہ مل سکی لیکن اس نے ماں کے بہترین علاج کیلئے ایک بار فون پر خواہشات کا اظہار کیا، ماں مر گئی۔ میری کو چونکہ ماں سے بہت پیار تھا اسلئے کفن دفن کیلئے بہترین بندوبست کیا گیا کچھ دن بعد میری ماں کا سامان لینے اولڈ ہاؤس گئی۔ تو اس نے وہاں کی خادمہ فینسی کا بہت شکریہ ادا کیا کیونکہ وہ آخری وقت تک اماں کی خدمت کرتی رہتی تھی، پھر اسے یاد آیا کہ فینسی بڑی خدمت گزار لڑکی تھی اسے کیوں نہ اپنے گھر میں ملازم رکھ لیا جائے اس نے بہتر تنخواہ کے لالچ کے ساتھ فینسی کو اپنے گھر کی دعوت دی۔

فینسی نے ہنس کر کہا میں آپ کے گھر ضرور جاؤں گی لیکن خدا کا انصاف دیکھنے کے بعد جس دن آپ کی بیٹی ایلزبتھ آپ کو اسی گھر میں چھوڑ کر جائے گی۔ میں اس خاتون کے ہمراہ اسکی خدمت کیلئے چلی جاؤں گی، یہ قصہ نہیں حقیقت ہے۔ اب ماڈرن گھرانوں میں ماں باپ ایک فاضل اور بدنما چیز بن گئے ہیں۔ ان کی خدمت تو درکنار نئی نسل انکی صورت

تک سے بیزار ہوتی ہے۔ (رشتہ داروں کے ساتھ بھی تنہا) بوڑھوں کی یہ تذلیل چند برس پہلے تک یورپ تک محدود تھی مگر اب یہ رویہ ہمارے اپنے ملک میں بھی اپنایا جانے لگا ہے۔ ہندوستان کے بڑے شہروں میں بھی اولڈ ہاؤس تعمیر ہو چکے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس ملک کی روایات میں والدین کے احترام پر فخر کیا جاتا تھا، اب وہاں بھی بوڑھوں کی تذلیل ہونے لگی ہے۔ دوسری طرف اسلام مذہب میں **علیکم بدین العجائز** تم بڑوں کا طریقہ اپناؤ (یہ حدیث موضوع ہے)۔ اور **لاتقل لھما اف** والدین کے سامنے اف بھی نہ کہو، کی تعلیم دی گئی ہے۔

ستر فیصد نوجوان خواتین اپنے ولی کیساتھ رہتی ہیں۔ اس عمر میں شادی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنے آپ کو بہت تنہا محسوس کرتی ہیں۔ آبادی میں اضافہ کے باوجود خواتین کا قانونی طور پر شادی کی طرف رجحان بہت کم ہوتا جا رہا ہے جس سے عورت اور مرد کے درمیان قائم رشتے کی ناپائیداری کا ثبوت ملتا ہے۔

طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورتوں کی تعداد تقریباً تہتر ہزار نو سو ہے۔ اس تعداد سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ زیادہ تر شادی شدہ خواتین اپنی ازدواجی زندگی سے ناخوش ہیں۔ ایسے خاندان نو لاکھ سات ہزار کی تعداد میں موجود ہیں جن کی کفالت خود خواتین کرتی ہیں۔ انکی نام نہاد

آزادی انھیں خوشیوں سے بھرپور ایک مطمئن زندگی کی لطافتوں سے ہمکنار کرنے کے بجائے انکو غمزدہ اور ستم رسیدہ بنادیتی ہے۔

اضافی ذمہ داریاں

گھر کی ذمہ داریوں کے علاوہ اضافی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی زیادہ تر عورتیں ہی سنبھالتی ہیں جس کا اندازہ اعداد و شمار سے کیا جا سکتا ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین کی تعداد ۴۳ فیصد ہے۔ یہ وہ خواتین ہیں جو گھر کے اندر بھی کام کرتی ہیں اور باہر کے کاموں میں بھی مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ جب کہ مرد شاذونادر ہی گھریلو ذمہ داریوں میں عورتوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔

مساوات اور برابری کی نفی

مساوات کا نعرہ لگا کر عورتوں کو گھر سے باہر نکالا گیا۔ ''مگر افسوس'' عورتوں کی تنخواہوں میں بھی امتیازی سلوک برتا گیا۔ ان کیلئے محدود شعبے مقرر کئے گئے، ان کیلئے عارضی ملازمت اور شفٹوں میں کام لینا متعین کیا گیا۔ عورتوں کو صرف تفریح اور دل بہلانے کیلئے استعمال کیا گیا۔ چند خواتین کے علاوہ امارت، سیاست و پارلمنٹری عہدے سے ان کو دور رکھا گیا۔ یہ وہ نکات ہیں کہ جو مساواتِ مردوزن کی قلعی کھولنے کیلئے کافی ہیں، کہ عورتوں کو مساوات کے نام پر دھوکہ دیکر مساوات سے ہی محروم کردیا گیا۔

بے حجابی اور بے پردگی عورت کیلئے قید ہے واقعتاً یہ وہ بیڑیاں ہیں، جو عورت کو ایک دکھ بھری قید سے ہمکنار کر کے اسے اسکے حق آزادی سے محروم کر دیتی ہیں۔ جبکہ حجاب اور اسلامی پردہ عورت کو ان بیڑیوں سے نجات دلا کر اسکی آزادی کا ضامن بن جاتا ہے۔ جو اس کو ذہنی سکون، اور اطمینانِ قلب کا احساس عطا کرتا ہے۔ جس سے یقیناً بے حجاب عورتیں محروم رہتی ہیں، اسلام کے اس نظریہ کی تائید مغربی مفکرین نے بھی کھل کر کی ہے۔ اسلام نے فتنہ کا چشمہ جہاں سے ابلتا تھا، اور اخلاق وسوسائٹی پر جہاں سے ضرب پڑتی تھی، ان سوتوں اور سوراخوں کو ہی بند کر ڈالا۔ مقصد یہ ہے کہ عفت وعصمت جو بنی نوعِ انسان کیلئے ایک بیش قیمت موتی ہے، اسکی حفاظت کیلئے تمام جائز طریقے برتنا ضروری اور انسانی فریضہ ہے، تاکہ انسانی سوسائٹی فتنہ وفساد کی آماجگاہ نہ بن سکے۔ اور ملک وشہر کا امن وامان خطرہ میں نہ پڑے۔

جاہلی بے پردگی سے ممانعت

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اسلام میں عورتیں حدود وقیود میں گھری ہوئی ہیں۔ شریعت مطہرہ نے ہر جگہ ان پر پہرہ لگا دیا ہے۔ اور ان خطرات کی حفاظت کی ہے جو ان کی ذات سے وابستہ ہیں۔ رات دن کے تجربات شاہد ہیں کہ عورتوں کی بے باکانہ چہل پہل مردوں کی جماعت میں ایک شورش پیدا کر دیتی ہے:

وقرن فی بیوتکن وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (احزاب)

ترجمہ: اپنے گھروں سے چمٹی رہو اور جاہلی زمانے کیطرح بن ٹھن کر گھومتی نہ پھرو۔

آیت کا شان نزول گو خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ اللہ رب العزت نے اس آیت میں جاہلیت کی رسم ترک کرنیکی ہدایت فرمائی۔ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ عورتیں بن سنور کر مردوں میں بے باک گھومتی تھیں، زیبائش کی عجیب وغریب تدبیریں عمل میں لائی جاتی تھیں، دوپٹہ کو اس طرح ڈالتی تھیں کہ سینہ کا ابھار، گلے کے زیورات، کانوں کی بالیاں اور انکی ہیئت فتنے کا سامان ہوتیں۔ مرد انکی ادا کو دیکھ کر مسحور ہو جاتے، پھر جاہلیت میں عورتیں مٹک کر چلتی تھیں اسلیئے اسلام جب آیا تو اس نے اسکی اصلاح کی۔ عورتوں کو پہلے رسم ورواج سے روکا اور پھر پاک زندگی کا سلیقہ بتایا، کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ عورتیں گھر ہی میں رہیں۔ اور اگر ضرورتاً نکلیں تو جاہلیت کے طریقہ پر بن سنور کر نہ نکلیں۔

نزول حجاب

پردہ کا حکم ہجرت کے پانچویں سال میں نازل ہوا حضرت فاروق اعظمؓ کو اس کی بڑی فکر دامن گیر رہتی تھی، اور انکی قلبی خواہش تھی کہ پردہ کا حکم نازل ہو۔ انکی اِس قلبی خواہش کو اللہ رب العزت نے شرف قبولیت بخشا اور یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَاب ترجمہ۔اور جب نبی کی بیویوں سے تم کچھ سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

شرم وحیا اور اسلام

اسلام نے اپنے قانون شرم وحیا کا اپنے پیروکاروں پر نفاذ ضروری سمجھا نبی کریمؐ نے اس کی ترغیب بھی دی۔ نبی کریمؐ نے ایک موقع پر ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ اپنے بھائی سے کہہ رہا ہے، زیادہ شرم نہ کرو۔آپؐ نے سنا تو اس صحابی سے فرمایا۔ یہ نہ کہو، فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ کیونکہ حیا جزء ایمان ہے (متفق علیہ)۔شریعت میں حیا اس صفت کا نام ہے جو انسان کو ان تمام چیزوں کے چھوڑنے پر ابھارتی ہے جو شریعت میں قبیح ہیں۔ایک دفعہ رحمت عالمؐ نے فرمایا: اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ، وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجِفَاءُ فِی النَّارِ (ترمذی ج۴ص ۳۶۵) شرم وحیا جزء ایمان ہے اور ایمان باعث دخول جنت ہے اور بے حیائی جفاء ہے اور جفا باعث دخول دوزخ ہے۔

شرم وحیا کی اہمیت بتلا کر اسلام نے ان تمام چیزوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو بے حیائی کی پیداوار ہیں اور جن سے عفت وعصمت داغدار ہوتی ہے۔ان تعلیمات کے ذریعہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عفت وعصمت کے تحفظ کیلیے یہ چیزیں کتنی ضروری ہیں۔

نگاہیں نیچے رکھنے کی افادیت

بدنظری کو ام الخبائث کی حیثیت حاصل ہے۔ بلکہ یہ تمام فواحش کی جڑ ہے اسلام نے اس سوراخ کو پہلے بند کیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (سورۃ نور آیت ۳۰) ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ ذرا اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو چھپائے رکھیں اس میں ان کیلئے پاکیزگی ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالی کو اس کی خبر ہے۔

آنکھوں کا فتنہ مہلک اور دنیا کے بہت سارے فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے اسی وجہ سے امام غزالیؒ نے لکھا ہے۔ کہ آنکھوں کے فتنہ سے یقینی طور پر اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ تمام فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب یہی ہے

ثُمَّ عَلَيْكَ وَفَّقَكَ اللّٰهُ وَ ايانا بحفظ الْعَيْنِ فَاِنَّهَا سَبَبُ كلّ فتنة و آفة

(منہاج العابدین ص ۲۸)

اگر اس ہدایت پر عمل نہ ہوگا تو آنکھوں کے ذریعہ کسی نہ کسی فتنہ میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہے۔ جس کا نقصان یہ ہوگا کہ سکون قلب جاتا رہے گا اور دل وسوسوں کی آماجگاہ بن جائیگا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اَلصَّبْرُ عَلٰى غَضِّ الْبَصَرِ اَيْسَرُ مِنَ الصَّبْرِ عَلَى اَلَمِ مَا بَعْدَهٗ آنکھ بند کرنا آسان ہے مگر اُسکے بعد کی تکلیف پر صبر مشکل (الجواب الکافی لابن القیم)۔ رحمت عالمؐ نے بھی اس فتنہ کی

طرف اشارہ فرمایا: اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ (المستدرک للحاکم) نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔

ایک لمبی حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ وَالْاُذْنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَالْلِسَانُ زِنَاهَا الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخطا، وَالْقَلْبُ يَهْوىٰ وَيَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ (مسلم) آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پیر کا زنا چلنا ہے، دل آرزو اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اسکی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔ بعض اسلاف سے یہ منقول ہے: اَلنَّظْرُ سَهْمٌ سَمٌّ اِلَى الْقَلْبِ نگاہ ایک زہریلا تیر ہے جو دل کو لگتا ہے۔ اور اسکو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۸۲)

نظر کی حفاظت بہت ضروری ہے ورنہ اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوسکتے ہیں، قوم اور ملک کا امن و امان خطرے میں پڑسکتا ہے، اخلاق و اعمال کی مٹی پلید ہوسکتی ہے، اور عفت و عظمت دم توڑ سکتی ہے۔

عورتوں کو ہدایت

اسلام نے صراحتاً جہاں مردوں کو عفت کی تعلیم دی تو عورتوں کو بھی فراموش نہیں کیا، مرد اور عورت دونوں کا خمیر ایک ہی ہے۔ عورت کی فطرت بھی شہوت سے اور اس کے دواعی سے خالی نہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں

کو بھی حکم دیا ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (سورۃ نور آیت ۳۱)

ترجمہ: ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی آنکھیں ذرا نیچی رکھیں اور اپنی شہوت کی جگہوں کو تھامے رکھیں اور اپنی زیبائش نہ دکھلائیں مگر جو ان میں سے کھلی چیز ہے۔

شہوت کے معاملے میں جو حال مردوں کا ہے، کم و بیش وہی حال عورتوں کا بھی ہے بلکہ ان کی نگاہ تو اور بھی فتنہ جگاتی ہے۔ جذبات میں عورتیں عموماً آگے ہوتی ہیں اور جلد متاثر ہونا تو ان کا مستقل مرض ہے۔ اسلئے ان کو اپنی آنکھوں کی حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود عورت کے دل میں تو کوئی خطرہ نہیں گزرتا مگر ان کی بداحتیاطی سے کسی مرد کا سکونِ دل جاتا رہتا ہے اور وہ مرد اپنی غرض کے سلسلے میں اندھا بن جاتا ہے سینکڑوں جال بچھاتا ہے، کبھی کبھی زبردستی کسی معصوم کی عصمت دری کے درپے ہو جاتا ہے۔ آج کے زمانے میں تو اخباروں اور رسالوں میں اکثر خطوط چھپتے رہتے ہیں۔ کالج، یونیورسٹی اور اسکول کے کچھ نوجوان کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے یہاں بے پردگی عام نہیں ہے اسلئے کبھی کبھی یہ بات ہوتی ہے، اگر یورپ کیطرح پردہ بالکل اٹھا دیا جائے تو پھر بدکاری ختم ہو جائے گی۔ مگر یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ یورپ

کواس بے پردگی نے کس اخلاقی پستی میں گرایا ہے۔

عورت بغیر عذر گھر سے باہر نہ نکلے

قرآن کا مطالبہ ہے کہ عورتیں بغیر ضرورت گھر سے باہر نہ پھریں، جیسا کہ قرآن کی اس سلسلے کی پہلی آیت وَقرن فی بیوتکن میں اشارہ گزرا بلکہ قرآن کا صراحتاً حکم گزرا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے اِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَاَقْرَبَ مَا تَكُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِىْ قَعْرِ بَيْتِهَا

(مسند البزار ج ۵ ص ۴۲۷ وابن کثیر ج ۳ ص ۴۸۲)

عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے، جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اسکی تاک جھانک میں رہتا ہے۔ وہ اپنے گھر کے گوشہ میں رحمت الٰہی سے زیادہ قریب ہے۔

گھر سے باہر نکلنے کے شرعی آداب

اگر ضرورت سے ان کو نکلنا ہی پڑے تو نگاہیں پست رکھیں اور شہوت کے مقام سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں جسکا حکم قُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ الآیۃ میں گزرا۔ پھر یہ نکلیں تو ستر چھپا کر۔ اور آزاد عورت کا سارا بدن ستر ہے۔ بجز ہاتھ اور اوپری کپڑوں کے جس کا ذکر وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں ہے۔ باہر نکلیں یا کسی سے ملنے جائیں تو اوپر برقعہ ڈال لیں اور بدن کا اتار چڑھاؤ ظاہر نہ ہونے دیں۔

جیسا کے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِهِنَّ (سورہ نور آیت ٤) عورتیں اپنے اوپر برقعہ ڈال لیں اور چاہئے کہ اپنے گریبان پر دوپٹہ بھی ڈال لیں۔

دوپٹہ ڈالنے کا طریقہ

خمار لغت میں اس دوپٹہ کو کہتے ہیں جس کو عورتیں اپنے سر پر ڈالتی ہیں۔ سلف صالحین نے بیان کیا ہے کہ سر پر سے لاکر سینوں پر اسطرح ڈالا جائے کہ جسم کے ابھار اور مواضع زینت میں سے کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ اس طرح ہرگز نہ ہو کہ دوپٹہ کا آنچل پیچھے کی طرف ڈال لیا جائے۔ جس سے سینے کا ابھار نہ چھپ سکے بلکہ اسمیں اور ابھار پیدا ہو جائے جیسا کہ جاہلیت کے دور میں رواج تھا جس کو اسلام مٹانے آیا تھا۔ یہاں یہ حکم ہے کہ قمیص کے اوپر دوپٹہ اسطرح ڈالا جائے کہ پوری ستر پوشی ہو سکے۔

اظہار زینت کی ممانعت

وقتِ ضرورت۔ اگر عورت باہر نکلے تو کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے، جس سے زینت کا اظہار ہو یا دوسروں کی توجہ اسکی طرف کھنچے۔ نہ ظاہری طور پر ایسی بات ہو نہ باطنی طور پر۔ بلکہ ظاہر و باطن پاک صاف ہو۔ باطن کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ (مومن ٢٠) اور وہ آنکھوں کی چوری اور دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔ اور ظاہر کے متعلق

ہدایت فرمائی وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (نور) عورتیں اپنے پیر کوزمین پر نہ ماریں کہ ان کی مخفی زینت جان لی جائے، اور اے ایمان والوسب کے سب اللہ کی طرف توبہ کروتا کہ تم بھلائی پاؤ۔ عورتیں عموماً پاؤں میں مختلف اور متعدد زیورات پہنا کرتی ہیں جن میں آواز پیدا ہوتی ہے جیسے گھونگرو وغیرہ۔ اسطرح کے زیورات بالکل ممنوع ہیں، اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ جب زیورات کے اخفاء کا حکم ہے اوران کی آواز کے متعلق احتیاط اور ممانعت کا حکم ہے تو جن اعضاء میں یہ زیورات پہنے جاتے ہیں ان کے اخفاء کا حکم تو بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت لائی جانے لگی جس نے بجنے والے زیور پہن رکھے تھے تو انہوں نے روک دیا اور فرمایا اسے اتار کر آؤ۔ اسلئے کہ حضور اکرمؐ سے انہوں نے سنا ہے لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ (ابوداؤد) اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا جس میں گھنٹی ہوتی ہے۔

خوشبو لگا کر نکلنے کی ممانعت

اس آیت میں جو علت بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسی چیز نہ کیجائے جو دوسروں سے عورت کی مخفی باتوں کو ظاہر کرتی ہو یا اس عورت کی طرف متوجہ کرنے کا سبب بنتی ہو۔ لہٰذا خوشبو، عطر اور سینٹ لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں یہ ایسی چیزیں ہیں جو عورت کی طرف کشش کا سبب بنتی

ہیں اوراس سے زینت کا اظہار ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر ضرورت کیوجہ سے نکلنے کی حاجت ہوتو اسطرح نکلیں کہ وہ دوسروں کیلئے جاذبِ نظر نہ ہوں ایک حدیث ہے: كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٍ، وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يعنى زانية (سنن ترمذی)

ہروہ آنکھ جو کسی اجنبی کو شہوت سے دیکھے وہ زانیہ ہے، اور جو عورت خوشبو لگا کر قصداً مردوں کی مجلس پر سے گزرے وہ بھی زانیہ ہے۔ ایک موقع پر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: مَثَلُ الرَّافِلَةِ فِي الزِّيْنَةِ فِي غَيْرِ اَهْلِهَا كَمَثَلِ ظُلْمَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا نُوْرَ لَهَا (ترمذی)

اپنے محرم مردوں کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانیوالی عورت کی مثال ایسی ہے، جیسے قیامت کے دن کی تاریکی جس میں کوئی روشنی نہیں ہوگی۔ اب تک اس باب میں قرآن پاک، احادیث اور عقل انسانی کی روشنی میں جو بحث کی گئی ہے ان بڑے مہذب متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کا نقشہ سامنے رکھ کر غور کریں کہ اسلام نے جن مفاسد کیطرف اشارے کیے ہیں وہ کتنے صحیح ہیں اور قوانینِ عفت مرتب کر کے انسانیت پر کتنا زبردست احسان کیا ہے۔ ان احادیث وقرآن کی روشنی میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ عورت کو مزید اور اسیر کر دیا گیا ہے تو پھر عورت آزاد کہاں رہی۔ جب کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ اسلام عورت کو آزادی دلاتا ہے اور بے حجابی

اسے حق آزادی سے محروم کر دیتی ہے تو میں کہوں گا کہ جناب درج ذیل سطروں میں ثبوت حاضر ہے۔

بارہ سال کی عمر اور شکستہ دلی

جب کوئی لڑکی بلوغت کی حدود میں قدم رکھتی ہے تو اس کے دل میں یہ خواہش شدّت سے پیدا ہوتی ہے کہ وہ خوبصورت اور پُر کشش نظر آئے اسی الجھن میں اسکا قلق، ذہنی دباؤ اور نسوانی تفکُّرات اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ جیسے کہ جلد کی رنگت، حد سے زیادہ لمبا قد، یا حد سے زیادہ چھوٹا قد، دبلا پن، موٹاپا، چہرے کے نقوش، موٹی ناک اور چھوٹی آنکھیں وغیرہ وغیرہ۔

کون ایسی دوشیزہ ہے جو ان میں سے کسی ایک ٹینشن یا فکر سے آزاد رہتی ہو؟ کیا یہ سب تفکرات اور ذہنی الجھنیں وہ بیڑیاں نہیں جو اس کو ہر وقت جکڑے رہتی ہیں۔ کیا کوئی لڑکی اس وقت آزاد رہ سکتی ہے جب کہ ان عیوب ونقائص کو چھپانے کی فکر ہمہ وقت اس کے ذہن پر سوار ہو۔

سماجی اور نفسیاتی ریسرچ رپورٹیں بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ واشنگٹن میں شائع ریسرچ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بارہ سال کی کمسن لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں کی بہ نسبت اپنے حلیے اور ظاہری حالت کے بارے میں زیادہ غمگین اور متفکر رہتی ہیں۔ ایک میگزین میں شائع ہونیوالی ریسرچ رپورٹ کا کہنا ہے، یہی احساس نوعمر لڑکیوں کے دل میں جوانی کے

حدود میں قدم رکھنے تک گھر کئے رہتا ہے۔

امریکہ میں مختلف تعلیمی مراحل سے وابستہ طلبہ اور طالبات کے رویہ اور طرز عمل پر ایک ریسرچ رپورٹ مرتب کی گئی کہ جب لڑکی اپنی شکل و صورت اور ظاہری حلیے سے مطمئن ہو جاتی ہے تو یہ احساسات اور تفکرات رفتہ رفتہ اسکے ذہن سے مٹ جاتے ہیں۔ بالغ ہونے سے قبل مایوسی اور شکستہ دلی کے احساس میں لڑکے اور لڑکیاں برابر ہوتی ہیں مگر بارہ سال کی عمر کے تجاوز کے بعد یہ احساس لڑکیوں میں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اپنے ظاہری حلیے اور شکل وصورت کے بارے میں ہر متفکر لڑکی کو یہ یقین سا ہو جاتا ہے کہ یا تو وہ بہت چھوٹے قد کی ہے یا حد سے زیادہ لمبا قد رکھتی ہے، یا بہت زیادہ دبلی، یا موٹی ہے، یا اس کے چہرے کے نقوش بہت بھدے ہیں۔

(جریدۃ الھدف الکویتیہ الاسبوعیۃ ۱۹۹۰/۵/۲۶ء)

پردے سے احساس کمتری کس طرح دور ہوتا ہے

گذشتہ ریسرچ سے ثابت ہو گیا کہ بارہ سال کی عمر سے ہی لڑکی فکر پریشانی اور شکستہ دلی جیسے احساسات میں گھر جاتی ہے۔ یہی وہ وقت ہے، جب اس عمر میں اسلام پردہ کا حکم دے کر عورت کو ان جذبات واحساسات کے شروع ہونے سے قبل ہی اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ آنحضرتؐ

کے پاس تشریف لائیں، ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اسماء! اگر عورت حیض کی عمر کو پہنچ جائے تو اسکے جسم کا کوئی بھی حصہ نظر نہیں آنا چاہئے "علاوہ اِسکے اور اِسکے" اپنے چہرے مبارک اور ہتھیلیوں کیطرف اشارہ کیا۔ (سنن ابوداؤد و ترمذی)

رپورٹ سے یہ بات واضح ہوئی کہ جب لڑکی اپنے حلیے اور ظاہری شکل وصورت کیطرف سے مطمئن ہو جاتی ہے تو شکستہ دلی اور مایوسی کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ یہی اطمینان اور بے فکری اُسے "پردہ" عطاء کرتا ہے، جب اسے اطمینان ہو جاتا ہے، کہ وہ پردہ میں دوسری لڑکیوں کیطرح ہے اور اب ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی بھی پسندیدگی کی نگاہ اسے نظر انداز کر کے کسی اور پر پڑے کیونکہ پردہ کی حالت میں سب لڑکیاں برابر لگتی ہیں۔ پردہ اسکو اس احساس سے بھی نجات دلاتا ہے کہ اس میں ضرور کوئی نقص ہے، کیونکہ شرعی اور اسلامی پردہ ان تمام عیوب کو چھپا لیتا ہے۔ عورت کیلئے ایسا لباس زیب تن کرنا جسمیں اسکا جسم جھلکے یا اسکے جسم کی ساخت نمایاں ہو حرام ہے۔

(لباس المراۃ وزینتھا ص ۱۱۷)

ظاہری حلیے میں لباس کی اہمیت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لڑکیاں اپنے سے متمول گھرانوں کی لڑکیوں کو دیکھتی ہیں کہ وہ اپنے زیب وزینت

پر کتنا خرچ کرتی ہیں ۔لڑکوں کی توجہ حاصل کرنے کیلئے نئے نئے فیشن اور تراش خراش کے لباس پہنتی ہیں ۔ جب انکے پاس خرچ کی کمی ہو تو یہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں، جس کو دور کرنے کیلئے وہ کہیں سے بھی اور کسی طرح بھی رقم کا انتظام کرتی ہیں، تاکہ اپنی ہمجولیوں سے برابری کر سکیں اور اسکا شمار بھی مالدار گھرانوں کی چشم و چراغ میں ہو سکے۔

پردہ نے لڑکی کو اس جھنجھٹ سے بھی نجات دیدی

پردہ میں ملبوس لڑکی یا عورت کو گھر سے باہر نکلتے ہوئے، اسکول یا اپنی ملازمت پر جاتے ہوئے، ہر مرتبہ نیا سوٹ پہننے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسلئے کہ وہ سب جگہ جاتے ہوئے پردے کی حالت میں ہوتی ہے ۔ ہیئر ڈائی بنانے والی ایک کمپنی کے ذریعہ کیجانے والی تحقیق کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ پینتیس سال کی عمر سے تجاوز کرنیوالی عورت ہر دس خواتین میں سے سات ایسی ہوتی ہیں جو اپنے بالوں کی سفیدی چھپانے کیلئے ہیئر ڈائی کا استعمال کرتی ہیں، جبکہ چوبیس فیصد خواتین نمائش اور فیشن کے طور پر اپنے بال رنگتی ہیں، چاہے ان کے سر میں سفید بال ہوں یا نہ ہوں ۔ یہاں پر بھی پردہ عورت کے بالوں کی سفیدی چھپا کر اسکو بہت سے تفکرات سے نجات دلاتا ہے۔ (جریدۃ القبس الکویتیۃ)

پردہ عورت کو شکستہ دلی اور ذہنی تفکرات سے نجات دلاتا ہے کیونکہ

سارے احساسات خوبصورت، پُرکشش اور جاذب نظر آنے کی اس فطری اورازلی خواہش کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں، جو عورت کے دل میں ہوتی ہے، اور پردہ عورت کی زیب وزینت کو صرف چند مخصوص لوگوں کے سامنے ہی لاتا ہے، جنکے سامنے اگر وہ خوبصورت بھی نظر نہ آئی تو اسے مایوسی اور شکستہ دلی کا شکار نہیں ہونا پڑیگا۔ پردہ میں عورت کی آزادی ثابت کرنے کیلئے اور بھی بے شمار عقلی دلائل ہیں۔

پردہ اور ٹریفک نظام

کیا کسی بھی راہ گیر کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اچانک کود کر کسی گاڑی کے سامنے آجائے اور اس کے ڈرائیور کو چونکا کر کسی جان لیوا حادثے کا سبب بنکر اپنی صفائی میں یہ کہے کہ میں آزاد ہوں، اپنی مرضی کا مالک ہوں کیا اس کی یہ حرکت ڈرائیوروں کے ذہن منتشر کر کے، گاڑیاں ان کے قابو سے باہر کر کے ٹریفک کا نظام درہم برہم کرنے کا باعث نہیں بنے گی، جس سے خطیر مالی نقصانات اور جان لیوا حادثات بھی جنم لے سکتے ہیں۔

بالکل اسی طرح آزادی کے نام پر عورت کا بے پردہ اور بے حجاب پھرنا اتنا ہی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے، کیونکہ کوئی بھی بے پردہ عورت اپنے حسن کی نمائش کر کے، اور جلوے لٹا کے ڈرائیور کی توجہ اپنی طرف مبذول کر سکتی ہے جس سے ڈرائیور کا ذہن بٹ سکتا ہے اور گاڑی پر اس کا کنٹرول ختم ہوسکتا

ہے، جبکہ ڈرائیونگ کیلئے مکمل توجہ اور حاضر دماغی بے حد ضروری ہوتی ہے۔

جورج ٹاؤن شہر کی ٹریفک انتظامیہ کا ایک افسر خواتین کو ٹریفک حادثات کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے کہتا ہے، اگر ذمہ داران نے منی اسکرٹ اور ہیجان خیز مختصر لباس زیب وتن کرنے پر پابندی لگانے کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھایا تو یہ انسانیت کیلئے ایٹمی بم سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ جس وقت گاڑی ڈرائیور کی توجہ اور نگاہیں اپنے سامنے یا پاس سے گزرنے والی حسینہ کے خدوخال میں الجھی ہوئی ہوتی ہیں، اسے پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کی گاڑی کسی دوسری گاڑی یا راہ گیر یا کسی بجلی کے کھمبے سے جاٹکرائی ہے۔ (مجلّہ المجتمع العدد ۹۹)

پردہ اور ترقی

ترقی کرنا، آمدنی کے وسائل کو بہتر سے بہتر بنانا، اور وقت کا صحیح اور بہترین استعمال کرنا ہی، ہر ملک کی اولین کوشش ہوتی ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان مقاصد کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہونیوالے کو کسی بھی طرح یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ کہہ کر بری الذمہ ہوجائے کہ وہ آزاد ہے۔

ایک چھوٹی سی خبر آپ تک پہنچارہا ہوں جو میری باتوں کی سچائی کا بہت بڑا ثبوت ہے: ''ایک بہت مشہور برٹش کمپنی ''پارکلز کارڈ'' نے ایک سر کلر جاری کیا جسمیں خواتین ورکرز سے درخواست کیگئی تھی کہ وہ اشتعال

انگیز لباس پہننے سے پرہیز کریں۔اس کمپنی کے سرکردہ افراد نے سرکلر کو جاری کرنیکی یہ وجہ بتائی کہ کمپنی کے مرد ورکرز اپنے ساتھ کام کرنیوالی خواتین کے مختصر اور ہیجان خیز لباس میں الجھ کر اپنے کام سے لاپرواہی برتتے ہیں، اور بڑی بیدلی سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں، جس سے انکی کارگردگی متاثر ہوتی ہے۔

یہ ایک پرائیویٹ کمپنی ہے، جس نے اندازہ لگالیا تھا کہ کام کرنیوالی خواتین کا بے ہودہ قسم کا لباس کتنی بری طرح مرد ورکرز کی کارگردگی میں خلل ڈال رہا ہے، جس سے کمپنی کی ساکھ متاثر ہو رہی تھی اور اسے بجائے فائدہ کے نقصان ہو رہا تھا، کیونکہ مرد ورکرز اپنے کام کے دوران بار بار اپنی خواتین ساتھیوں پر نظر ڈالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

کمپنی میں یا کمپنی سے باہر کسی کی یہ مجال نہیں تھی کہ کوئی اس سرکلر پر اعتراض کرتا، اسے ذاتی معاملات اور آزادی پر بندش قرار دیتا، کیونکہ بالآخر کمپنی کا مالک بھی اپنی کمپنی کے مفادات کا تحفظ کرنے کے معاملے میں آزاد اور خود مختار ہے۔

یہ معاملہ کسی کمپنی یا ادارے کی مختصر حدود سے باہر نکل کر جب کسی سماج یا معاشرے کا حصہ بنتا ہے تو مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے، کیونکہ پھر اس سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے لہٰذا اس وقت کسی عورت کا بے پردہ باہر نکلنا

اور مردوں کو انکے فرائض کی ادائیگی سے غافل کرنا اور ملک کی ترقی کی راہ میں حائل ہونا ہرگز آزادی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پردہ اور انصاف

اگر کوئی عورت کسی مرد سے گفتگو کے دوران کسی معاملے میں اسے اپنی رائے سے آگاہ کر رہی ہو، اور اسے اپنے نظریہ سے متفق بنانے اور قائل کرنے کیلئے نہایت زور وشور سے ثبوت اور دلائل پیش کر رہی ہو۔ مگر مرد اس دوران اسکی تمام باتوں کو سنی ان سنی کرتے ہوئے، کبھی اسکے بالوں پر نظر ڈال رہا ہو، تو کبھی بانہوں کا جائزہ لے رہا ہو، یا کبھی اسکی گردن پر نگاہیں مرکوز کیئے ہوئے ہو، تو کیا مرد کا یہ رویہ اور اسکی اہم ترین باتوں کو نظر انداز کر کے صرف اسکے جسم پر نظر کرنا عورت کیلئے ذلت اور توہین نہیں؟

کیا صرف اسکے ظاہری حلیہ میں کھو کر اسکے اظہارِ خیال اور قائل کرنے کی کوشش کو، کوئی اہمیت نہ دینا اور اسکی گفتگو سے متاثر نہ ہونا، عورت کی آزادی پر قدغن لگانے کی برابر نہیں؟ اسے اپنے اظہار خیال کے حق سے محروم کرنا نہیں؟ اگر کسی ادارے نے اپنے یہاں خالی آسامیوں کیلئے خواتین ورکرز کی ضرورت کا اشتہار دیا ہو، اور اس میں تعلیم اور قابلیت کا کوئی معیار بھی مقرر کیا ہو، اور لا تعداد خواتین اپنی تعلیم اور قابلیت کا ثبوت ڈگریوں، اور سرٹیفکیٹ کی شکل میں ساتھ لیکر انٹرویو کیلئے اس ادارے میں آئی

ہوں، مگر سلیکشن کمیٹی بورڈ نے ان کاغذات پر ایک نظر بھی ڈالنا گوارہ نہ کیا ہو، یا صرف سرسری جائزہ لیا ہو، اور ان کی نگاہیں صرف ان خواتین کی شکل و صورت، قد، کاٹھ، رنگت اور جاذبیت ٹٹول رہی ہو تو کیا یہی عورت کی آزادی ہے؟ اور کیا یہی مناسب ورکر کے انتخاب کیلئے انصاف کا تقاضہ ہے؟

اس کے علاوہ اور بہت سی مثالیں موجود ہیں، جو اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ بے حجابی اور بے پردگی عورت کیلئے رکاوٹ اور بندش ہے جو اسکی صلاحیتوں کی راہ میں حائل ہوتی ہے اور اسکے ساتھ ہونے والی نا انصافی کی بنیاد بنتی ہے۔

آزادی کہاں ہے

اگر بے پردہ پھرنا حق آزادی کے استعمال کا نتیجہ ہے تو پھر تو ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جو پہلی عورت اپنے پردے سے دستبردار ہوئی تھی، اس نے یہ کام پوری آزادی کیساتھ بغیر کسی سے متاثر ہوئے یا بغیر کسی کے اشاروں پر ناچے کیا ہو۔ جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوا جب ستر سال پہلے مصر کی دو مسلمان خواتین نے پہلی مرتبہ پردہ اتار پھینکا تھا۔ ۱۹۲۳ء میں ھدیٰ شعر اوی اور سیزا نبرداری نے روم میں منعقد ہونے والی ''انٹرنیشنل لیڈیز کانفرنس'' سے واپسی پر فوراً بعد اپنا نقاب نوچ کر پھینک دیا اور اسے اپنے پیروں سے کچل ڈالا، اور پھر اسکے بعد یہ دونوں، بہائی تعلیمات کی فعال اور سرگرم رکن بن گئیں۔ اور دیکھتے دیکھتے بہائی تعلیمات کی ہزاروں اور پھر

لاکھوں پیروکار وجود میں آ گئیں۔اور بہائی تعلیمات کا پرچار کرنے لگیں جو شریعت اسلامی کو باطل قرار دینے، پردہ کو حرام قرار دینے اور بے حجابی اور بے پردگی کو جائز اور صحیح قرار دینے کا مطالبہ کرتی تھیں۔ (مجلة لواء الاسلام العدد ۱۰ السنة ۴۴)

تو پھر بے پردہ ہونے میں آزادی کہاں سے آ گئی؟ جبکہ بے پردگی اختیار کرنے والی پہلی دو عورتیں، روم کی کانفرنس میں شریک ممالک کی نمائندہ بنا کر بھیجی گئی تھیں، یعنی وہ خود کسی کی پابند تھیں۔

اس کا فیصلہ کون کرے کہ عورت اپنے آپ کو کتنا چھپائے

کیا کسی عورت کا، سڑک پر برہنہ حالت میں نکل جانا آزادی ہے؟ کیا پوری دنیا میں کسی عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے گھر سے برہنہ حالت میں باہر نکل جائے؟ ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی اس بات کی تائید کرے گا کہ آزادی کے نام پر عورت کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔اور نہ ہی ہمارے خیال میں کوئی عورت ایسا کرنے کی جرأت کر سکتی ہے۔اور ہم یہ بھی نہیں سوچ سکتے کہ کوئی عورت اپنے گھر سے برہنہ حالت میں نکلی ہو اور کسی نے اسے ایسا کرنے سے روکا اور ٹوکا نہ ہو۔یعنی اسکا مطلب یہ ہوا کہ عورت کو اس معاملے

میں آزادی حاصل نہیں ہے۔ اور اسے باہر نکلنے سے پہلے اپنا جسم ڈھانپنا ضروری ہے۔ اس معاملے میں ہم سے کوئی اختلاف نہیں کر سکتا۔

اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ وہ اپنے جسم کو کہاں تک چھپائے؟

اور یہ فیصلہ کون کرے کہ اسے اپنے آپ کو کتنا چھپانا چاہیے؟

آیئے ذرا پڑھتے ہیں کہ ایک فرانسیسی ماہر امراض نسواں اور سرجن کیا کہتے ہیں: ''آج کل ہم جتنے بھی جنسی امراض کا شکار ہیں، ان میں سے زیادہ تر کا بنیادی سبب ہے، مرد اور عورت کے درمیان غیر شرعی اختلاط جسکی بنیادی وجہ ہے، مرد اور عورت کا اس شرم وحیا سے دستبردار ہونا جو فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں پیدا کی ہے۔ خاص کر عورت میں، لہٰذا جب عورت نے شرم وحیا کا لبادہ اتار پھینکا، اور اپنی فطرت اور طبیعت کی مخالفت کرتے ہوئے ایسے لباس پہننا شروع کر دیئے، جو اسکو چھپانے کی بجائے نمایاں کریں، تو معاشرے میں فتنہ برپا ہونا لازمی تھا، اور یوں طرح طرح کی بیماریوں کا معرض وِجود میں آنا ہی تھا۔ پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں عورت کو ایک ایسے لباس کا پابند کرنا ضروری ہے، جس میں کسی بھی زمانے اور دور میں، نوعیت بدلنے کے باوجود پردہ کی صفات اور معیار نہ بدلے، کیونکہ قرون وسطی کی عورتوں کا جو پردہ دار لباس تھا وہی قرون اولیٰ کی بے حیا اور بے شرم عورتوں کا لباس سمجھا جاتا تھا۔ اور جو آج کی عورت کے

نزدیک پردہ دار لباس ہے وہی لباس قرون وسطیٰ کی بدنام عورتوں کا لباس تھا۔

پرانے زمانے میں شریف عورتیں اپنے پورے جسم کو ڈھانپنے کے علاوہ اپنے چہرے کو دبیز نقاب سے ڈھانپتی تھیں، جبکہ اسی زمانے کی بے حیا عورتیں اپنا پورا جسم تو چھپا کر رکھتی تھیں مگر چہرے پہ بجائے دبیز نقاب کے باریک اور شفاف نقاب ڈالتی تھیں۔ کچھ عرصے بعد آزاد خیال عورتوں نے اپنا لباس ٹخنوں سے ایک بالشت اونچا رکھنا شروع کر دیا۔ پھر کچھ اور عرصہ گزرنے کے بعد یہی لباس بہت پردہ دار تصور کیا جانے لگا اور نمائش پسند بے حیا عورتوں نے اپنی بانہوں اور سینے کا کچھ حصہ نمایاں کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے آجکل کی شریف عورتیں وہ لباس زیب تن کرنے لگیں جو پرانے زمانے میں بدنام زمانہ عورتوں کا لباس ہوا کرتا تھا۔
(''المجتمع'' العدد ۸۳۷)

یعنی، جیسے کہ اس فرانسیسی سرجن کا کہنا تھا کہ عورت کو ایک ایسے لباس کا پابند کرنا ضروری ہے، جس میں کسی بھی زمانے اور دور میں، نوعیت بدلنے کے باوجود پردہ کی صفات اور معیار نہ بدلے ''یعنی کہ کپڑے کی نوعیت اور بناوٹ میں تبدیلی اور ترقی لاکھ ہو جائے، کوئی حرج نہیں، چاہے کپڑے اونی ہوں، سوتی ہوں یا ریشم کے بنے ہوئے ہوں، ترقی اور تہذیب کے نام پر ان سے پردہ داری اور حیا کا عنصر مفقود نہیں ہونا چاہیے کیونکہ شرم و حیا

میں کمی، تبدیلی، یا ترقی کی گنجائش ہرگز نہیں ہے اور صرف حق تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس پردہ کی صفات اور معیار مقرر فرمائیں جس سے وہ عورت کی عزت، آبرو اور مقام محفوظ رکھ سکے۔

لہٰذا اگر عورت کو برہنہ حالت میں باہر نکلنے کا اختیار نہیں ہے تو پھر اسے باہیں کھولے ہوئے، زلفیں لہراتے ہوئے، اپنی گردن پیٹھ اور پنڈلیوں کی نمائش کرتے ہوئے بھی باہر نکلنے کی اجازت اور حق نہیں ہے۔ کیونکہ پردہ، پردہ ہوتا ہے، اس کے حصّے بخرے نہیں کئے جاسکتے۔

امریکہ میں آزادیٔ نسواں کا نعرہ بلند کرنیوالی مختلف تحریکوں نے پورا ایک دن آبروریزی کے مختلف واقعات کے نام منسوب کیا، جس میں مختلف لیکچر دیئے گئے اور اس سلسلے میں کیجانے والی ریسرچ کی رپورٹیں پیش کی گئیں۔ ان لوگوں نے آبروریزی کا مطلب بتاتے ہوئے کہا کہ راہ چلتی ہوئی عورت پر پڑنے والی ایک پسندیدگی کی نگاہ بھی اسکی آبروریزی کے مترادف ہوتی ہے ۔اس رو سے تو ہر عورت آئے دن آبروریزی کا شکار ہوتی ہے۔

(المجمع ،العدد ۷۷)

تو خدارا ذرا بتائیے کہ اس روزمرہ کی ذلت اور خواری سے، عورت کو شرعی پردہ کے علاوہ اور کس طرح محفوظ رکھا جاسکتا ہے؟۔

﴿پردہ اور صحت﴾

اگر کسی ملک کی وزارتِ صحت پر یہ انکشاف ہو کہ بازاروں میں موجود مٹھائی کی ایک قسم ایسی ہے، جس کو کھانے سے کوئی بیماری لاحق ہو سکتی ہے، مثال کے طور پر کینسر وغیرہ، اور وہ لوگوں کو اس بیماری سے محفوظ رکھنے کیلئے اس مٹھائی پر پابندی لگادے، اور اسے مارکیٹ سے ضبط کرالے تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اسکو اس مٹھائی پر پابندی لگانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہم وہ مٹھائی کھائیں گے، ہم آزاد ہیں اپنی مرضی کے مالک ہیں؟۔

کیا آپ کسی کو ایسا کہنے کا حق دیں گے؟ طبّی نقطہ نظر سے، بے پردگی کے متعدد نقصانات میں سے ایک نقصان ہے بے پردہ گھومنے والی عورت کا، جلدی کینسر جیسی بیماری میں مبتلا ہونا، کیونکہ سائنسی طور پر بھی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ براہ راست جلد پر پڑنیوالی سورج کی شعاعیں، اسی بیماری کو جنم دیتی ہیں۔

تازہ ترین ریسرچ کے مطابق، جو خواتین لکسی پہن کر سن باتھ لیتی ہیں ان کے جلدی کینسر میں مبتلا ہونے کی شرح، ان خواتین سے تیرہ گناہ زیادہ ہے جو سن باتھ لیتے وقت ون پیس کاسٹیوم میں ہوتی ہیں جس میں پیٹھ ڈھکی رہتی ہے۔ تو کیا اس سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ پردہ دار عورت، جو سورج کی شعاعوں سے اپنے جسم کو چھپا کر رکھتی ہے، اسکے اس بیماری میں مبتلا ہونے کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔

ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ ہر یورپی انسان کے جسم میں تقریباً تیس زخم پائے جاتے ہیں، جنکا بنیادی سبب سورج کی شعاعیں ہوتی ہیں، ان میں سے زیادہ تر زخم کینسر کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ پھر یہی ڈاکٹر کہتا ہے کہ ''سورج کی تپش اور حرارت سے انسان کے جسم میں موجود دفاعی نظام بری طرح متاثر ہوتا ہے اور کئی کئی گھنٹے سورج کی شعاعوں تلے گزارنا بالکل ایسا ہے، جیسے کسی بند کمرے میں بے تحاشہ سگریٹ پھونکنا، جو انسان کیلئے سخت ضرر رساں ہے''۔

مردوں سے زیادہ عورتیں، جلدی کینسر میں مبتلا ہوتی ہیں، جسکی ایک قسم کثیر الانتشار ہے جو عام طور پر گردن اور چہرے کو اپنا نشانہ بناتی ہے اور اگر اس کا صحیح اور بروقت علاج نہ ہو تو مریض کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

جلدی کینسر کی ایک اور قسم ہے جس کو کبھی کبھی ''ہلاکت خیز السر'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، جو انسانی جسم کے کسی بھی حصے پر حملہ کر سکتا ہے، مگر یہ زیادہ تر عورتوں کے پیروں پر پایا جاتا ہے، اور مختلف علامات کے ذریعہ اپنی موجودگی کا پتہ دیتا ہے، جیسے کہ جلد کی رنگت میں تبدیلی، یا خارش کا احساس، اور جب بڑھ جاتا ہے تو خون تک رسنے لگتا ہے۔

ایک تیسری قسم ہے، جو گندم کے برابر دانوں کی شکل میں ابھرتا ہے جو عام طور پر ہتھیلی کی جڑوں، سر، کانوں اور ہونٹوں پر نظر آتے ہیں۔

دیر تک سورج کی شعاع کا سامنا کرنا، جلدی کینسر کو کھلی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ بلکہ اس طرح کرنے سے وقت سے پہلے ہی، جلد پر بڑھاپا طاری ہونے لگتا ہے۔

صرف برطانیہ میں، ہر سال، جلدی کینسر کے ۲۶۰۰ کیس سامنے آتے ہیں۔ یہ شرح گزشتہ دس سالوں کی بہ نسبت پچاس فیصد زیادہ ہے۔

جلدی کینسر کا خطرناک ترین پہلو یہ ہے کہ صحیح وقت پر اس کی تشخیص نہ ہونے سے یہ خبیث مرض جسم کے دوسرے حصوں تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسے کے لمفاوی غدود اور پھر پھیپھڑوں اور نظام تنفس کو اپنا شکار بناتا ہے، اور یہ جسم کے وہ حصے ہیں، جن کا علاج کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور بالفرض اگر ان کا علاج ہو بھی جائے تو نتیجے کے طور پر مریض کے جسم اور چہرے پر اس کے آثار باقی رہ جاتے ہیں۔

''ہلاکت خیز السر'' نامی کینسر یورپی افراد میں زیادہ پایا جاتا ہے جو دیر تک سورج کی شعاعوں کے نیچے پڑے رہنے کا نتیجہ ہے۔ یہ کینسر پیپ بھرے دانوں، یا انسانی گوشت کی رنگت والے دانوں کی شکل میں ابھرتا ہے، اور وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ دانے اور زخم انسانی جسم کے ان حصوں کو متاثر کرتے ہیں جو سورج کی شعاعوں کے سامنے کھلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے کہ چہرہ۔ (مجلۃ

امرتی، ص ۶۳۔۶۴)

امریکہ اور فرانس کے کچھ ماہرین نے بھی حال ہی میں عورتوں کے مختصر لباس پہننے کے نتائج کا اندازہ لگانے کے لیے متعدد تحقیقات اور ریسرچ کیں اس کے لیے انہوں نے کچھ لڑکیوں کے "منی اسکرٹ" پہننے سے پہلے ان کی پنڈلیوں کی پیمائش کی، پھر "منی اسکرٹ" پہننے کے کچھ عرصے بعد انہی پنڈلیوں کی دوبارہ پیمائش کی تو اندازہ لگایا کہ پنڈلیوں کے حجم میں پانچ فیصد اضافہ ہوا اور جلدی رنگت سات فیصد بدل گئی۔

برطانیہ کے ایک میڈیکل میگزین نے شائع کیا کہ جلد کو شکار بنانے والا موذی کینسر، جو جلد کے کھلے ہوئے حصوں کو متاثر کرتا ہے، عورتوں کے جدید فیشن کے مختصر اور نیم برہنہ لباس اپنانے کے بعد سے دن بدن بڑھتا جا رہا ہے، کیونکہ اس طرح کے لباس کی وجہ سے جسم کے زیادہ تر حصے، سورج کی شعاعوں کی زد میں رہتے ہیں۔

اس کینسر کی ابتدا پیر یا ننگی پنڈلی پر ابھرنے والے ایک ننھے سے سیاہ دھبے کی شکل میں ہوتی ہے، جو بتدریج پورے جسم پر پھیل جاتا ہے۔

(جریدۃ "الانباء" الکویتیۃ۔۱۵/۵/۱۹۹۰ء م)

فرض کریں اگر کسی ملک کے سربراہ نے ایک فیصلہ صادر کیا، جس کی رو سے عورتوں کو کینسر جیسے موذی مرض سے بچانے کے لیے ان پر چہرہ کھولنے

اورسورج کی شعاعوں کے سامنے کھولنے پر پابندی لگائی گئی ہو، تو کیا اس پر عورت کی آزادی سلب کرنے کا الزام لگایا جاسکتا ہے؟

بس تو پھر سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت پر جو پردہ کی پابندی لگائی ہے۔ تو اسے جہنم کی آگ، فتنہ، فساد اور بہت سی برائیوں اور خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے لگائی ہے۔

تو کیا آپ کے خیال میں یہ حفاظتی تدابیر، آزادی کو سلب کرنے کے مترادف ہیں؟ جان لیجئے کہ حقیقی آزادی وہی ہے، جو امن، صحت، اطمینان اور انفرادی اور اجتماعی سلامتی کے سائے تلے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ پردہ اور حجاب میں پوشیدہ مصلحت اور عورت اور اس کے معاشرے کی حفاظتی کا پہلو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں) تو اپنے (منہ) پر چادر لٹکا کر (گھونگٹ نکالکر) نکلا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دیگا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

حق تعالیٰ کا یہ فرمان' فَلَا يُؤْذَيْنَ ' یعنی ''تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا''

ثبوت ہے اس بات کا کہ عورت کی خوبصورتی ظاہر ہونے میں اس کے لیے فتنہ اور اذیت پوشیدہ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عورت پر بے پردہ پھرنا اور اپنی خوبصورتی کی نمائش کرنا حرام قرار دیدیا۔

(نظرات فی کتاب حجاب المرأۃ المسلمۃ۔ عبدالعزیز بن خلف اللہ العبد ص ۴۹)

کیا پردہ اختیار کرنا آزادی نہیں

اگر بے پردگی کی دعوت دینے والے، آزادی کی بنیاد پر یہ نعرہ لگاتے ہیں، تو پھر وہ لوگ باپردہ خواتین کے پردہ اختیار کرنے کی آزادی کا احترام کیوں نہیں کرتے؟

ان دوغلے لوگوں کو ایک غیر مسلم خاتون نے انہی کی منطق استعمال کرتے ہوئے، منہ توڑ جواب دیا، یہ غیر مسلم خاتون، فرانسیسی ناول نگار ''اینی آرنو'' ہے، جو فرانس کے اسکولوں میں مسلمان باپردہ طالبات کے داخلے پر لگی پابندی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتی ہے: میری نظر میں مسلمان خواتین کے لیے پردہ ان کی پہچان اور ان کے کلچر کا ایک حصہ ہے، جس کا احترام کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس پر قدغن لگانا، شخصی آزدای کو پامال کرنا ہے، گو کہ یہ صحیح ہے کہ فرانسیسی اسکول، سوشلزم کی بنیاد پر کھڑے ہیں، مگر یہ مسئلہ ہے، شخصی آزادی کا.... بہت سی فرانسیسی، عیسائی خواتین، دینی اور پردہ دار لباس میں اسکول آتی ہیں، ان پر تو کوئی اعتراض نہیں کرتا۔

(مجلۃ ''سیدتی'' العدد ۱۴۸۱)

سترہ سالہ ''کورین سیلر'' جو فرانسیسی طالبات کی یونین کی سربراہ ہے، ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہتی ہے: ''ہمارے لیے بڑے ہی مسائل پیدا کرتے ہیں، ہم اکثر ان کی تنگ ذہنیت سے وابستہ واقعات سنتے رہتے ہیں، جبکہ ہمارے نزدیک یہ سب باتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، کسی لڑکی کا پردہ کرنا یا نقاب لگانا، ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے، ہمارے اسکول میں گزشتہ دو سال سے دو لڑکیاں برقع اوڑھ کر آرہی ہیں، نہ کوئی مشکل پیش آئی، نہ کوئی مسئلہ کھڑا ہوا، اس طرح وہ یہودی طالبات جو ہفتہ کے دن ناغہ کرتی ہیں اگلے دن آکر اس دن پڑھائے جانے والے اسباق اور ہوم ورک وغیرہ اپنی کلاس فیلوں سے معلوم کر کے کور کر لیتی ہیں''۔

(مجلۃ ''زھرۃ الخلیج)

اور تقریباً یہی موقف، فرانسیسی وزیر تعلیم ''لیونل گاسپن'' کا بھی تھا، جس نے دوسروں کے خیالات کا احترام کرنے پر زور دیا۔

اسی طرح چیف آف منسٹرز میشیل روکر بھی یہ سمجھتے ہیں، کہ دوسروں کے خیالات اور ان کی آزادی کا احترام کرنا ضروری ہے۔ (مجلۃ زھرۃ الخلیج)

برطانیہ میں بھی یہ ہنگامہ اس وقت برپا ہوا، جب لندن کے ایک اسکول کے پرنسپل نے پاکستان سے تعلق رکھنے والی، دو مسلمان برطانوی

شہریت حاصل کرنے والی طالبات کو ان کے شرعی اور اسلامی لباس زیب تن کرنیکی وجہ سے انہیں اسکول سے نکال باہر کیا.. بس پھر کیا تھا، ریڈیو،ٹیلیویژن اور اخبارات نے اس خبر کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور کچھ ہی دنوں بعد، شرعی اور اسلامی لباس کا یہ معرکہ برطانیہ کے سیاسی ، ابلاغی اور دینی حلقوں تک پھیل گیا۔

فوراًہی ان دونوں طالبات کے والد نے ، جو لندن کے مشہور، ماہر چشم تصور کیئے جاتے ہیں ، حقوق انسانی سے متعلق اداروں تک اپنی شکایت پہنچائی اور فرقہ پرستی کی مخالف تنظیموں سے بھی اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اسکول پرنسپل کا یہ فیصلہ کالعدم قرار دیا جائے ، کیونکہ اس فیصلہ سے مذہب اور عقیدے کی آزادی مجروح ہوتی ہے اور اس میں سے فرقہ پرستی کی بو آتی ہے کیونکہ دونوں طالبات کا تعلق ایشیائی ملک سے ہے۔

یہ جنگ زیادہ عرصہ جاری نہیں رہ سکی ، بہت جلد اسکول پرنسپل کو اپنے کمزور موقف کا اندازہ ہو گیا اور وہ اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور ہو گیا اور اس نے دونوں طالبات کو اسی شرعی اور اسلامی لباس کے ساتھ اسکول واپس آنے کی اجازت دے دی۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے دونوں طالبات کی اسکول واپسی کی خبر بڑی دھوم دھام سے لوگوں تک پہنچائی اور لاکھوں برطانوی شہریوں نے اپنی

آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح سینکڑوں برطانوی طالبات نے تالیوں اور خوشی کے ترانوں کی بازگشت میں دونوں طالبات کی اسکول واپسی کا خیر مقدم کیا، وہیں لاکھوں لوگوں نے اس باپ کو بھی دیکھا جو اسکول کے احاطے میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی بیٹیوں کو سینے سے لگائے کھڑا تھا اور اس کی اور اس کی بیٹیوں کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں تھا۔ اس کامیابی کی خوشی میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی اطاعت اور احکام کی پابندی کرنے کے صلہ میں عطا فرمائی اور انہیں سرخ رو کیا۔

اس طرح پردہ دار خواتین فرانس اور انگلینڈ میں تو کامیابی حاصل کر لیتی ہیں، جہاں پر شخصی آزادی محفوظ ہے اور بعض اسلامی ممالک میں اس پردہ پر پابندی ہے اور بے حیائی اور بے پردگی کی کھلی چھوٹ اور آزادی ہے، ہے نا شرم کا مقام۔

بے پردگی نقل وحرکت کو پابند بناتی ہے

اگر کسی انسان کو گھر سے باہر نکلنے سے پہلے اہتمام سے تیار ہونا پڑے، مخصوص لباس زیب تن کرنا پڑے، چہرے پر نہ جانے کیا کیا لگانا پڑے اور پھر اس کے بعد کافی دیر تک آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ہر زاویہ سے اپنا جائزہ لینا پڑے، تو کیا ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ سب حرکتیں، انسانی آزادی کا ثبوت ہیں؟

کیا یہ سب چیزیں اس کی نقل وحرکت کو مقید کرنے اور وقت کو برباد کرنے والی بندشیں نہیں، جواس کی ترقی اور کامیابی کی راہ میں دیوار بن کر حائل ہوجاتی ہیں؟

بالکل اسی طرح وہ عورت جو پردہ کا اہتمام نہ کرتی ہو، اسے گھر سے باہر نکلنے سے پہلے، لباس کا انتخاب کرنا پڑتا ہے، میک اپ کرنا پڑتا ہے، زلفیں سنوارنی پڑتی ہیں اور پھر لازمی طور پر ان تمام چیزوں کی طرف سے اطمینان کرنے کے لیے آئینے کے سامنے وقت برباد کرنا پڑتا ہے، تو ذرا بتائیے کہ اس میں آزادی کہاں سے آگئی؟ کہاں یہ عورت اور کہاں ایک باپردہ خاتون، جس کو اضطراری طور پر اگر گھر سے باہر جانا پڑ جائے تو منٹوں سیکنڈوں میں برقعہ میں اپنا پورا جسم چھپا کر جانے کے لیے تیار ہوجاتی ہے، ان تمام لغویات سے آزاد جن میں ایک بے پردہ اور نمائش پسند خاتون مبتلا ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر اس بیان کو لے لیجیے جو فلپائن کی وزیر اعظم کورازون اکینو نے ۱۹۸۷/۱۰/۳۰ء میں رائیٹر ایجنسی کو دیا تھا، جس میں اس نے کہا تھا کہ مردوں کے لیے یہ بہت آسان ہے کہ وہ بستر سے اٹھیں بالوں میں کنگھی کریں، جب کہ خواتین کو اپنے کام پر جانے کے لیے یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہوتا۔

اس پر اکینو ایک مثال پیش کرتے ہوئے کہتی ہے کہ: ۱۹۸۷ء میں ۲۸/اگست کی رات جب ایک ناکام انقلاب کی کوشش کی گئی تھی، جب مجھے

گہری نیند سے اٹھا کر یہ اطلاع دی گئی کہ کچھ باغی سپاہی مجھے مار ڈالنے کی کوشش میں ہیں، تو میرا ذہن سب سے پہلے اپنے حلیہ کی طرف گیا تھا۔

غیر ملکی صحافیوں کے ساتھ کھانے کی میز پر کی جانے والی اس گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے اکینو کہتی ہیں کہ اگر میں مرد وزیر اعظم ہوتی تو مجھے صرف اپنے کپڑے تبدیل کرنے پڑتے اور بس، جبکہ ایک خاتون وزیر اعظم ہونے کی بنا پر مجھے اپنے میک اپ پر بھی توجہ دینی پڑتی ہے۔

اور پھر کہتی ہیں، میں ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ میری اس حالت میں تصویریں لیجائیں جبکہ میں اسی وقت اپنے بستر سے اٹھی ہوں۔

لہٰذا، پردہ ہر عورت کے لیے ایک آزاد اور پرسکون ماحول مہیا کرتا ہے، اسے بے پردگی کی ان بیڑیوں اور بندشوں سے آزاد کرتا ہے جو عورت کی نقل و حرکت کو پابند بناتی ہیں اور اسے ہر وقت ایک طرح کے ذہنی اور اعصابی دباؤ کا شکار کرتی ہیں، اور اس کا بے انتہا قیمتی وقت ضائع کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

عورتوں کی شان مبارک

اسلام عورت کو مذہبی اور اخلاقی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے اور ہر حیثیت سے جدا جدا احکام نافذ کرتا ہے۔ عورت ایک ایسا فرد ہے جو انسانیت کا جز لا ینفک ہے، انسانیت کے خانہ میں دونوں برابر ہیں اور جو مردوں کو ''قوامون

علی النساء" کہا گیا ہے، وہ اغراض و مقاصد اور سماج کی تشکیل و تنظیم کے اعتبار سے اگر وہ شادی شدہ ہے، تو اسلام اسکے شوہر کو حکم دیتا ہے۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ الآیۃ۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ الحدیث (ترمذی) یعنی تمہاری بیویوں کا حق تمہارے اوپر ایسا ہی ہے، جیسا کہ تمہارا حق ان کے اوپر۔ اور تم میں بہترین شخص وہ ہے، جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو۔ اور اگر والدین کی ولایت میں ہو تو باپ کو اس کی پرورش کر نے پر جنت کی خوشخبری کا پروانہ ملتا ہے: مَنِ ابْتَلٰى مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْئٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ (متفق علیہ)۔ یعنی جس کے کچھ بیٹیاں ہوں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو وہ تم کو جہنم سے بچالیں گی۔ اگر آپ فرزند ارجمند ہیں تو ماں کے لئے حکم ملتا ہے: اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ (القضاعی والخطیب، وبلفظ آخر عند النسائی)۔ تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ اسی طرح اسلامی شریعت سن بلوغ سے پہلے والدین یا سرپرستوں ہی کی زیر نگرانی رکھتی ہے، اور اسے والدین کی وراثت کا حقدار بھی بناتی ہے فرمان الٰھی ہے: وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ ۔یعنی والدین کے ترکہ میں عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ اس سے بڑھکر عورتوں کی اہمیت وفضیلت کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی نے عورتوں (النساء) کے نام کی سورت قرآن کریم میں نازل فرما ئی جس میں ان کے مسائل کو بالتفصیل بیان کیا گیا جب کہ مردوں کے نام

کی کوئی سورت قرآن کریم میں موجود نہیں۔

ازدواجی بندش میں بھی عورت کے انکار واقرار کو وہی اہمیت حاصل ہے جو مرد کو حاصل ہے۔ اگر شوہر بیوی کو طلاق کا حق رکھتا ہے۔ تو عورت کو بھی اس کا نعم البدل خلع کی شکل میں عطا کیا گیا ہے۔ الغرض اسلام نے انسانیت کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا تاجِ زرّیں پہنایا بلکہ مظلوم عورتوں کو ذلت ورسوائی کے غار سے نکال کر اس بلندی پر پہنچا دیا جس سے بلندتر انکے حق میں کوئی اور مقام نہیں ہوسکتا تھا۔

جہاں عورتوں کو اسلام نے اتنا اعلیٰ وارفع مقام عطا کیا ہے وہیں انہی کے فائدے کے لئے، انہی کی بھلائی کے لئے یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی عزت وناموس کا ہردم خیال رکھیں۔ کبھی بھی اس مقدس فریضہ سے غافل نہ ہوں۔ آج کل کی مغربی تہذیب کے نقش قدم پر نہ چلیں۔ کہ محفل عیش وعشرت میں بے نقاب ہوکر عریانیت کا شکار ہوجائیں۔ ان کی ردائے عفت وعصمت تار تار ہوجائے۔ قرآن کریم میں ہے: يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو زبان سے بات نہ کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ (سورۃ احزاب رکوع ۴ آیت ۳۲)

اس آیت میں ازواج مطہرات کو خطاب کر کے تمام گھروں میں ان کی

اصلاحات کو نافذ کرنا ہے۔ کیوں کہ یہی گھران کے لئے نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آیت کریمہ میں بتلایا جارہا ہے کہ ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لب ولہجہ اور اندازِ گفتگو ایسا ہونا چاہئے جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزرے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے۔ اس کے لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو، اس کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جزبات کو برانگیختہ کردے، اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے۔ اللہ تعالی صاف فرماتا ہے کہ یہ کسی ایسی عورت کو زیب نہیں دیتا جس کے دل میں خدا کا خوف اور بدی سے پرہیز کا جزبہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ فاجرہ اور فاسقہ عورتوں کا طرز کلام ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ الآية

(پ ۱۸ انور ۴ آیت ۳۱)

ترجمہ۔ اور اپنے پاؤں (ایسے طور پر زمین پر) نہ ماریں کہ جھنکار کی آواز کانوں میں پہنچے اور انکا پوشیدہ زیور معلوم ہوجائے۔ اللہ احکم الحاکمین کا اس آیت سے منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں خواہ مخواہ اپنی آواز یا اپنے زیور کی جھنکار غیر مردوں کو نہ سنائیں اور اگر اجنبیوں سے بولنا پڑے، تو پوری احتیاط کے ساتھ بات کریں اس بناء پر عورت کے لیے اذان دینا منع ہے

۔نیز اگر نماز با جماعت میں کوئی عورت موجود ہو اور امام سے کوئی غلطی ہو جائے تو مرد کی طرح سبحان اللہ کہنے کی اسے اجازت نہیں ہے بلکہ اس کو صرف ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنی چاہیئے تا کہ امام خبر دار ہو جائے۔

اب ذرا سوچنے کی بات ہے جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچ دار انداز گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آ کر گائے، ناچے، تھرکے؟ کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے؟

کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے، کہ عورتیں ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی، کبھی کسی کی معشوقہ، کبھی کسی کی بہن اور کبھی اسکی ماں کا کردار ادا کریں ۔یا ائیر ہوسٹس بنا کر انہیں خاص طور پر مسافروں کا دل لبھانے کی تربیت دی جائے، یا کلبوں اور اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں۔ اسلام میں اس کلچر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ (نابینا) آئے۔ رسول اللہؐ نے ہم سے فرمایا اس سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ تو نابینا ہیں

ہم کونہیں دیکھ سکتے آپؐ نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو کہ اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔

(ابوداؤد و ترمذی)

ازواج مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اسکے باوجود آپؐ نے ایک نابینا صحابی سے پردہ کرنے کا حکم دیا آج ہمارے معاشرہ کا کیا حال ہے اس کا اندازہ خود لگائیں۔

مردوں اور عوتوں کی خوبیوں کو اللہ اپنے قرآن کریم کے اندر ایک ساتھ دونوں کو کس انداز سے بیان فرماتا ہے اور ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرماتا ہے: اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الآیۃ۔ (الاحزاب رکوع ۵ آیت ۳۵) ترجمہ: مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، زنا کاری سے بچنے والے مرد اور زنا کاری سے بچنے والی عورتیں، اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں

عرض کیا کہ آخراس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن ہم عورتوں کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔ایک دن میں اپنے گھر میں سر سلجھارہی تھی کہ میں نے حضوراکرمؐ کی آواز ممبر پرسنی میں نے بالوں کوتو یو نہی لپیٹ لیا اور حجرے میں آکر آپ کی بات سن نے لگی تو آپؐ اسوقت یہی آیت تلاوت فر مارہے تھے۔ (مسند احمد، تفسیر ابن کثیر پ۲۲ الاحزاب رکوع ۵ آیت ۳۵)

جب خواتین توحید پر قائم تھیں اور اسلامی شریعت پر عمل پیرا تھیں تو اللہ تعالی نے ان کی گود سے ایسے ایسے لعل پیدا کئے ہیں جن پر آسمان کو بھی فخر ہے۔

جب خواتین بھلی بنتی ہیں تو پورا گھر بھلا ہوتا ہے جب وہ بری بنتی ہیں تو پورے گھر کو برباد کردیتی ہیں۔اس لیے اسلام نے ان کی عزت وناموس کی بے حد حفاظت وصیانت کی تاکید کی ہے، تاکہ معاشرے کو تباہ وبرباد، سماج کوانتشار وانارکی اور نحوست وگندگی سے بچایا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی ایک بیٹی ہو اور اس کو (ایام) جاہلیت کی طرح زندہ دفن نہ کیا ہو، اور اس کو ذلیل وخوار کر کے نہ رکھا ہو، اور حقوق دینے میں لڑکوں کو اس پر ترجیح نہ دی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں داخل کریگا۔ (سنن ابوداؤد، مشکوۃ ج۲ ص ۱۷۷)

حضرت معاویہ بن جاہمہؓ کہتے ہیں کہ جاہمہؓ نے نبی کریمؐ کی خدمت

میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے جہاد پر جانے کا ارادہ کیا ہے، آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا، ہاں۔ آپؐ نے فرمایا ماں کے ساتھ رہو کیونکہ اس کے قدموں تلے جنت ہے۔ (سنن نسائی، مشکوۃ ج ۲ ص ۴۱۳)

یہ ہے اسلام جس نے آج سے چودہ سو سال پہلے ستم رسیدہ، رسوائے زمانہ، در در کی ٹھکرائی ہوئی عورتوں پر ہونے والے ظلم وستم کے خلاف علَمِ بغاوت بلند کیا۔ ان کے زخموں پر مرہم رکھا، ان کے حقوق اور معاشرے میں ان کی اہمیت وافادیت سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

یہ اسلام ہی کا ظرف اور خصوصیت ہے کہ اس رسوائے زمانہ مخلوق کو اتنا اٹھایا کہ ہمدوش ثریا کر دیا۔ اسلام نے خواتین کو جو حجاب جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے تو اس میں ان کے لیے کسی قسم کی ذلت ورسوائی کی بات نہیں بلکہ یہ چیز ان کی عظمتِ شان ورفعتِ مقام کو ظاہر کرتی ہے، اس لیے کہ جو چیز قیمتی و گراں ہوتی ہے لوگ اسے پنہاں وپوشیدہ رکھتے ہیں۔ عورت اسلام کی نظر میں بہت قیمتی شی ہے اس لیے اس کو پوشیدہ ومخفی رکھنے کی ہدایت کی ہے۔

مگر افسوس آج حریت نسواں کی آڑ میں خواتین کی عفت وعصمت کو داغدار کیا جا رہا ہے۔ دور حاضر کی دوشیزائیں چراغ خانہ کے بجائے شمع محفل بن کر اپنی عالمگیر کشش وجاذبیت اور اپنی فطری دلکشی ونسوانیت کھوتی جا رہی

ہیں۔آج مردوں کے قلوب سے عورتوں کی عظمت وحرمت رخصت ہوتی چلی جارہی ہے، جس کی وجہ سے ان کی حیثیت بالکل گرگئی۔آج حریت نسواں کی علم بردار خواتین اس گھڑی کو پچھتارہی ہیں۔ جب انھوں نے حریت نسواں کے نعروں سے متاثر ہوکر آزادی کے شوق میں اپنا سب کچھ قربان کرڈالا۔

آج مغرب کا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے پھر بھی ان کا مقصد یہ ہے کہ پوری دنیا میں مغربی تہذیب پھیلائی جائے ،اسلامی معاشرہ مغربی معاشرہ کی عالم کاری کرنے کی راہ میں سب سے بڑا کانٹا ہے۔اس لیے مغرب نے ساری توانائی اس کانٹے کوراہ سے ہٹانے پر صرف کردی۔مغرب کی سب سے زیادہ کوشش یہ رہی ہے کہ کسی طرح عالم اسلام مغربیت کے سیلاب سے متاثر ہوجائے ،اس لیے اپنے معاشرے کی عالم کاری کرنے کے شوق کی بنا پرٹی وی ،انٹرنیٹ کے ذریعہ اس گندے نظریے کی زبردست اشاعت کی جارہی ہے۔

جس تیزی سے مغربی معاشرہ سے مشرقی معاشرہ متاثر ہورہا ہے اس سے کہیں زیادہ سرعت کے ساتھ عالم اسلام کی طرف بڑھ رہا ہے۔اگرفوری طور پر موئثر اوراجماعی تدابیر اختیار نہ کی گئیں تو وسیع تر رقبے میں پھیلے ہوئے عالم اسلام کو فتح کر لینے میں زیادہ دیرنہیں لگے گی۔

اسلئے ضرورت ہے کہ ہم اسلامی تہذیب وتمدن دنیا میں عام کریں اورمغربی پروپیگنڈوں کودنیا کے سامنے اجاگرکریں،تاکہ دنیا کے سامنے اسلام

کی صحیح تصویر آسکے۔ اور مغرب کے اس سیلاب کو روکا جاسکے۔ لھذا خواتین کو چاہیے کہ ان لوگوں کے بہکاوے میں ہرگز ہرگز نہ آئیں، جن کی پیدائش بے حیائی و بے غیرتی پر ہوئی ہے اور جو اسلام کی دشمنی میں پیش پیش ہیں۔

اس تہذیب کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟

(۱) خواتین کو دینی تعلیم اور اس کے فوائد سے روشناس کرایا جائے رسول اللہ نے اس تعلق سے جو کچھ فرمایا ہے وہ وقتاً فوقتاً ان کے سامنے لایا جاتا رہے، اس سے اصلاح بھی ہوگی اور برکت بھی۔

(۲) ہفتہ عشرہ یا ماہانہ ان کی تبلیغ کے لیے تربیتی کیمپ لگائے جائیں، ان میں خواتین عالمائیں خطاب کریں۔ پردہ کے ساتھ صالح عالم دین وعظ وتقریر کرسکتا ہے۔ کیمپوں کی اپنی الگ اہمیت ہے جو کسی بھی معاشرہ میں بیداری پیدا کرنے کے لیے منعقد کئے جاتے ہیں۔

(۳) پمفلٹ، فولڈر، کتابچہ اور کتابوں کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کی جائے جن میں مثالی اسلام خواتین کے خاکے ہوں۔ نیز مغربی معاشرہ کی کارستانیاں سامنے لائی جائیں۔

(۴) لڑکے اور لڑکیوں کے سکنڈری اور ہائر سکنڈری اسکول کے نصاب تعلیم میں ایسے مضامین کا اضافہ کیا جائے جن میں **"خاندان کی اہمیت"**، **"اسلام میں عورت کا مقام"**، مرد و عورت کے درمیان تعلقات کا

شرعی مفہوم، ""آزادی حقوق""، بچوں کی تربیت میں موثر ذرائع جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہو۔

(۵) مسلم تنظیموں بالخصوص خواتین کے اداروں کی جانب سے ""مسلم فیملی"" سے متعلق ایسے مواد شائع ہوں۔ جن میں عورت کے متعلق اسلام کا نظریہ اور اسلام میں عورت کے حقوق کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور مغربی معاشرہ میں عورت کے درج سے مسلم خواتین کو روشناس کرایا جائے۔

آج مغربی تہذیب زمانہ جاہلیت کی کھلی تصویر اور اس کی عکاس ہے۔ آج اسی اسلامی بیداری کی ضرورت ہے، جس کا مظاہرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی برگزیدہ جماعت نے کیا تھا۔ آج ہم کو بھی اسلام کی طرف رجوع کرنا ہوگا، اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وتمدن پر سختی کے ساتھ عمل کرنا ہوگا۔ اپنے اندر عزم و ہمت کی مشعلیں روشن کرنی ہوں گی، تبھی ہم اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں، کیونکہ خدا کا قانون ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتے جب تک کہ وہ خود اپنے بدلنے کی سعی نہ کرے۔ علامہ اقبال نے اسی قرآنی آیت کا نقشہ بڑے عجیب انداز میں کھینچا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

وما علینا الا البلاغ

جامعة السعادة

ایک نظر میں

مجلس کے زیر انتظام دینی ادارہ جامعۃ السعادۃ بھی ہے۔ جو قدیم وجدید تعلیم کا حامل ہے۔ادارہ میں قرآن شریف، ناظرہ، حفظ، اردو، دینیات، پرائمری اور عربی سوم تک کی تعلیم کا بندوبست ہے۔ پچھلے چار سالوں سے یہ ادارہ کرائے کی بلڈنگ میں چل رہا تھا، اب الحمد للہ اس کے لیے زمین خرید لی گئی ہے۔ تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔ ادارہ کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے، اہل خیر حضرات کے تعاون سے ہی جملہ امور انجام دیئے جاتے ہیں آپ سے بھی تعاون کی درخواست ہے۔

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی کرمالوی

ملنے کا پتہ

☆ ہمدرد بک ڈپو، ۱۴۶ ایس کے آر کمپلیکس، سٹی مارکیٹ، بنگلور

☆ نثار بک ڈپو، جی ۶۷ ایس کے آر کمپلیکس، سٹی مارکیٹ، بنگلور

☆ محبوب بک ڈپو، اپوزٹ رسل مارکیٹ، بنگلور

☆ بک سٹی، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، ممبئی

☆ مدینہ ایجنسی، چھاپا بازار، سورت

☆ کلیم بک ڈپو، خاص بازار، تین دروازہ، احمد آباد

☆ نظامی بک ڈپو، خاص بازار، تین دروازہ، احمد آباد

☆ نذیر بک ڈپو، قاعدہ ملت روڈ، ٹرپل کین چنئی

☆ فاروقی بکڈپو، رتوارہ بازار، امراوتی

☆ رحیمیہ بکڈپو، انجمن بلڈنگ، گنٹور

☆ دارالاشاعت اسلامیہ، کولوٹولہ، کلکتہ